بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم!

نام کتاب: ناسخ التواریخ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف: مورخ شہیر ودانشمند محترم لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر

جلد: اول

مترجم: سید کفایت حسین پیراشہری

کمپوزنگ: سید امجد علی کاظمی

تعداد: ایک ہزار

ہدیہ:

ناشر: ادارہ تعلیم وتربیت لاہور

طبع: اوّل

ملنے کا پتہ

مکتبہ الرضا

8-بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم!

ناسخ التواریخ

حضرت رسول اکرم

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

تالیف: مورّخ شہیر ودانشمند محترم لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر

جلد: اول

مترجم: سید کفایت حسین پیرانشہری

ملنے کا پتہ

مکتبہ الرضا

8-بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

باسمہ تعالیٰ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو حمد وشکر کی معرفت سے محروم رکھتا ان پیہم عطیوں پر جو اس نے دیئے ہیں اور ان پے در پے نعمتوں پر جو اس نے فراوانی سے بخشی ہیں تو وہ اس کی نعمتوں میں تصرف تو کرتے مگر اس کی حمد نہ کرتے۔

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اس نے اپنی ذات کو ہمیں پہچنوایا اور حمد وشکر کا طریقہ سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر علم واطلاع کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے اور توحید میں اخلاص کی طرف رہنمائی کی اور اپنے معاملہ میں شرک وکجروی سے ہمیں بچایا۔تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے خلقت وآفرینش کی تمام خوبیاں ہمارے لئے منتخب کیں اور پاک و پاکیزہ رزق کا سلسلہ ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں غلبہ وتسلط دے کر تمام مخلوقات میں برتری عطا کی۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت سے ہمارے زیر فرمان اور اس کی قوت وسربلندی کی بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے۔

تمام تعریف اس اللہ تعالی کے لئے ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کی بعثت سے ہم پر وہ احسان فرمایا جو نہ گذشتہ اُمتوں پر کیا اور نہ پہلے لوگوں پر اپنی اس قدرت کی کارفرمائی سے جو کسی شے سے عاجز نہیں ہوتی اگر چہ وہ کتنی ہی بڑی ہو۔اور کوئی چیز اس کے قبضے سے نکلنے نہیں پاتی اگر چہ وہ کتنی ہی لطیف ونازک ہو۔اس نے اپنی مخلوقات میں ہمیں آخری امت قرار دیا،اور انکار کرنے والوں پر گواہ بنایا اور اپنے لطف وکرم سے کم تعداد والوں کے مقابلہ میں ہمیں کثرت دی۔

اے اللہ!تو رحمت نازل فرما محمدؐ وآلِ محمدؑ پر جو تیری وحی کے امانت دار،تمام مخلوقات میں تیرے برگزیدہ،تیرے بندوں میں پسندیدہ رحمت کے پیشوا،خیر وسعادت کے پیشرو اور برکت کا سرچشمہ تھے،جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر اپنے کو مضبوطی سے جمایا اور تیری راہ

میں اپنے جسم کو ہر طرح کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا اور تیری رضامندی کے لئے اپنے قوم قبیلے سے جنگ کی اور تیرے دین کو زندہ کرنے کے لئے سب رشتے ناطے قطع کر لئے۔ نزدیک کے رشتہ داروں کو انکار کی وجہ سے دور کر دیا اور دور والوں کو اقرار کی وجہ سے قریب کیا۔ اور تیری وجہ سے دور والوں سے دوستی اور نزدیک والوں سے دشمنی رکھی اور تیرا پیغام پہنچانے کے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور دین کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں زحمتیں برداشت کیں اور اپنے محل سکونت و مقام رہائش اور جائے ولادت و وطن سے پردیس کی سرزمین اور دور دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے ہجرت کی کہ تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر اختیار کرنے والوں پر غلبہ پائیں۔ یہاں تک کہ تیرا دین غالب اور تیرا کلمہ بلند ہو کر رہا۔

امابعد! سیرت النبیؐ کے مضمون پر مشتمل اس کتاب کو ترجمہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام رسولخداؐ کے دور کے حالات سے آگاہ ہوں اور اس زریں دور سے ہدایت لے سکیں اور فخر کر سکیں کہ صدر اسلام کا دور جس کے رہبر و رہنما خود نبی کریمؐ کی ذات تھی کس قدر رشاندار تھا اور اس زمانے میں خداوند تعالی اپنے محبوب کی وجہ سے انسانوں پر کس قدر مہربان تھا کہ اس نے اپنے محبوب کی مرضی کو اپنی مرضی قرار دے دیا اور انسان جو کچھ مانگتے تھے فوراً انہیں ملتا تھا حکیم الامت نے سچ کہا تھا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس کتاب کو ترجمہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ پاکستان میں سیرت النبیؐ کے حوالے سے بہت کم کام ہوا ہے۔ لہذا راقم الحروف نے سوچا کہ اس حوالے سے ضرور کام ہونا چاہیئے تو خداوند تعالی سید امجد علی کاظمی کا بھلا کرے کہ انہوں نے اس سلسلے میں ایران کے ایک مشہور و معروف اور قدیمی لکھاری مورّخ شہیر و دانشمند محترم لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر کی سیرت

النبیؐ کے مضمون پر مشتمل کتب فراہم کیں۔ان کتب میں رسولخداؐ کی ہجرت سے لے کر آپ کی شہادت تک تمام واقعات مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔خداوند تعالی ان کے والد مرحوم کو غریق رحمت کرے۔اس کے علاوہ میں مکتبہ الرضا والوں کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے سیرت النبیؐ کی پانچ جلدوں کو چھاپنے کی حامی بھری۔خداوند تعالی انہیں صدقہ و بوسیلہ محمدؐ و آل محمدؐ جزائے خیر عطا فرمائے۔کیونکہ آج کے اس پرآشوب دور میں دینی کاموں پر توجہ دینا بہت بڑا جہاد ہے۔خداوند تعالی ہمارے تمام مومنین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے جو دامے درھمے سخنے کسی نہ کسی حوالے سے دینی خدمات انجام دیتے ہیں اور کئی اس سلسلے میں شہادت پا چکے ہیں خداوند تعالی انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔نیز دست بدعا ہوں کہ نہ صرف پاکستان بلکہ سارے عالم سے فرقہ واریت اور دہشت گردی کا خاتمہ فرمائے تاکہ انسان کسی قدر سکھ کا سانس لیں۔

آپ کا مخلص

سید کفایت حسین پیرانشہری

مترجم

۲فروری ۲۰۰۷، ۱۴محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

ہجرت نبوی کے پہلے سال کے واقعات

مہاجرین کا پہلا دستہ

جب قریش نے پیغمبر اسلامؐ کو قتل کرنے کی ٹھان لی:

پیغمبر اکرمؐ کے بستر پر علی سو گئے:

پیغمبر اسلامؐ کی جگہ علی کے سونے پر خداوند تعالی نے افتخار فرمایا:

کفار قریش گھات میں:

پیغمبر اسلامؐ کا غار میں ورود مسعود:

کفار نے پیغمبر اکرمؐ کا پیچھا کیا:

داستان ہجرت میں شیعہ وسنی کا اختلاف:

غار سے مدینہ کی طرف کوچ:

ام معبد کے گھر میں پیغمبرؐ کے معجزات:

پیغمبر اسلامؐ کے تعاقب میں سراقہ کی روانگی

بریدہ، پیغمبرؐ کے استقبال کے لئے آیا:

زبیر کی حضور اکرمؐ سے ملاقات:

مدینہ میں آپؐ کا استقبال:

انصار کے قبائل کے سرداروں نے حضورؐ سے درخواست کی:

پیغمبر اکرمؐ کا ابوایوب کے گھر نزول اجلال:

عبد السلام کی آنحضرتؐ سے گفتگو اور ان کا اسلام لانا:

مسجد نبوی کی بنیاد:

ماسوائے علی کے مسجد سے گھروں کو کھلنے والے تمام دروازے کا بند ہونا:

تاریخ اسلام

ہجرت نبوی کے پہلے سال کے واقعات

حضرت آدمؑ کے سقوط سے ہجرت نبوی کا درمیانی فاصلہ چھ ہزار دو سو سولہ سال ہے اور ہجرت کے سال کو سنۃ الاذن بالرحیل کہا جاتا ہے مدینہ والوں نے شہر مکہ کے مقام عقبہ میں پیغمبر اکرمؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپؐ سے یہ وعدہ کیا کہ اگر آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں تو آپؐ کی، اپنی جانوں سے بڑھ کر حفاظت کریں گے اور جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کریں گے وہ آپؐ کے لئے بھی نہیں پسند کریں گے۔

یہ معاہدہ طے پایا اور اس کے ساتھ مدینہ والے اپنے شہر کو واپس لوٹ گئے تو اس اثناء میں مکہ والوں کو اس معاہدے کی بھنک پڑ گئی جس کی وجہ سے، ان کے دلوں میں جو کینہ تھا اس میں مزید اضافہ ہوا جس کی وجہ سے آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کا مکہ میں مزید قیام نہایت ہی مشکل ہو گیا اور وہ آپؐ کی جان کے درپے ہو گئے۔

لہذا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو وہاں سے ہجرت کی اجازت دے دی اور فرمایا میں نے آپ کے ہجرت کے مقام کو دیکھا ہے یہ ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

میرا خیال ہے کہ وہ سرزمین تہامہ یا ہجر ہے (تہامہ: حجاز سے نجد تک کی سرزمین کو تہامہ

کہا جاتا ہے اور حجاز کی وجہ تسمیہ یہ ہے چونکہ یہ سرزمین تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز "ایک دیوار کی مانند" ہے لہذا اسے حجاز کہا جاتا ہے۔ اور ہجر کے گھوڑے کی شکل کا مدینے کے نواح میں ایک دیہات کا نام ہے) ۔البتہ یہ سرزمین مدینہ ہی میں واقع تھی۔

مہاجرین کا پہلا دستہ

سب سے پہلے مصعب بن عمیر نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس کے بعد ابن مکتوم، عمار یاسر، بلال اور سعد بن ابی وقاص مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر اس کے بعد عباس بن ابی ربیعہ اور طلحہ بن عبید اللہ وصہیب اور زید بن حارثہ اور ابو مرثد اور کنان بن الحصین اور اس کا بیٹا مرثد اور انس اور ابو کبشہ وعبیدۃ بن الحارث اور اس کا بھائی طفیل اور حصین اور مسطح بن اثاثہ وسویبط بن سعد وعبد الرحمٰن بن عوف وزھر بن العوام وابوسبرۃ وابوحذیفۃ بن عتبہ اور ان کا آقا، سالم وعتبہ بن غزوان نے کوچ کیا اور بعض راویوں کا قول ہے کہ سب سے پہلے مہاجر ابو سلمۃ بن عبد الاسد مخزومی ہیں جنہوں نے حبشہ سے مکہ واپسی اختیار کی اور پھر مدینہ روانہ ہو گئے۔

صحیح بخاری میں رقم ہے کہ ابو بکر نے رسولخداؐ سے عرض کی: میرا خیال ہے میں مدینے چلا جاؤں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تم (فی الحال) ادھر ہی ٹھہرو کیونکہ ہوسکتا ہے میں خود بھی اس طرف جاؤں۔

فرزند ابو قحافہ کا خواب:

ابو قحافہ کے بیٹے نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند بطحا کی سرزمین پر اتر آیا اور شہر مکہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے اس سرزمین کو روشن کیا۔ پھر ایک مرتبہ آسمان کی طرف گیا اور وہاں سے مدینے کی سرزمین پر اتر گیا۔ اور اس نے اس سرزمین کو روشن کر دیا۔ وہاں سے پھر ایک مرتبہ ستاروں کی ایک فوج کے ساتھ اٹھا اور دوبارہ مکے آیا اور اس نے مکہ کو روشن کیا۔ صرف یہ کہ ۳۶۰ گھر اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۴۰۰ گھر تاریک رہ گئے اور پھر وہاں سے اٹھا، مدینے چلا گیا اور اس جگہ زمین پھٹی اور چاند اس کے اندر داخل ہو گیا۔ فرزند ابو قحافہ اس خواب سے تحت

متعجب ہوئے اور چونکہ خواب کی تعبیر کے ماہر تھے سمجھ گئے کہ یہ چاند رسولخداؐ کی ذات گرامی ہے جومکہ سے مدینے گئے اور وہاں سے اصحاب کے ساتھ فتح مکہ فرمایا، پھر عائشہ سے عقد فرمایا اور دوسرے جہان کی طرف رحلت فرما گئے۔

جب قریش نے پیغمبر اسلامؐ کو قتل کرنے کی ٹھان لی:

جب مکہ کے مشرکوں نے دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب آہستہ آہستہ مدینے کی طرف ہجرت کررہے ہیں تو انہیں اندیشہ ہوا کہ ایک دن پیغمبر اکرمؐ بھی مدینہ کی طرف ہجرت کرجائیں گے اور اس طرح وہاں کے باسیوں کو ساتھ ملا کر مکہ پر حملہ آور ہونگے اور پھر ان کی شامت آجائیگی لہذا کیوں نہ انہیں یہیں قتل کردیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس عقلمندترین افراد دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے۔ آپس میں صلاح ومشورہ کیا اور پھر محلّہ بنی ہاشم کی طرف روانہ ہوگئے۔ انہوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کیا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ اس دوران شیطان بھی ایک معمر انسان کی شکل میں وہاں آدھمکا۔ یہ اسے کہنے لگے تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نجدیوں کے ایک قبیلے سے ہوں۔ تمہارا اجتماع مجھے بہت پسند آیا لہذا سوچا کہ کیوں نہ اس خوبصورت محفل میں، میں بھی شریک ہوجاؤں۔ میں تمہاری عقل و فراست کی داد دیتا ہوں تمہارے ضمیر کی جب بھنک پڑی تو سوچا کہ کیوں نہ میں بھی تمہارا ہاتھ بٹاؤں اور تمہارے کام آؤں تمہارے اس نیک کام میں، میں بھی حصہ ڈالنا چاہتا ہوں اگر نہیں چاہتے تو ابھی چلا جاتا ہوں۔

قریش کہنے لگے: بابا! ادھر ہی ٹھہر۔ تو ہمیں اچھا انسان نظر آتا ہے تیرے ٹھہرنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ پس انہوں نے مکالمہ شروع کیا۔ پہلے ابوجہل نے کہا: جوانو! ہم حرم (کعبہ) کے وارث تھے اور تمام قبائل ہمارا احترام کرتے تھے کہ محمدؐ نے ہمارے درمیان سے سر نکالا جس کی وجہ سے آج دنیا ہمیں بے وقوف اور پاگل قیاس کرنے لگی ہے۔ اس نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا اور ہمارے جوانوں کو ورغلایا اور اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ

ہمارے آباؤ اجداد آگ میں جل رہے ہیں۔اب تم بتاؤ اس سے بڑا المیہ کیا ہوگا؟ میں تو ایسی باتوں کو مزید برداشت نہیں کرسکتا لہذا میرا مشورہ یہی ہے کہ تم میں سے کوئی بہادر خفیہ طور پر اس کا کام تمام کردے۔تا کہ قریش اس کے شر سے نجات پائیں۔اگر بنی ہاشم اس کا خون بہا مانگیں تو دیت دے کر ان سے جان چھڑالیں گے لیکن کم از کم موجودہ مصیبت سے تو جان چھوٹ جائے گی۔

معمر نجدی بولا: اباالحکم! آپ کی یہ سوچ اور رائے ٹھیک نہیں۔کیونکہ بنی ہاشم قصاص ضرور لیں گےاور تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی جان کی بازی لگاسکتا ہو۔تمہاری مراد بر لاسکتا ہو۔ یہ سننا تھا کہ ابوجہل وہیں چپ ہوگیا۔

اب ابوالبختری بن ہشام، عاص بن وائل، امیہ بن خلف اور ابی بن خلف نے زبان کھولی اور یوں گویا ہوئے۔صحیح مشورہ ہے کہ آؤ سب مل کر اسے گرفتار کر لیتے اور کسی جگہ نظر بند کردیتے ہیں۔اسے روشن دان سے کھانا و پانی دیتے رہیں گے۔یہاں تک کہ وہ وہیں جان دے دے۔

بوڑھا نجدی بولا: یہ مشورہ تو اس سے بھی ناقص ہے کیونکہ آخر ایک نہ ایک دن بنی ہاشم اس کا سراغ لگا لیں گےاور تمہارے ساتھ جنگ وجدال پر اتر آئیں گے۔اگر ان سے پھر بھی رہا نہ ہوسکا تو وہ حج کے موسم میں دوسرے قبائل کی مدد لے لیں گےاور اس طرح تمہاری ساری سکیم ناکام ہوجائے گی۔

اس پر وہ بھی خاموش ہوگئےاور عتبہ و شیبہ اور ہشام بن عمر اور ابوسفیان نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہا: سب سے بہترین مشورہ یہ ہے کہ آؤ سب مل کر محمدؐ کو پکڑتے ہیں اور اسے ایک سرکش اونٹ پر بٹھاتے اور اس کے پاؤں اونٹ سے باندھ کر اونٹ کو صحرا و بیابان میں چھوڑ دیتے ہیں اس طرح اونٹ اسے کہیں نہ کہیں گرا دے گا اور اس طرح ہماری جان اس سے چھوٹ جائے گی۔ اور اگر پھر بھی وہ بچ گیا تو جب وہ واپس آئے تو جونہی وہ تبلیغ کرے تو سب مل کر اسے مار ڈالو۔

پھر بوڑھا نجدی بولا: یہ مشورہ بھی صحیح نہیں۔ تمہیں تو اس کی شیرین بیانی معلوم ہی ہے۔ وہ اپنی میٹھی باتوں سے سب کو رام کر لے گا سب اس کے گرد اس طرح جمع ہو جائیں گے جس طرح شمع کے گرد پروانے ہوتے ہیں۔ اس طرح تو تمہارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

قریش کہنے لگے: یہ بزرگ تو بہت سیانے اور عقل کے دانے ہیں کیوں نہ انہیں صدر مجلس بنائیں اور ان کی توقیر بڑھائیں۔ لہذا شیطان کو مرکزی مقام پر بٹھا دیا گیا۔ اس وقت ایک بار پھر ابو جہل ان سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا: میرا خیال یہ ہے کہ ہر قبیلے سے ایک بہادر کا انتخاب کرتے ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک تلوار دے دیتے ہیں تا کہ وہ سب مل کر اس کا خاتمہ کر ڈالیں اس طرح جب اس کی اجتماعی خونریزی ہوگی تو بنی ہاشم تمام قبائل سے لڑائی نہ کر سکیں گے۔ اور انہیں ناچار صلح کرنا پڑے گی اور جب صلح کے لئے مذاکرات ہوں گے تو بات آ کر دیت پر ٹھہرے گی اس طرح ہم سب مل کر انہیں خون بہا ادا کر کے اپنی جان چھڑا لیں گے۔

بوڑھے نجدی نے اس مشورے پر انہیں داد دی اور ان کی بہت تعریف کی۔ پس انہوں نے اسی مشورے پر اکتفا کیا اور اپنے کردار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے چل پڑے۔ ادھر خداوند تعالی نے اپنے پیغمبرؐ کو اس آیت کے ذریعے اطلاع دی۔

''وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ وَیَمۡکُرُوۡنَ وَیَمۡکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ''(سورہ انفعال آیہ ۳۰)

اور اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو جبکہ کفار تم سے چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا نکال دیں وہ تو اپنی چال چل رہے تھے اور خداوند تعالی بدلہ لینے پر آمادہ تھا اور اللہ سب سے بہتر بدلہ لینے والا ہے۔

اور خداوند تعالی قول ہے: ''اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِہٖ رَیۡبَ الۡمَنُوۡنِ''(سورہ طور۔ آیت ۳۰)

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے جس کے بارے میں ہم زمانہ کی گردش کا انتظار کرتے ہیں؟

جبرائیلؑ خدا کا یہ پیغام لائے "ان اللہ یامرک بالھجرۃ" یعنی آج رات اپنے سونے کی جگہ ترک کردو اور صبح ہوتے ہی مدینے کی طرف کوچ کر جاؤ۔ سورج ڈھل چکا تھا۔ کفار قریش اپنے منصوبے کے مطابق ہتھیار سجا کر آپؐ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور پھر آپؐ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ وہ اس انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جونہی آدھی رات ہو اور پیغمبر اکرمؐ پر نیند کا غلبہ ہو تو وہ گھر میں داخل ہو کر آپؐ پر ٹوٹ پڑیں اور اپنے مشن کی تکمیل کر ڈالیں۔

پیغمبر اکرمؐ کے بستر پر علی سو گئے:

چونکہ رسولخداؐ پہلے سے ان کے منصوبے سے آگاہ تھے لہٰذا حضرت علیؑ سے فرمایا: آج رات مشرکین قریش میرے خلاف برا ارادہ کر کے آئیں گے لہٰذا میں ابھی اس گھر سے نکل جاتا ہوں اور آپؑ میرے بستر پر میری سبز کملی اوڑھ کر سو جائیں تاکہ کفار کے جاسوس یہ سمجھیں کہ میں یہاں سویا ہوں اور وہ صبح تک گھر کے باہر گھات لگائے بیٹھے رہیں گے تو اتنے میں میں مدینے سے ہجرت کر جاؤں گا۔ آپؐ نے اپنی امانتیں بھی حضرت علیؑ کے سپرد کر دیں اور فرمایا انہیں ان کے مالکوں تک پہنچا کر میرے پیچھے آجانا۔ یہ فرماتے ہی آپؐ نے سورہ یٰس "وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ" (سورہ یٰس۔ آیہ ۸)

"اور ہم نے اُن کے آگے سے بھی ایک دیوار بنا دی ہے اور اُن کے پیچھے سے بھی ایک دیوار، پھر اوپر سے ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے کہ وہ اب کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

تک تلاوت فرمائی اور مٹھی بھر خاک لے کر کفار قریش کی طرف شاہت الوجوہ کہتے ہوئے پھینکی اور چل پڑے۔ آپؐ ان کے پاس سے گذرے لیکن کوئی آپؐ کو دیکھ نہ سکا۔ ادھر علیؑ نے پختہ ارادہ کرلیا کہ آج پیغمبر اکرمؐ پر جان قربان کردوں گا آپؑ سبز اوڑھنی لے کر نبی اکرمؐ کے بستر پر آرام فرما ہو گئے۔

پیغمبر اسلامؐ کی جگہ علیؑ کے سونے پر خداوند تعالیٰ نے افتخار فرمایا:

اس دوران (خداوند تعالیٰ) جلال کے پردوں سے جبرائیل اور میکائیل سے اس طرح

خطاب ہوا میں نے تمہارے درمیان برادری قائم کی ہے اب میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کون ہے جو دوسرے پر اپنی جان قربان کر دے؟

انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی زندگی پیاری ہے لہذا ہم دوسرے کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے پر تیار نہیں۔ خطاب ہوا: کیا تم علیؑ جیسے نہیں بننا چاہتے؟

دیکھو! اس نے محمدؐ پر اپنی جان قربان کر دی اور وہ محمدؐ کی جگہ سویا ہوا ہے۔ ابھی فوراً جاؤ اور دشمن کے محاصرے میں اس کی حفاظت کرو۔

پس یہ دونوں اتر آئے میکائیل پاؤں اور جبرائیل سر کی طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ "بخٍ بخٍ من مثلک؟ یا بن ابی طالب! یباھی اللہ............!"

یا علیؑ! آپ جیسا کون ہے کہ خداوند ملائکہ کے درمیان فخر کر رہا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ" (سورہ بقرہ آیہ ۲۰۷)

"اور آدمیوں میں سے ایسا (بھی) ہے جو رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو فروخت کرتا ہے اور اللہ کل بندوں پر بہت ہی مہربان ہے"

کفار قریش گھات میں:

جب پیغمبر اسلامؐ قریش کے ہجوم سے نکل گئے تو ایک شخص قریش کے پاس آیا اور ایک روایت کے مطابق وہ شیطان تھا اس نے قریش سے پوچھا کس کے انتظار میں گھات لگائے بیٹھے ہو۔ کہنے لگے محمدؐ کے لئے بیٹھے ہیں۔ وہ تو تمہارے درمیان سے نکل کر چلا گیا ہے اور تمہیں پتہ ہی نہیں چلا دیکھو اس نے تمہارے سروں پر مٹی بھی ڈالی تھی۔ اب جب انہوں نے اپنے سروں کو کھجایا تو واقعی ان کے سروں پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔

یہاں نہایت دلچسپ بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے جس جس کے سر پر آنحضرتؐ کی وہ خاک پڑی وہ جنگ بدر میں مارا گیا۔ وہ یہ تھے۔ ابوجہل، حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، نضر

بن الحارث، امیہ بن خلف، ابن عیطلہ طلحہ بن عدی، عتبہ، شیبہ، ابی بن خلف اور حجاج کے بیٹے بینہ و منبہ۔

مختصر یہ کہ جب انہوں نے سنا کہ پیغمبر اسلامؐ چلے گئے ہیں تو اٹھے اور گھر کے روشن دان کو دیکھ کر رونے لگے۔ لیکن جب انہوں نے روشن دان سے اندر دیکھا تو کسی کو محمدؐ کے بستر پر سویا ہوا پایا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ محمدؐ ہیں اور ہمیں اس شخص نے دھوکہ دیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا ٹھہرو جب صبح محمدؐ نماز کے لئے اٹھے گا تو دن دھاڑے محمدؐ کو ہم سب مل کر قتل کر ڈالیں گے تا کہ اس طرح بنی ہاشم کے علم میں بھی یہ بات آ جائیگی کہ تمام قبائل نے مل کر محمدؐ کو قتل کیا ہے۔ اسطرح یہ بلوہ ہوگا۔ اور بنی ہاشم سب سے انتقام تھوڑا ہی لے سکیں گے۔ ابولہب نے کہا: اس گھر میں محمدؐ کے علاوہ بھی میرے قبیلے کا کوئی ہے لہذا میں نہیں چاہتا کہ محمدؐ کی وجہ سے دوسروں کے آرام میں دخل اندازی کروں۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ آخر کار انہوں نے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے پہلے انہوں نے چند پتھر اندر پھینکے۔ اب علیؑ نے سر اٹھا کر آواز دی۔ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔ انہیں پتہ چل گیا کہ یہ آواز محمدؐ کی نہیں۔ اب انہوں نے محمدؐ کے بارے میں سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم انہیں میرے حوالے کر گئے تھے جواب مجھ سے پوچھتے ہو۔ تم نے انہیں یہاں برداشت نہیں کیا لہذا وہ خود ہی کوچ کر گئے۔

سراقہ بن مالک مخزومی نے کہا: چلو محمدؐ تو نہیں علیؑ تو ہے اسی کا صفایا کر دیتے ہیں۔ ابوجہل کہنے لگا۔ اس بیچارے سے کیا لینا اسے تو محمدؐ نے اپنا دیوانہ کر رکھا ہے۔ علیؑ نے فرمایا:

"یا اباجهل بل الله قد اعطانی من العقل ما لو قُسم علی جمیع حمقاء الدنیا و مجانیها، لصاروا به عقلاء، و من القوة مالو قسم علی جمیع، ضعفاء الدنیالصاور به اقویاء، و من الشجاعةمالو قسم علی جمیع، جبناء الدنیاء لصاروا به شجعاناً و من الحلیم ما لو

قسم علی جمیع، سفہاء الدنیاء لصاروا بہ حلما"

اے ابوجہل، میرے ساتھ اس طرح کلام مت کرو۔ خدا کے فضل سے اگر میرے عقل کو تمام دنیا کے دیوانوں پر تقسیم کیا جائے تو وہ دانشمند ہو جائیں اور اگر میری طاقت کو تمام ضعیفوں پر تقسیم کیا جائے تو وہ ضعیف طاقتور اور بہادر ہو جائیں۔ اور اگر میرے حلم کو تمام احمقوں اور کم عقلوں پر تقسیم کریں تو وہ بردبار اور باوقار ہو جائیں۔

جان لو کہ اگر آج مجھے رسولخداؐ کی طرف سے جنگ کی اجازت ہوتی تو تم میں سے ایک بھی زندہ واپس نہ جاتا۔ زمین و آسمان نے محمدؐ سے کہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کا کچومر نکال دیں لیکن آنحضرتؐ نے اجازت نہیں دی اس لئے کہ شاید تم میں سے کوئی مسلمان ہو جائے یا تمہاری نسل میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔

ابوالبختری نے جب یہ بات سنی تو تلوار نکال کر حملے کے لئے لپکا جونہی اس نے حملہ کرنا چاہا تو دنیا کی کیفیت کو بدلا ہوا پایا۔ دیکھا کہ زمین پھٹ پڑی ہے اور اسے نگلنا چاہتی ہے اور آسمان سر پر آ گیا ہے۔ اس قدر وحشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو گیا۔

ابوجہل نے کہا: ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ بے ہوش محمدؐ کی کرامت اور علیؑ کے خوف سے نہیں ہوا بلکہ اس کا بلڈ پریشر بڑھ گیا تھا۔ اس پر وہ اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے آئے اور آنحضرتؐ کو ڈھونڈنے لگ گئے۔

اس موقع پر علیؑ نے یہ شعر کہے۔

وقیت بنفسی خیر من وطی الحصی	ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر
رسول الہ خاف ان یمکروبہ	فنجاہ ذوالطول الالہ من المکر
فبات رسول اللہ فی الغار امنا	موقی وفی حفظ الالہ وفی ستر
اقام ثلاثا ثم زمت قلائص	قلائص تفرین الحصی انما تفری
وبت اراعیھم وما یثبتونی	فقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

پیغمبر اسلامؐ کا غار میں ورود مسعود:

پیغمبر اسلامؐ بعثت کے تیرھویں سال ربیع الاول کے مہینے جمعرات کو جب آدم صفی اللہ کو زمین پر آئے چھ ہزار دو سو سولہ شمسی سال ہو چکے تھے آپؐ نے غار ثور کی طرف پیشقدمی فرمائی۔ آپؐ نے نعلین مبارک نکال کر ہاتھ میں لے لئے اور پاؤں کی انگلیوں کے بل چلنا شروع کیا تھا کہ آپؐ کے پاؤں کے نشانات زمیں پر نہ لگیں۔جس کے نتیجے میں آپؐ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔آپؐ اس سختی سے غار ثور تک پہنچ کر اس میں وارد ہوئے۔اتنے میں غار کے اندر ابو بکر سخت گھبرا گئے انہیں پریشانی نے بے قرار کر دیا۔رسولخداؐ نے فرمایا:"لاتحزن ان اللہ معنا"(سورہ توبہ آیہ ۴۰)اے ابو بکر! مت گھبرایئے خدا ہمارے ساتھ ہے۔خداوند تعالی نے آپ کی حفاظت کے لئے غار کے دھانے پر شاخوں والا درخت اُگا دیا۔ایک اور روایت میں ہے کہ اس غار کے سامنے ایک درخت تھا رسولخداؐ نے اسے اپنی طرف بلایا تو وہ چلا آیا اور غار کے دھانے پر آ کر کھڑا ہو گیا اس کے بعد جنگلی کبوتروں کا ایک جوڑا ایا اور انہوں نے گھونسلا بنا کر اس میں انڈے دیئے اور عنکبوت نے غار پر گہرا جال بُن کر اس پر جال کی ایک چادر چڑھا دی۔

کفار نے پیغمبر اکرمؐ کا پیچھا کیا:

جب کفار نے آپؐ کو ان کے گھر نہ پایا تو مایوسی کے عالم میں ہر طرف دوڑنے لگے پہلے وہ ابو قحافہ کے گھر آئے۔اسماء ذات النطاقین باہر آئیں تا کہ یہ معلوم کریں کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ابو جہل نے پوچھا: آپ کے والد کہاں ہیں؟ کہا مجھے معلوم نہیں: اس نے اتنا سخت تھپڑ مارا کہ آپ کے گوشوارے زمین پر جا پڑے۔وہ وہاں سے چلا گیا اور کہنے لگا۔مکے میں منادی کر دو: جو کوئی محمدؐ کو لائے یا ہمیں ان کی اطلاع دے۔ہم اسے سو اونٹ انعام دیں گے۔اس زمانے کے مشہور و معروف کھوجی ابو کرز خزاعی کو بلا کر اسے آپؐ کے پاؤں کے نشانات کی کھوج پر لگایا گیا اور قریش کے نبرد آزماؤں نے جنگی ہتھیار اپنے جسم پر سجائے اور آپ کی تلاش میں گھروں

سے نکل پڑے۔ ابو کرز نے آپؐ کے ایک نقش پا کو دیکھا تو کہا، قدموں کے یہ نشانات حضرت ابراہیمؑ کے قدموں سے بہت مشابہ ہیں۔ جو حرم کے ایک پتھر پر لگے ہیں۔ اس طرح وہ کھوج لگاتے ہوئے غار ثور تک پہنچ گئے۔ ابو کرز نے کہا: آپ کا مطلوبہ اس غار سے آگے نہیں گیا۔ ابو بکر نے جب غار کے اندر یہ جملہ سنا تو پریشانی کے عالم میں بے قرار ہو گئے۔ رسولخداؐ نے فرمایا: پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ''ماظنک باثنین اللہ ثالثھما'' تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا خود ہے۔ لیکن ابو بکر کا اضطراب کسی طرح بھی دور نہیں ہو رہا تھا۔ جس کی طرف خدا نے قرآن مجید میں اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔

''اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' (سورۂ توبہ۔ آیت ۴۰)

یعنی اگر تم پیغمبر کا ساتھ نہیں دیتے ہو تو خدا خود اس کا ساتھ دیتا ہے جبکہ وہ دو تھے تو کافروں نے انہیں نکال باہر کیا۔ اس وقت دونوں غار میں تھے کہ آنحضرتؐ نے اپنے ساتھی سے فرمایا! مت ڈرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ''فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا'' (سورہ توبہ)

''پس خدا نے ان پر (رسولؐ پر) اپنی تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں (فرشتوں کے لشکر) سے ان کو مدد پہنچائی جن کو (فرشتوں) تم نے نہیں دیکھی''

''وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا'' (سورۂ توبہ)

''اور ڈرنے دھمکانے سے کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور خدا کا وعدہ اور خدا کی بات اونچی رہتی اور غالب آتی ہے''

اور جب رسولخداؐ نے ابوبکر کی پریشانی ملاحظہ فرمائی تو فرمایا! اے ابوبکر! غار کے اس کونے کی طرف دیکھو۔ جب ابوبکر نے نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک سمندر تھا اور اس کے اندر ایک کشتی تیار کھڑی تھی۔ جونہی یہ منظر دیکھا تو ڈھارس بندھی کہ اگر دشمن غار کے اندر آ گئے تو اس کشتی میں

سوار ہو کر سمندر کو عبور کر جائیں گے۔ جب کفار غار کے نزدیک ہوئے تو کبوتر پھڑ پھڑائے اور انھوں نے عنکبوتوں کے غار کو دیکھا۔ کہنے لگے۔ چلو اس غار کے اندر جا کر دیکھتے اور انہیں تلاش کرتے ہیں۔ امیہ بن خلف کہنے لگا یہ جال تو عنکبوت نے محمدؐ کی ولادت سے پہلے کا بنایا ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ میں جتنے کبوتر ہیں وہ ان دو کبوتروں کی نسل سے ہیں اور عنکبوت کی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے لہذا ان کے مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

ناسخ التواریخ کے مآخذ:

اس تاریخ کے راقم نے شیعہ و سنی دونوں روایتوں کو مدنظر رکھا ہے۔ اگر کہیں اثناء عشری امامیہ کے عقیدے کے خلاف کوئی بات ہو تو اسے بھی لکھا گیا ہے۔ یہاں تک جو کچھ بھی لکھا گیا ہے سنی اور شیعہ کی مشترکہ روایات سے ہے۔ حضرت علیؑ کی شان میں جو روایت ہے اس پر بھی شیعہ و سنی دونوں متفق ہیں۔ لیکن بعض شیعہ نے ایک دوسری روایت کو بھی نقل کیا ہے وہ یہاں رقم کی جاتی ہے۔

داستان ہجرت میں شیعہ و سنی کا اختلاف:

کہا جاتا ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ ہجرت کی رات اپنے گھر سے روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ کی بہن ام ھانی کے گھر گئے اور صبح سویرے وہاں سے غار ثور کی طرف چل پڑے اور حضرت ابوبکر انہیں راستے میں ملے جب کہ حضرت ابوبکر کے ہمراہ ہند بن ابی ہالہ بھی تھیں۔ اور پیغمبر اسلامؐ نے اس ڈر سے کہ کہیں حضرت ابوبکر ان کی ہجرت کی بات لوگوں میں مشہور نہ کر دیں اور کوئی فتنہ نہ بپا ہو انہیں اپنے ہمراہ لے لیا اور ہند بن ابی ہالہ کو واپس بھیج دیا۔ اور یہ کہ حضرت ابوبکر کی بے چینی ختم نہیں ہو رہی تھی اور پیغمبر اسلامؐ انہیں جتنا اطمینان دلاتے تھے اس کا ان پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ یہاں اس بات کو وہ ان کے ایمان کی کمزوری اور بے یقینی پر حمل کرتے ہیں۔ اور یہ آیت جس میں خدا نے پیغمبرؐ پر تسکین نازل فرمائی۔ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابوبکر ایمان نہ لائے تھے۔ وگرنہ وہ

اس تشفی میں شامل ہوتے ۔کیونکہ جہاں کہیں خدا نے تسلی کی آیت نازل فرمائی ہے وہاں اپنے پیغمبر کو بھی شریک کیا ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ ابوبکر کی پریشانی اس وقت تک دور نہیں ہوئی جب تک پیغمبر اسلامؐ نے اپنا ایک پاؤں پھیلا نہیں دیا جس سے سمندر کی جانب ایک دروازہ کھل نہیں گیا اور کشتی آ نہیں گئی ۔پس فرمایا! اے ابوبکر! اگر کفار غار کے سوراخ سے اندر آ گئے تو ہم اس دروازے سے کشتی میں بیٹھ کر سمندر کے اس پار چلے جائیں گے ۔پھر کہیں جا کر ابوبکر کی پریشانی دور ہوئی ۔کہتے ہیں حضرت علیؑ تین دن ان کے لئے غار میں کھانا لے جاتے رہے اور تیسرے دن ان کے لئے تین اونٹ اور ایک گائڈ لے کر آئے اور انہیں وہاں سے روانہ کیا۔ آیئے اب دوبارہ داستان کا رخ کرتے ہیں۔

غار سے مدینہ کی طرف کوچ:

آنحضرتؐ نے تین راتیں غار ثور میں بسر فرمائیں اور تیسری رات کی صبح عبداللہ بن اریقط دیلی، آپؐ کے فرمان کے مطابق اونٹوں کو غار کے پاس لے آیا اور عامر بن فہیرہ بھی وہاں آ گیا ۔ایک پر پیغمبر اسلامؐ سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر کے اونٹ کو اپنی سواری کی قطار میں قرار دیا ۔جبکہ عامر اور عبداللہ دونوں کی ایک دوسرے اونٹ پر سوار ہو کر سمندر کے کنارے ایک دن اور ایک رات چلتے رہے ۔اور دوسرے دن دوپہر کے وقت اونٹوں سے نیچے اتر آئے ۔حضرت ابوبکر نے ایک پتھر کے سائے میں چمڑے کا ٹکڑا بچھایا تا کہ پیغمبرؐ اس پر لیٹ کر آرام فرمالیں ۔

حضرت ابوبکر اس مقام پر ادھر اُدھر ٹہلنے لگے ۔اچانک ان کی نظر ایک چرواہے پر پڑی جو کسی قریشی کا غلام تھا۔ابوبکر اس کے آقا کو پہچانتے تھے آپ نے اس سے ایک پیالہ دودھ لے کر اس میں پانی ملایا اور پیغمبرؐ کو نوش فرمانے کے لئے لائے ۔

ام معبد کے گھر میں پیغمبرؐ کے معجزات:

وہاں سے سوار ہو کر قدید گاؤں پہنچے ۔وہاں ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے خیمے

کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ام معبد ایک عمر رسیدہ لیکن مہمان نواز خاتون تھی۔ رسولخداؐ نے اس سے گوشت اور خرما طلب فرمایا۔ کہنے لگی۔ امسال ہمارے ہاں قحط واقع ہوا ہے وگرنہ آپ کی پذیرائی کرتی۔ پیغمبرؐ نے اس کے گھر کے پاس ایک بھیڑ دیکھی پوچھا یہ بھیڑ کس کی ہے؟ اس نے کہا: ایک یہ بھیڑ لاغر ہونے کی بنا پر رہ گئی ہے۔ آپؐ نے پوچھا: یہ دودھ نہیں دیتی۔ ام معبد کہنے لگی۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں آپ کو اجازت ہے۔ پیغمبر اسلام بھیڑ کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ''اللھم بارک فی شاتہا'' خدایا! ام معبد کو برکت عنایت فرما۔ تھوڑی دیر میں تھن دودھ سے بھر گئے۔ اور آنحضرتؐ نے اتنا دودھ دھویا کہ ام معبد کی بھیڑ کو گھر کے افراد اور وہاں موجود حاضرین سب نے جی بھر کر پیا اور اس کے برتن بھی بھر گئے۔

جب ام معبد نے یہ مشاہدہ کیا تو عرض کیا: میرا ایک سات سالہ بیٹا ہے جو بس گوشت کا ایک لوتھڑا اور قوت گویائی سے محروم ہے۔ اگر ہو سکے تو اس کے حق میں دعا فرمائیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اسے لاؤ۔ جب لایا گیا تو آپؐ نے کھجور کوٹ کر اس کے منہ میں ڈالی۔ وہ لڑکا بولنے اور چلنے پھرنے لگا۔ آپؐ نے کھجور کی گٹھلی کو زمین میں دبا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے درخت بن گیا۔ اس درخت پر کھجوریں لگ گئیں۔ یہ درخت گرمی اور سردی دونوں موسموں میں پھل دیتا تھا۔ اس طرح آنحضرتؐ کے اشارے سے خیمے کے اردگرد کا سارا علاقہ سرسبز ہوگیا۔ جب پیغمبر اسلامؐ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تو اس درخت نے پھل دینا چھوڑ دیا۔ جب حضرت علیؑ نے رحلت فرمائی تو پھر یہ سبز نہ رہا۔ اور جب حسینؑ شہید ہوئے تو اس درخت سے خون آنا شروع ہوگیا اور یہ خشک ہوگیا۔ اور وہ بھیڑ سترہ سال دودھ دیتی رہی اور جانوروں کی بیماری کے سال فوت ہوئی۔

جب یہ اعجاز ام معبد کے گھر میں رسولخداؐ سے ظاہر ہوا تو ھاتف غیبی نے علیؑ کی آواز میں صدا لگائی اور یہ اشعار کہے۔

فیالقصیی مازوی اللہ عنکم ۔۔۔ بہ من فعال لاتجازی وسوود

لیھن بنی کعب مقام فتاتھم   ومقعدھا للمومنین بمرصد

سلوا اختکم عن شاتھا وانائھا   فانکم ان تسئلوا الشاۃ تشھد

دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت   علیہ صریحاً صرۃ الشاۃ مزبد

فغادرھا رھنا لدیھا لحالب   یرددھا فی مصدر ثم مورد

مکہ والوں نے آواز سنی لیکن آواز دینے والے کو نہ پایا۔

چونکہ یہ اشعار لوگوں میں بہت مشہور ہو گئے اور مدینہ تک پہنچ گئے تو وہاں حسان بن ثابت نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

لقد خاب قوم زال عنہم نبیھم   وقدس من یسری الیہ ویھتدی

ترحل عن قوم فزالت عقولھم   وحل علی قوم بنور مجدد

ھداھم بہ بعد الضلالۃ ربھم   وارشدھم من یتبع الحق یرشد

نبی یری مالا یری الناس حولہ   ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

القصہ جب پیغمبر اسلام ام معبد کے گھر سے روانہ ہوئے تو کچھ دیر بعد شوی او اکثم بن ابی الجون جو ام معبد کے قریب رہتا تھا۔ آیا تو اس نے جب عجیب و غریب معجزات دیکھے تو اس نے ساری تفصیل پوچھی۔ ام معبد نے شروع سے آخر تک سارا قصہ سنایا ابو معبد نے کہا: اس کی خوبیاں اور شمائل دوبارہ بیان کرو تا کہ اس کے بارے ایک بار پھر جان سکیں۔ ام معبد نے کہا:

"رایت رجلا ظاہر الوضاۃ ابلج الوجہ حسن الخلق لم تعبہ ثجلۃ ولم یزر بہ صعلۃ وسیم قسیم، فی عینہ دعج و فی اشفارہ وطف و فی صوتہ صھل و فی عنقہ سطع و فی لحیتہ کثاثۃ، ازج اقرن۔ ان صمت فعلیہ الوقار و ان تکلم سما بہ وعلاہ البھا، اکمل الناس و ابھاھم من بعید و احسنہ و اعلاھم من قریب، حلو المنطق فصل لا نزر و لا ھذر، کان منطقہ خرزات نظم۔ تحدرن من ربعۃ، لا یاس من طول و لا تقتحمہ العیون من قصر غصن بین غصنین، فھو انضر الثلثۃ منظرا و احسنھم قدر الہ رفقاء تحفن بہ ان قال نصتو القولہ، وان امر تبادروا الی امرہ محفود محشود لا عابس و لا مفند"

واللہ یہ قریش کا سردار ہے اور وہ ہے جس کا سارا مدینہ منتظر ہے۔ سارے مدینے والے جس کے انتظار میں روزشماری کر رہے ہیں۔ اور ان معجزات کے ذریعے مجھے پتہ چل گیا ہے کہ وہ سچا ہے۔ وہ اُٹھا۔ اس نے اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیا اور آپؐ پر ایمان لانے کے لئے مدینے آگئے۔ اوان کا سارا خاندان ایمان لے آیا۔

پیغمبر اسلامؐ کے تعاقب میں سراقہ کی روانگی

جب یہ خبر عرب میں پھیل گئی کہ قریش نے اعلان کیا ہے: جو کوئی محمدؐ کو قتل کر کے ہمارے حوالے کر دے تو اسے دوسو اونٹ انعام ملے گا۔ سراقہ بن مالک بن خشعم جس کا تعلق بنی مدلج سے تھا، جب یہ خبر سنی تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے موقع غنیمت جانا۔ اتنے میں وہاں ایک شخص آیا جس نے کہا کہ اس نے ایک گروہ کو دیکھا ہے جو ساحل کے کنارے چل رہا تھا۔ میرا خیال ہے محمدؐ اور ان کے اصحاب ہوں گے۔ سراقہ سمجھ گیا کہ یہ بات حقیقت ہے۔ لیکن اس نے دوسروں کو جل دینے کے لئے کہا: مجھے اس گروہ کی اطلاع ملی ہے وہ پیغمبرؐ اور ان کے اصحاب نہیں ہیں۔ اس طرح اس نے قریش کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تاکہ انعام صرف اس کے حصے میں آئے اور کوئی دوسرا اسے حاصل نہ کر سکے۔ وہ یہ کہہ کر وہاں سے ایک طرف ہو گیا اور اس طرح اپنے سبک رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر پیغمبر اسلامؐ کے تعاقب میں اپنا نیزہ لے کر روانہ ہو گیا۔ اتنے میں اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ وہ اپنے سفر سے بدگمان ہوا لیکن اس نے سوچا چلو فال نکالتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں فال اس طرح لیا جاتا تھا کہ ایک ڈبے میں سہ شعبے تیر کی انیوں میں سے ایک پر ''امرنی ربی'' دوسری پر ''نہانی ربی'' اور تیسری کو خالی چھوڑ دیتے تھے اس طرح ان کو ڈبے میں گڈمڈ کر دیتے تھے اگر وہ نوک باہر نکل آئے جس پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تھا تو دوبارہ فال لیتے تھے یعنی جب تک امر یا نہی کا پتہ نہ چلے۔ فال لیتے رہتے تھے۔ جب سراقہ نے فال لیا تو نہی کا حکم آیا۔ لیکن اس نے فال کی پرواہ کئے بغیر اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیغمبر اسلامؐ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ اتنا قریب پہنچ گیا کہ آپؐ کی زبان سے جاری قرأت کو سن

سکتا تھا لیکن پیغمبر اسلامؐ اس کی پرواہ کئے بغیر چلے جارہے تھے۔ اس اثناء میں سراقہ کے گھوڑے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھوڑے کی پشت سے زمین پر آرہا۔ سراقہ اٹھا اور وہ گھوڑے کی کھینچائی کی اور ایک مرتبہ پھر اس پر سوار ہوا اب آپؐ کے اتنا قریب آگیا۔ کہ اسکا فاصلہ ایک نیزے جتنا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے سراقہ کی جانب دیکھا اور فرمایا "اللھم اکفنا بماشعت" خدایا ہمیں اس کے شر سے بچا۔ سراقہ کا گھوڑا دونوں ہاتھوں اور پاؤں سمیت زانو تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ ڈرگیا۔ اس نے آواز دی۔ اے محمدؐ دعا کریں تا کہ میرا گھوڑا اس مصیبت سے نجات پائے مجھے آپؐ سے کوئی سروکار نہیں اور میں تو یہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ اگر کوئی آپؐ کے پیچھے آئے تو اسے منع کروں۔ آپؐ نے فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ صَادِقاً فَاَطْلِقْ فَرَسَہٗ"

خدایا اگر یہ صحیح کہہ رہا ہے تو اس کے گھوڑے کو نجات دے۔ پس اس کا گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا اب وہ سمجھ گیا کہ آنحضرتؐ کا مشن ضرور پایہ تکمیل کو پہنچے گا اور آپ کے دشمن مغلوب ہونگے۔ اب وہ دوڑا اور اس نے اپنے پٹھو سے تیر نکالا اور آپؐ سے عرض کرنے لگا کہ میری نشانی رکھ لیجئے۔ راستے میں آپ کو میری بھیڑ بکریاں اور اونٹ چرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اگر آپ میرے چرواہوں کو یہ تیر دکھائیں گے تو ان سے جو فرمائش کرینگے وہ پوری کردیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: مجھے آپ سے کوئی حاجت نہیں۔ آپ جاسکتے ہیں۔ ہاں یہ کہ ہمارے بارے میں کسی کو نہ بتائیں۔ اور سراقہ سے فرمایا! "کَیْفَ بِکَ اِذَا لُبِسْتَ سَوَارَیْ کِسْرٰی"

مختصر یہ کہ سراقہ وہاں سے پلٹا اور جسے ملا اس سے اس نے یہی کہا کہ میں محمدؐ کو ڈھونڈنے گیا تھا لیکن مجھے کہیں بھی ان کا سراغ نہیں ملا۔ وہ لوگوں کو آپؐ کے پیچھے جانے سے روکتا تھا۔ جب اس واقعہ کا ابوجہل کو پتہ چلا تو اس نے یہ اشعار کہہ کر اسے بھیجے۔

بنی مدلج انی اخاف سفیھکم سراقۃ یستغوی بنصر محمد
علیکم بہ ان لایفرق جمعکم فیصبح شتی بعد عز وسودد

سراقہ نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

اباحکم واللات ان کنت شاھدا — لامر جوادی اذ تسیخ قوایمہ

عجبت ولم تشکک بان محمدا — نبی ببرھان فمن ذا یکاتمہ

علیک بکف الناس عنہ فاننی — اری امرہ یوما ستبدو معالمہ

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو جہل قبیلہ مدلج سے کہتا ہے مبادا! سراقہ کی احمقانہ باتوں میں آکر اپنی جمعیت کو پراکندہ کریں اور محمدؐ کی نصرت پر آمادہ ہو جائیں۔ سراقہ جواب میں کہتا ہے: اگر تو میرے گھوڑے کی سموں کو دیکھ لیتا کہ کس طرح زمین میں دھنس گئے تھے تو ہرگز محمدؐ کی نبوت میں شک نہ کرتا۔ جلد ہی اس کی نشانیاں ظاہر ہوں گی اور کوئی چھپا نہ سکے گا۔

المختصر یہ کہ سراقہ کے لوٹ جانے کے بعد پیغمبر اسلامؐ اسی طرح مسافت طے کرتے رہے جو شخص سوال کررہا ہوتا اسے علم تھا کہ آپؐ چونکہ مدینے کے روٹ پر سفر کر رہے ہیں لہذا آپؐ کا ارادہ مدینے ہی جانے کا تھا۔

بریدہ، پیغمبرؐ کے استقبال کے لئے آیا:

اسی اثنا میں جب بریدہ کو پتہ چلا کہ پیغمبر اسلامؐ مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہے ہیں۔ اور قریش نے آپؐ کے قتل یا گرفتاری پر دو سو اونٹ انعام رکھا ہے تو وہ ستر سواروں کو اپنے ساتھ لے کر آپؐ کے استقبال کے لئے نکل پڑا۔ اور آپؐ تک پہنچ آیا پیغمبر اسلامؐ کی عادت یہ تھی کہ عموماً بدگمان نہیں ہوتے تھے بلکہ نیک شگون رکھتے تھے۔ آپؐ نے بریدہ سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ کہا، میں بریدہ بن الخصیب ہوں۔ فرمایا! ''ابرد امرنا'' ہمارا مسئلہ حل ہو گیا پھر پوچھا۔ کس قبیلے سے ہو؟ عرض کیا: قبیلہ اسلم سے ہوں فرمایا ''سلمنا'' یعنی ہم صحیح و سلامت پہنچ جائیں گے۔ پھر پوچھا اس قبیلے کی کس شاخ سے ہو؟ کہا بنی سہم سے۔ ''خرج سہمک'' تم سے مجھے یہی امید تھی۔

جب بریدہ نے یہ شیرینی کلام اور خوبصورت بیان دیکھا تو پوچھا: آپ کون ہیں؟ میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلبؑ، رسول رب العالمین ہوں۔ بریدہ نے کہا: ''اشہدان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ'' اور دل سے ایمان لے آیا اور اس کے ساتھی بھی مسلمان ہو گئے۔ وہ اس رات

آپؐ کی خدمت میں رہا۔اور صبح ہوتے ہی عرض کرنے لگا: یا رسول اللہؐ! جب آپؐ مدینے میں وارد ہوں تو ننگے سر نہیں ہونا چاہیئے۔ لہذا اس نے اپنے سر سے دستار اتار کر نیزے پر رکھی اور آپؐ کی خدمت میں پیش کر کے یوں مخاطب ہوا: یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپؐ میرے گھر تشریف لائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جہاں کہیں جا کر میری سواری ٹھہرے گی میں وہیں قیام کروں گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ بریدہ سے فرمایا: تم میرے بعد خراسان جاؤ گے جس کی بنیاد میرے بھائی ذوالقرنین نے رکھی تھی اور آج اس شہر کو مرو کہا جاتا ہے اور آپ کو اہل مشرق کی قیادت نصیب ہوگی۔ پیغمبر اسلامؐ کے بعد بریدہ اسلام کے غازیوں کے ساتھ مرو آئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہے اور تنورگروں کے محلے میں اس زمانے کے امیر و قاضی حکم بن عمر غفاری کی ہمسائیگی میں اس شہر میں دفن ہوئے۔

زبیر کی حضور اکرمؐ سے ملاقات:

کہا جاتا ہے زبیر بن العوام اور ایک دوسری روایت کے مطابق طلحہ بن عبیداللہ جب شام کے تجارتی سفر سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں ان کی ملاقات پیغمبر اسلامؐ سے ہوئی۔ انہوں نے آپؐ کو سفید لباس پیش کیا اور درخواست کی کہ انہیں آپؐ کی رکاب پکڑ کر مدینے کی طرف جانے کی سعادت عطا فرمائیں لیکن آپؐ نے فرمایا: فی الحال تم مکہ جاؤ اور وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آنا۔

مدینہ میں آپؐ کا استقبال:

جونہی مدینہ کے باسیوں میں آپؐ کی مکہ سے مدینہ تشریف لانے کی خبر پھیلی، مدینہ کے لوگ ہر روز صبح کے وقت شہر سے باہر نکلتے۔ زبر حرہ کے مقام پر دوپہر تک آپؐ کے انتظار کی گھڑیاں کاٹتے لیکن جب دیکھتے کہ آپؐ کے تشریف لانے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تو اپنے اپنے گھروں کو کوچ کر جاتے حتیٰ کہ وہ دن آ گیا جب آمنہؑ کا لال آتا ہوا دکھائی دیا۔ آپؐ نے

کچھ بدوؤں کو بھیجا تا کہ جا کر مدینہ والوں کو یہ خوشخبری سنائیں۔اسی اثناء میں جب ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے نگاہ دوڑائی تو اسے سفید لباس والے کچھ لوگ مدینہ کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔اے عربو! وہ رہا تمہاری قسمت جگانے والا اور تمہارا بادشاہ جس کا تمہیں انتظار تھا۔مدینہ والے ان الفاظ کو سن کر خوشی سے پھولے نہ سمائے انہوں نے بدن پر ہتھیار سجائے اور مرد و عورت دونوں آپؐ کے استقبال کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ وہ خوشی سے ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ان میں مردوں کی تعداد پانچ سو تھی اور عورتیں و بچے بار بار یہ جملہ دھرا رہے تھے۔"جاء نبی اللہ جاء رسول اللہ"

اور ایک اور روایت کے مطابق عورتیں تالیاں بجا رہی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔

ارجوۃ مطلع البدر علینا من ثنیات الوداع　　وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

ایہا المبعوث فینا　　جئت بالامر المطاع

اور بنی نجار کا ایک گروہ یہ گا رہا تھا

نحن جوار من بنی النجار　　وحبذا محمد من جار

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا! خدا جانتا ہے کہ مجھے آپ سب سے پیار ہے لیکن میری سواری جہاں جا کر ٹھہرے گی وہیں میں قیام کروں گا۔لہذا آپؐ نے اپنی سواری کو مدینہ کی دائیں طرف سے قبامیوں کے محلے میں بنی عمرو بن عوف کے گھر کی جانب موڑا۔کلثوم بن الہدم کے مکان پر جارکے۔وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ان کا ایک غلام تھا جس کا نام نجیح تھا۔اسے آواز دی۔ اتنے میں نجیح ام جردان کے درختوں سے کھجور توڑ کر لایا اور آپ کی خدمت میں پیش کردیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا "اللھم بارک فی رام جردان" چونکہ سعید بن خثیمہ فارغ البال تھے لہذا یہ طے پایا کہ اصحاب و احباب کا اجتماع ان کے گھر میں ہوگا۔یہ بارہ ربیع الاول اور پیر کی دوپہر تھی اور بعثت کا تیرھواں سال تھا۔بعض نے پہلا مہینہ بعض نے گیارھواں مہینہ اور کچھ نے تیرھواں ذکر کیا ہے۔ یہ تھی حضورؐ کی مکہ سے مدینہ تک ہجرت اور مختلف منازل پر آپؐ کے قیام کی داستان۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کے دوران آپؐ نے مندرجہ ذیل منازل طے فرمائیں۔ غار سے نکلتے ہی اسفل عسفان، امج، قدید، الحراز، ثنیہ المراۃ، القف، مدالہ، مدالہ مجاج، مرنج مجاج، مرنج ذی العضوین بطن ذی کبد وجداجد، اجرد وذی سلم سے بطن اعداء اور عبابید اور ایک روایت کے مطابق عبابیب اور القاحہ، المعرج، ثنیۃ، العابر بطن ریم، قبا اور اس کے بعد مدینہ میں وارد ہوئے۔

بقیہ حصہ ٹائپ کریں۔

بنی سالم بن عوف کے قریب پہنچی تو آپ نماز جمعہ کے لئے سواری کو چھوڑ کر پیدل ہوئے۔ ان لوگوں نے پیغمبرؐ کے ورود مسعود سے قبل اپنے لئے ایک مسجد بنائی ہوئی تھی آپؐ نے وہیں خطبہ ارشاد فرمایا:

''فقال الحمد للہ الذی احمدہ واستعینہ واستغفرہ واستھدیہ واومن بہ ولا اکفرہ واعادی من یکفرہ، و اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمد أعبدہ ورسولہ۔ ارسالہ بالھدی والنور والموعظۃ علی فترۃ من الرسل وقلۃ من العلم وضلالۃ من الناس وانقطاع من الزمان ودنو من الساعۃ وقرب من الاجل۔ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد۔ ومن یعصیہا فقد غوی۔ وفرط وضل ضلالا بعیدا

اوصیکم بتقوی اللہ، فانہ خیر ما اوصی بہ المسلم مسلماً ان یحضہ علی الاخرۃ وان یامرہ بتقوی اللہ، فاحذروا ما حذرکم اللہ من نفسہ ولا افضل من ذلک ذکر، وان تقوی اللہ لمن عمل بہ علی وجلو مخافۃ من ربہ عون صدق علی ما تبغون من امر الاخرۃ ومن یصلح الذی بینہ وبین اللہ من امرہ فی السر والعلانیۃ ولا ینوی بذلک الا وجہ اللہ، یکن لہ ذکر فی عاجل امرہ وذخر فیما بعد الموت حین یفتقر المرء الی ما قدم۔ وما کان من سوی ذلک یود لو ان بینہ وبینہا امد البعیدا ویحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد۔

والذی صدق قولہ وانجز وعدہ لا خلف لذلک، فانہ یقول: ''ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید'' فاتقوا اللہ فی عاجل امرکم واجلہ فی السر والعلانیۃ، فانہ من یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ ویعظم

له اجرا، ومن یتق الله فقد فاز فوزا عظیما۔ وان تقوی الله تبیض الوجوہ وترضی الرب وترفع الدرجۃ۔
خذوا بحظکم ولا تفرطوا فی جنب الله، فقد علمکم الله کتابہ ونہج لکم سبیلہ لیعلم الذین صدقوا و
یعلم الکاذبین، فاحسنوا کما احسن الله الیکم وعادوا اعدآءہ وجاھدوا فی الله حق جہادہ۔ ھو اجتبٰکم وسماکم
المسلمین" "لیہلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ" "ولا حول ولا قوۃ الا بالله۔ فاکثروا ذکر الله،
واعلموا انہ خیرا من الدنیا وما فیہا، واعلموا لما بعد الموت۔ فانہ من یصلح ما بینہ وبین الله ما بینہ وبین
الناس ذلک بان الله یقضی بالحق علی الناس ولا یقضون علیہ ویملک من الناس ولا یملکون منہ۔ الله
اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم"

اور اس طرح یہ خطبہ جمعہ کے لئے قرار پایا۔

آپؐ نے لوگوں کو تقوی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپؐ کی اقتداء میں سو آدمیوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ اس طرح اس سرزمین پر یہ پہلا جمعہ تھا اس کے بعد آپؐ اپنے ناقہ قصوی پر سوار ہوئے۔

انصار کے قبائل کے سرداروں نے حضورؐ سے درخواست کی:

عتبان بن مالک، نوفل بن عبداللہ بن مالک العجلانی نے آنحضرتؐ کے ناقہ کی لگام پکڑی اور کہا: "انزل بین اظہرنا" آپؐ ہمارے قیام فرمایئے ہم دل و جان سے آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ فرمایا: "خلوسبیلھا فانہا مامورۃ" اور یہ لوگ قبیلہ بنی سالم سے تھے۔ جب آپؐ اس جماعت سے گذرے قبیلہ بنی ساعدہ سے گذر کر آگے بڑھے تو سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو اور ابو دجانہ نے آپ کی سواری کی لگام پکڑلی۔ پیغمبرؐ نے سعد بن عبادہ سے فرمایا: اے ابو ثابت! میری سواری کی لگام چھوڑ دو اسے جہاں جانا ہے خود بخود پہنچ جائے گی۔ اسی طرح بنی حارث بن الخزرج، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ اور بشیر بن سعد نے بھی آپؐ سے درخواست کی، زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو قبیلہ بنی بیاضہ، بنی عدی کے قبیلے سے بنی عدی بن النجار ابو سلیط اور حرمۃ بن ابی انیس نے عرض کیا: ہم آپؐ کے خالہ زاد ہیں مناسب یہ ہے کہ آپؐ ہمارے پاس ٹھہریں۔ انہوں

نے اس بنا پر اپنے آپ کو خالہ زاد کہا کہ عبدالمطلب کی ماں سلمٰی عمرو کی بیٹی قبیلہ بن عدی بن النجار سے تھیں۔

اس طرح آپ کا گذر جس قبیلے سے ہوتا وہ قبیلہ آپ کی منت سماجت کر کے آپ سے اپنے پاس ٹھہرنے کی درخواست کرتا۔ لیکن پیغمبر کا جواب یہ ہوتا تھا ''دعوا الناقۃ فانھا مامورۃ'' میرے ناقہ کو چھوڑیں جہاں یہ خود بخود گھٹنے ٹیک دے۔ وہ گھر میری قیام گاہ ہوگا۔ آپ جونہی عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچے تو اس نے فقرہ کسا آپ اس جماعت کی طرف جائیں۔ جنہوں نے دھوکے سے آپ کو یہاں بلایا ہے۔ اس نے آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی۔

سعد بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی باتوں سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور اس کی پرواہ نہ کریں۔ آپ نے اس کی بکواس کی کوئی پرواہ نہ کی اور آگے بڑھ گئے۔ خداوند تعالی نے اس کے محلے پر چیونٹیوں کو مسلط کر دیا جنہوں نے اس کے گھروں کو ویران کر دیا اس طرح اس محلے والے وہاں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح ان کا شیرازہ بکھر گیا۔

الغرض یہ کہ پیغمبر نے کسی کی باتوں پر دھیان نہ دھرا اور سواری کی لگام کو چھوڑے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ اس جگہ پہنچے جہاں اس وقت مسجد نبوی ہے۔ ناقہ نے یہاں گھٹنے ٹیک دیئے اور انصار آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ناقہ پھر دوبارہ اٹھا اور منبر والی جگہ پر جا کر ٹھہر گیا۔ اور گھٹنے ٹیک کر لیٹ گیا۔ رسولخدا پیدل چل پڑے اس زمین کے ارد گرد حصار کھینچا ہوا تھا اور یہ دو یتیم بھائیوں سہل و سہیل کی تھی۔ یہ رافع بن عمرو کے بیٹے تھے اور سعد بن زرارہ ان کی کفالت کرتے تھے۔ وہاں کے اہل محلّہ بھی آ جمع ہوئے اور انہوں نے آنحضرت کو اپنے گھروں میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ اس محلے کے سردار کا نام خالد بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم بن مالک بن النجار تھا۔

پیغمبر اکرم کا ابوایوب کے گھر نزول اجلال:

ایک روایت کے مطابق خالد بن زید جن کی کنیت ابوایوب انصاری تھی۔ آگے بڑھے

اور عرض کیا: میرا گھر یہاں سے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس کی دیواریں اس حصار کے ساتھ ہی ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں اپنے گھر کو آپ کی تشریف آوری سے مشرف کروں۔ رسولخداؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ ابوایوب خوش ہو گئے۔ آپ آنحضرتؐ کی سواری اور ساز و سامان کو اپنے گھر لے گئے۔ دوسروں نے کہا اب جبکہ ابوایوب سواری و ساز و سامان کو اپنے گھر لے گئے ہیں تو کیوں نہ خود آپؐ کی ذات بابرکات ہمارے گھر کو شرف فرمائے۔ رسولخداؐ نے فرمایا: "المرء مع رحلہ" پس ابوایوب انصاری نے اپنے گھر کو آپؐ کی تشریف آوری کے لئے آراستہ فرمایا اور جب بیڈروم بھی تیار ہو چکا تو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کو اپنے گھر لے گئے۔ ابوایوب کی ماں دونوں آنکھوں سے نابینا تھیں۔ آپؐ کے استقبال کے لئے دوڑ پڑیں اور کہنے لگیں۔ افسوس! میری آنکھیں ہوتیں تو آج اپنے سردار کا نظارہ کرتی۔ پیغمبر اسلامؐ نے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرا تو انہیں بینائی مل گئی۔ اس طرح پیغمبرؐ کے دیدار کی آرزو پوری ہوئی۔

الغرض یہ کہ پہلے تو آپؐ ابوایوب انصاری مکان کے نشیبی حصے میں قیام فرما تھے اور خود ایوب انصاری کے فراز میں واقع حصے میں قیام فرماتے۔ بعد میں جب ابوایوب انصاری کو خیال آیا کہ اس طرح کہیں وہ بے ادبی اور ترک اولیٰ کا مرتکب نہ ہوا ہو تو پھر آپؐ کی رہائش گاہ کو اپنی رہائش گاہ سے بدل دیا۔ آپؐ نے سات ماہ یہاں قیام فرمایا۔ اور صرمہ بن ابی انس جو بنی عدی بن النجار قبیلے سے تھے۔ اس موقع پر کہ جب ابوایوب انصاری کو یہ شرف ملا اور دوسرے محروم، اس طرح اشعار میں رقم کیا۔

فلما اتانا اظهر الله دینه	فاصبح مسروراً بطیبة راضیا
نعادی الذی عادی من الناس کلهم	جمیعاً وان کان الحبیب المصافیا

عبدالسلام کی آنحضرتؐ سے گفتگو اور ان کا اسلام لانا:

کہا جاتا ہے کہ یہودی دانشوروں میں عبداللہ بن سلام کی بڑی شہرت تھی۔ آپؐ ایک دن پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ مدینہ والوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ اور

فرمارہے تھے۔"ایہاالناس افشوا السلام و اطعموا الطعام وصلواالارحام وصلوا باللیل والناس نیام،تدخلواالجنۃ بسلام"

جب عبداللہ نے آنحضرتؐ کا دیدار کیااور آپؐ کی گفتگو سنی تو سمجھ گئے کہ یہ سچی باتیں ہیں۔جب اس محفل سے باقی لوگ اٹھ گئے تو آپ حضرت پیغمبرؐ کے پاس گئے اور عرض کیا:اے محمدؐ!میں آپؐ سے تین سوال کروں گا کہ جن کا جواب پیغمبروں کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔

پہلا:یہ بتائیں کہ جب قیامت آئے گی تو اس کی پہلی علامت کون سی ظاہر ہوگی۔

دوسرا:جنت کا پہلا کھانا کونسا ہوگا؟

تیسرا یہ کہ کیوں بعض اوقات اولاد باپ کی شکل وشباہت اور خوبیوں جیسی والی ہوتی ہی اور بعض اوقات ماں کی شکل وشباھت اور خوبیوں والی ہوتی ہے؟

پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا! اے عبداللہ وہ جواب جو ابھی جبرائیلؑ لایا ہے تجھے بتاوں۔ جب عبداللہ نے جبرائیل کا نام سنا تو کہا "ذاک عدوالیہود" وہ یہودیوں کا دشمن ہے۔کیونکہ اس نے ایک عرصے یہودیوں سے دشمنی روا رکھی۔بخت نصر اس کی قوت سے ہم پر غالب آیا اور اس نے بیت المقدس کو جلایا اور خدا نے حکم دے دیا تھا کہ نبوت ہمارے درمیان رکھی جائیگی جبکہ اس نے دوسروں کے درمیان رکھ دی۔ اس نے اسے اسرائیل کی اولاد کے لئے بھیجا اور جبرائیلؑ نے اسے اسماعیلؑ کے حوالے کر دیا۔پیغمبر اسلامؐ نے یہ آیت پڑھی۔

"قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ"

(سورہ بقرہ،آیت ۹۷و۹۸)

اے رسولؐ کہہ دو کہ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہوگا(جبرائیل)وہ ہیں جنہوں نے خدا کے حکم سے تمہارے دل پر (قرآن) نازل کیا ہے جو اپنے پہلے کی تصدیق کرنے والا ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری۔جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور

جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہوگا پس اللہ (بھی) ضرور کافروں کا دشمن ہے''

خلاصہ یہ کہ اس کے معنی یہ ہیں جبرائیل حکم خدا سے پیغمبرؐ کے قلب پر نازل ہوتا ہے اور خدا کی کتاب لاتا ہے اور خدا کے حکم سے جنگ، قتل اور پیغمبروں پر سختی پہنچاتا ہے۔ جو کوئی خدا، اس کے ملائکہ، رسولوں اور جبرائیل و میکائیل سے دشمنی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ پھر فرمایا: قیامت کی پہلی علامت دھواں دھار آگ ہے جس کی وجہ سے لوگ مشرق سے مغرب کا رخ کریں گے۔ اور جنت کا پہلا کھانا وہ مچھلی ہوگی جس کی پیٹھ پر زمین ہے اس مچھلی کا گوشت، سب سے بہترین غذاؤں میں سے ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو روئی بنا دے گا اور اس مچھلی کے گوشت کو جنتیوں کی غذا قرار دے گا اور اس کے بعد وہ گائے جو جنت کے گھاس سے موٹی ہوئی اسے ذبح کر کے جنتیوں کو کھانا دیا جائے گا اور سلسبیل کے چشمے سے انہیں پانی دیا جائے گا۔ اور آپ نے تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔ اگر مرد کی منی عورت کی منی پر سبقت لے جائے اور زیادہ ہو جائے تو بچہ باپ جیسا یا باپ کے متعلقین کی شبیہ جیسا ہوگا اور اگر عورت کی منی سبقت لے جائے اور زیادہ ہو تو بچہ عورت جیسا یا عورت کے متعلقین جیسا ہوگا۔ جب سلام نے یہ باتیں سنیں تو انہیں اس نے سابقہ انبیاء کے مطابق پایا تو اس کی زبان پر کلمہ ''اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہد انک محمد رسول اللہ''

پھر عرض کیا: اے رسولخداؐ میں یہود کا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں اور یہ لوگ جھوٹے اور بہتان باندھنے والے ہیں۔ اگر انہیں میرے ایمان کا علم ہو جائے تو مجھے برا بھلا کہیں گے لہذا آپ ان سے میرے ایمان کو چھپائیں۔ رسولخداؐ نے اس کو مخفی رکھا اور یہودیوں کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ انہیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ کو علم ہے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں لہذا خدا سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو۔ انہوں نے کہا کہ اس کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ فرمایا: تمہارے درمیان عبداللہ ابن سلام کیسا شخص ہے؟ وہ ہمارا سب سے بڑا عالم اور

سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔فرمایا: اگر وہ مسلمان ہو جائے تو آپ کیا کہیں گے؟ کہنے لگے اگر ایسا ہو جائے تو ہمیں بڑی حیرانی ہو گی۔پیغمبرؐ نے آواز دی: اے ابن سلام سامنے آ جاؤ۔عبداللہ سامنے آ گیا اور اس نے کہا: "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک محمد رسول اللہ" اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اس پر ایمان لے آؤ اور جان لو کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔یہودیوں نے اس کے متعلق کہا: "ھو شرّنا وابن شرّنا وجھلنا وابن اجھلنا"

عبداللہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ: میں اسی بات سے ڈرتا تھا اور اس طرح یہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور عبداللہ کی پھوپھی حارث کی بیٹی بھی مسلمان ہو گئی۔اس طرح یہود کی رسولخداؐ کے ساتھ دشمنی میں اضافہ ہو گیا۔ان میں یہ افراد شامل تھے۔حی ابن اخطب، ابو رافع الاعور، کعب بن الاشرف، عبداللہ بن صوریا، زہیر بن باطا، شمویل ولید بن الاعصم۔چنانچہ ان میں سے ہر ایک کا ذکر آگے آئے گا۔

اسلام سے قبل عبداللہ بن سلام کا نام حصین اور کنیت ابو یوسف تھی۔ان کا شجرہ نسب یوسف بن یعقوب سے جا ملتا ہے۔جب آپ اسلام لائے تو آپ کا نام رسولخداؐ نے عبداللہ رکھا۔

مسجد نبوی کی بنیاد:

ہجرت کے پہلے سال جبرائیل پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوئے اور کہا "یا محمد إِنَّ اللہَ یَأمُرُکَ اَن تَبْنِیَ لَہُ بَیتاً وَاَن تَرفَعَ بُنْیَانَہُ بِالرُّھْصِ وَالْحِجَارَۃِ"

عرض کیا، خداوند تعالی ارشاد فرماتا ہے۔آپ مٹی اور پتھروں سے ایک مسجد کی بنیاد رکھیں۔پیغمبرؐ نے فرمایا: اس مسجد کی دیواریں کتنی اونچی ہونا چاہئیں۔کہا: سات ذراع اور ایک دوسری روایت کے مطابق پانچ ذراع۔پس اس طرح رسولخداؐ نے اس مسجد کی بنیا دخداوند تعالی کے حکم سے رکھنا چاہی۔یہ سہل اور سہیل جن کی تربیت اسعد بن زرارہ کر رہے تھے یا ایک اور روایت کے مطابق معاذ بن عفرا یا ابوایوب انصاری ان کی کفالت کر رہے تھے۔اور پیغمبر اسلامؐ کے مدینہ میں داخلے سے پہلے اسعد بن زرارہ اسی جگہ نماز جماعت اور جمعہ کی امامت

کرتے تھے۔

اسی اثناء میں پیغمبر اسلامؐ نے سوال کیا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ کہا: سہل و سہیل کی ہے۔ فرمایا: میرے لئے خریدیں۔ بن النجار کے لوگوں نے کہا ہم نے اس کی قیمت آپ کی طرف سے ان یتیموں کو بھیج دی تھی۔ لیکن انہوں نے جواباً کہا: ہم پیغمبرؐ سے قیمت نہیں لیں گے۔ اور اپنی رضا و رغبت سے یہ اراضی انہیں الاٹ کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے قبول نہ کیا اور دس سرخ اشرفیاں دے کر اسے خریدا۔ یہ اراضی ویرانے کی صورت تھی جس میں کھجور کے کچھ درخت تھے۔ اس کے کچھ حصے کو مشرکوں نے قبرستان بنالیا تھا۔ فرمایا: اس ساری اراضی کو ہموار کر دیا جائے۔ اور مسجد کی بنیاد رکھی جائے۔ پیغمبرؐ کے صحابہ نے اینٹیں اور پتھر جمع کئے اور پتھروں سے اس کی بنیادوں کی چنائی کی گئی اور جب اراضی ہموار ہوگئی تو اینٹیں لگائی گئیں۔ اس طرح پہلی دیوار اینٹوں سے بنائی گئی اور جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو مسجد نبوی کو مزید وسعت دی گئی۔ پہلی بار ڈیڑھ اینٹ لگائی گئی۔ جب مزید بڑھ گئے تو دو اینٹ لگا کر آدمی کے قد جتنی اونچی کر دی گئی اور چونکہ سورج کی حرارت تنگ کرتی تھی اس عمارت کو اوپر سے چھت دیا گیا اس کے نیچے کھجور کی لکڑی کے ستون نصب کئے گئے اور چھت کے لئے گھاس استعمال کی گئی۔ لیکن یہ پوشالی بارش کو نہیں روک سکتی تھی۔ لہذا اصحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو اس چھت کے اوپر مٹی سے لپائی کی جائے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا؟:

اور اس طرح رسول اکرمؐ کے زمانے میں اسی طرح رہی۔ جب دیوار کا سایہ ایک ذراع تھا۔ آنحضرتؐ نماز ظہر پڑھتے اور جب دیوار کا سایہ دو ذراع بڑھ گیا تو نماز عصر پڑھنے لگے اور آخر کار تو اس مسجد پر چھت ڈال دیا گیا تھا۔

اور ایک روایت کے مطابق جب قبلہ بیت المقدس سے تبدیل ہو کر خانہ کعبہ قبلہ ہو گیا تو اس زمانے میں جن صحابہ خصوصاً مہاجرین کے پاس رہنے کو گھر نہیں تھا انہوں نے اسے اپنے گھر کے طور پر استعمال کیا۔ ان صحابہ کو اصحاب صفہ کا نام دیا گیا ہے۔ ان کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔

چنانچہ ان کے حالات کا ذکر اس تاریخ میں بعض مقامات پر آئے گا۔ اس مسجد کی شان میں رسول اکرمؐ کی یہ حدیث نقل کی جاتی ہے۔

صَلٰوۃٌ فِی مَسْجِدِی ھٰذا اَفْضَلُ وَخَیْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ"

الغرض یہ کہ اس مسجد کی بنیاد کے لئے صحابہ حرہ کے مقام سے پتھر لے کر آئے تھے۔ آنحضرت بھی اس سلسلے میں ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور یہ اشعار ارشاد فرماتے تھے۔

ھٰذَا الْحِمَالُ لَاحِمَالُ خَیْبَرَا　　　ھٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْھَرُ

اور اس طرح یہ رجز پڑھتے تھے۔

لَاھُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْآخِرَۃ　　　فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

جب مہاجرین و انصار یہ سنتے تو ان کے شور و شوق میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا اور وہ یہ رجز پڑھتے تھے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ　　　فَذَاکَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

اور علیؑ یہ رجز زبان پر لاتے تھے۔

لَا یَسْتَوِی مَنْ یَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا　　　یَدْاَبُ فِیھَا قَائِمًا وَقَاعِدًا

وَمَنْ یُرٰی عَنِ التُّرَابِ حَائِدًا

عمار یاسر نے حضرت علیؑ سے یہ رجز سن کر انہیں دہرایا۔

ایک عام روایت یہ ہے کہ عثمان بن عفان مٹی وغیرہ سے اپنی جان بچاتے، پتھر اٹھانے سے پرہیز کرتے اور آرام کرنے بیٹھ جاتے۔ اس بنا پر وہ خیال کرتے کہ عمار کا اس رجز سے ان کی طرف اشارہ ہے لہذا وہ کہتے: اے سمیہ کے فرزند! منہ بند کرو ورنہ میں اس چھڑی سے جو میرے ہاتھ میں ہے، تمہیں سیدھا کر دوں گا۔ رسولخداؐ فرماتے: عمار میرا نور نظر ہے، اسے کون تکلیف دے سکتا ہے۔

اور صحیح بخاری میں رقم ہے کہ عمار دوسروں کے مقابلے میں دگنا کام کرتے تا کہ وہ رسولخداؐ

کی جگہ بھی کام انجام دیں۔آنحضرتؐ ان کی بہت تعریف فرماتے اور ارشاد فرماتے۔

''وَیحَ عَمّارٍ تَقتُلُہُ الفِئَۃُ البَاغِیَۃُ۔ یَدعُوھُم اِلی الجَنَّۃِ وَیَدعُونَہُ اِلی النّارِ''

عمار کہتے۔''اعوذ باللہ من الفتن''

کہتے ہیں، پیغمبرؐ جب بھاری پتھر اٹھاتے تو اسید بن حضیر عرض کرتے مجھے دیں تا کہ یہ خدمت میں انجام دوں۔

آنحضرتؐ فرماتے، جاؤ دوسرا پتھر اٹھالاؤ۔

غرضیکہ سوضرب سوذراع مربع شکل میں مسجد تیار ہوئی۔جب یہ مسجد تیار ہوئی تو اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف بنایا گیا اور مسجد کے تین دروازے کھولے گئے۔ایک خصوصی طور پر پیغمبرؐ اور آپؐ کے اہل خانہ کے لئے دوسرا باب الرحمۃ کہلایا اور تیسرا عام لوگوں کے لئے مسجد کے نچلے حصے میں کھولا گیا۔مسجد کے اردگرد رسولخداؐ اور بعض دوسرے مہاجرین کے گھر تعمیر کئے گئے۔رسولخداؐ نے اپنے گھر کے پاس حضرت علیؑ کا گھر تعمیر کیا اور حضرت حمزہ کے لئے بھی جگہ معین فرمائی۔تمام مہاجرین نے اپنے گھروں کی جانب مسجد کے دروازے بنائے۔

ماسوائے علیؑ کے مسجد سے گھروں کو کھلنے والے تمام دروازے کا بند ہونا:

جبرائیلؑ پروردگار کی طرف سے سلام لے کر آئے اور کہا فرما دیجیے کہ مسجد سے گھروں کی سمت کھلنے والے تمام دروازوں ماسوائے علیؑ کے دروازوں کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔تا کہ اس طرح جو چیز مسجد کی نسبت آپؐ کے لئے جائز ہو علیؑ کے لئے بھی جائز اور روا ہو۔

جب پیغمبرؐ نے یہ فرمان پہنچایا تو بعض مہاجرین اس پر ناراض ہوئے۔پیغمبرؐ نے حمزہ سے فرمایا: علیؑ آپ کا بھتیجا ہے اور عمر میں چھوٹا بھی ہے لیکن میں یہاں مجبور ہوں کیونکہ یہ حکم خداوندی ہے تو حمزہ نے عرض کیا! میں اس فرمان پر راضی وشاکر ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

خلفاء کے زمانے میں مسجد میں توسیع:

الغرض مسجد کی عمارت عمر بن الخطاب کے زمانے تک وہی رہی لیکن اس زمانے میں انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو مسجد کی توسیع کی ضرورت پڑی اور چھ دروازے رکھے گئے۔ اس کشادگی کا آغاز سترہ ہجری قمری سے ہوا۔لیکن اس کو تبدیل نہیں کیا گیا۔عثمان بن عفان نے بھی اسے کشادہ کیا۔اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ ذراع اور عرض ایک سو پچاس ذراع قرار دیا۔اس کے اس وقت بھی چھ دروازے ہی تھے۔اس کی عمارت ٦ ربیع الاول ٢٩ ہجری قمری میں تعمیر شروع کی گئی اور محرم کی کیم کو مکمل ہوئی اس طرح یہ دس مہینوں میں مکمل ہوئی۔لیکن اب کی مرتبہ نقش و نگار کے حامل پتھروں کا دیواروں اور ستونوں میں استعمال کیا گیا۔اس کے علاوہ مٹی بھی استعمال کی گئی اور چھت کو ساج درخت کی لکڑی سے بنایا گیا۔

ولید بن عبدالملک کی امارت کے زمانے میں عمر بن عبدالعزیز نے اس کی کشادگی میں اضافہ کیا اس طرح مسجد کی لمبائی دوسو ذراع تک پہنچ گئی اور اس کا عرض سامنے کی جانب سے دوسو ذراع اور پیچھے کی طرف سے ایک سو اسی ذراع قرار پایا۔اور یہ عمارت ٩١ھ۔ق میں تعمیر کی گئی اور تین سال تک انہی منقش پتھروں کی عمارت قائم رہی۔اس کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں کو مسجد میں شامل کر کے اس کی توسیع کر دی گئی۔

مہدی عباسی نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس کی مرمت کی اور مامون نے اپنے دور میں عمارت میں تبدیلیاں کیں اور اسے کشادہ کیا اور عمارت کی مرمت بھی کی۔مامون کی بنائی ہوئی عمارت برقرار ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ازواج مطہرات کے گھر بائیں جانب سے قبلہ محراب کی حدود تک تھے اور قبلہ بیت المقدس کے رخ پر تھا۔یہ اراضی حارثہ بن نعمان کی تھی۔جب کبھی رسولخداؐ نے عقد فرمایا تو حارثہ بن نعمان ان کے مکان کے لئے اپنی زمین دیتے رہے۔اس طرح ان کی ساری اراضی رسولخدا سے مخصوص ہوگئی۔حضرت فاطمہؑ کا گھر رسولخداؐ کے گھر کے ساتھ تھا۔آپؐ کے گھر میں حضرت فاطمہؑ کے گھر کے رخ پر ایک روشن دان تھا۔کبھی کبھار رسولخداؐ اس

روشندان سے فاطمہؑ کے گھر کا دیدار فرماتے اور ان کا حال پوچھ لیا کرتے تھے۔

ایک دن فاطمہؑ نے علیؑ سے کہا: حسنین علیہم السلام بیمار پڑ گئے ہیں لہذا ہم پر صدقہ واجب ہوگیا۔ علیؑ نے بازار سے .... کیا اور گھر لے آئے۔ رات کو عائشہ نے اس روشن دان سے مشرف ہوکر .... جو حضرت فاطمہؑ پر ناگوار گذرا۔ لہذا انہوںؑ نے صبح ہوتے ہی رسولخداؐ سے درخواست کی کہ اس روشن دان کو بند کردیا جائے۔ اس طرح اس کے بعد عائشہ کے لئے اس روشن دان سے دیکھنا مقدور نہ رہا۔

رسول خدا کے بعد معاویہ ابن سفیان نے عائشہ کے گھر کو ایک سو اسی ہزار درہم میں خریدا اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہوگا اس گھر میں قیام کرے گا اور سودہ کا گھر بھی ان کی وصیت کے مطابق حضرت عائشہ کو دے دیا گیا تھا۔ اور ایک روایت ہے کہ زبیر نے عائشہ کے گھر کو پانچ اونٹوں کے عوض خریدا تھا۔

اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہے اس گھر میں رہے گا اور حفصہ کا گھر میراث کے طور پر ان کے بھائی عبداللہ کو ملا تھا۔ انہوں نے گھر میں پہنچے بغیر ہی مسجد نبوی کے لئے وقف کردیا تھا۔ لہذا جیسا کہ رقم ہوا ہے یہ تمام گھر مسجد نبوی میں شامل کردیئے گئے تھے۔

جمعہ و جماعت کا قیام:

کہا جاتا ہے کہ ہجرت سے قبل، انصار مدینہ نے کہا: یہودیوں کی عبادت کا دن ہفتہ اور نصاریٰ کا اتوار ہے۔ ہمارے لئے بھی عبادت کا مخصوص دن ہونا چاہیئے۔ اس طرح جمعے کا دن جو اس زمانے میں العروبہ کہلاتا تھا۔ عبادت کا خاص دن قرار پایا۔ پس سارے اسعد بن زوارہ کے گھر جمع ہوئے انہوں نے سب کو نماز پڑھائی اور وعظ و نصیحت کی۔ انہوں نے اس جماعت کے لئے دنبہ ذبح کیا ظہرانہ اور عشائیہ دیا۔ اور اسے جمعے کا اجتماع کا نام دیا گیا۔ خداوند تعالی نے سورہ جمعہ نازل فرمائی۔ اس طرح اسلام میں یہ پہلا جمعہ تھا۔ یہی وہ دن تھا جس دن آنحضرتؐ نے قبہ سے مدینے کی طرح کوچ فرمایا۔ اس دن کو بنی سالم کے درمیان مقرر کردیا گیا۔ جیسا کہ ذکر کیا

جا چکا ہے۔

نماز کی رکعات میں اضافہ:

یہی ہجرت کا پہلا سال تھا۔ ایک ماہ کے بعد رکعات میں اضافہ کردیا گیا۔ وہ اس طرح کہ پنجگانہ نمازوں میں سے ہر ایک دو رکعت فرض قرار دی گئی، سفر اور حضر میں۔ اس پہلے سال ہجرت میں ہی ایک ماہ کے بعد نماز کی رکعت زیادہ ہوگئیں۔ پہلے اس طرح تھا کہ پنجگانہ نمازوں میں سے ہر ایک کی دو رکعت نماز تھی۔ اس میں سفر و حضر کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ اس طرح کل پنج وقتی نمازیں دس رکعت تھیں۔ اب ارشاد ربانی ہوا کہ حضر کی صورت میں دس رکعتوں پر سات اور بڑھا دیں۔ اس طرح یہ سات رکعتیں پنج وقتی نمازوں پر تقسیم کردی گئیں یعنی ظہر وعصر وعشاء پر دو، دو بڑھادیں اور نماز مغرب پر ایک رکعت کا اضافہ ہوا۔ البتہ صبح کی دو رکعت ہی رہنے دیں۔ اس طرح اب کل سترہ رکعت قرار پائیں۔ اسی لئے فقہ حنفی والے حضرت عائشہ سے نقل کی گئی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

"فرض اللہ الصلوۃ حین فرضھا رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر، فاقرت صلوۃ السفر وزید فی الحضر"

پس حالت سفر کی نمازوں میں قصر کو واجب گردانتے ہیں۔ شافعی کی اتباع کرنے والے حالت سفر میں قصر اور پوری نماز دونوں کو جائز سمجھتے ہیں چونکہ ان کے بقول حضرت عائشہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی تھی۔ شافعیہ کا اصول یہ ہے کہ اگر کسی صحابی یا صحابیہ کا اجتہاد اور رائے اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت قابل اعتناء نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ پس چونکہ عائشہ نے سفر کے دوران نماز پوری پڑھی تھی لہذا ان کی رائے یہی تھی۔ وہابی قصر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

"ھٰذِہٖ صَدَقَۃٌ تَصَدَّقَ اللہُ بِھَا عَلَیْکُم"

اور اس آیت سے بھی دلیل لاتے ہیں۔

"فَلَیْسَ عَلَیْکُم جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُ وْامِنَ الصَّلٰوۃِ" (سورہ نساء، آیہ ۱۰۲)

"اور جب تم زمین میں سفر کرتے ہو یا تم کو خوف ہو کہ کافر تم سے فساد کر بیٹھیں گے تو تم پر کچھ الزام نہیں کہ تم نماز میں قصر کردو۔ بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں"

البتہ شیعہ امامیہ اس مسئلے میں حنفیوں کے موافق ہیں۔ شافعیوں کی اتباع کے جواب میں کہتے ہیں یہ کہ عائشہ سفر کے دوران نماز پوری پڑھتی تھیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہوگی کہ وہ آیت "وقرن فی بیوتکنّ" (قرآن کریم ۳۳-۳۳) سے استدلال کرتی ہونگی کیونکہ وہ رسولخداؐ کے بعد اپنے سفر کو مباح نہ سمجھتی ہونگی اور قصر نماز کو اپنے لئے جائز نہ سمجھتی ہونگی۔ لہذا وہ نماز کو قصر کرتی ہوں گی۔ خصوصاً وہ ایک سفر میں حضرت علیؑ سے لڑنے کے لئے گئی تھیں۔ کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں رقم ہے زرارہ اور محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہم ابوجعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "ماتقول فی الصّلوۃ فی السّفر، کیف ھی وکم ھی؟"

نماز سفر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کتنی ہے اور کیسے ہے؟

فرمایا: خداوند تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے۔

"وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُ وْامِنَ الصَّلٰوۃِ" (سورہ نساء، آیہ ۱۰۱)

"اور جب تم سفر میں ہو تو نماز قصر پڑھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور نماز قصر سفر میں واجب ہے"۔

اسی طرح جس طرح حضر میں پوری نماز پڑھنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: خداوند تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔ قصر میں تم پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا۔ یہی اس کا واجب ہونا ثابت کرتا ہے۔ چونکہ یہ اسطرح ہے خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔

"اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَطَّوَّفَ بِھِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا" قرآن کریم (۲-۱۵۳)

''بے شک صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ بجالائے اسے لازم ہے کہ ان دونوں کے درمیان (بھی) طواف کرے اور جو نیکی کو بخوشی بجالائے''

کیا یہاں طواف واجب نہیں ہے؟ واجب ہے اس لئے کہ خدا نے اسے قرآن میں ذکر فرمایا اور پیغمبر اکرمؐ نے اسے انجام دیا ہے۔ اسی طرح نماز قصر بھی واجب ہے کیونکہ اس کا حکم خدا نے دیا اور پیغمبر اکرمؐ نے اسے واجب کے طور پر انجام دیا ہے۔ پس شافعیوں کا جواب اس کلام ''فلیس علیکم جناح'' میں مضمر ہے۔

پھر عرض کیا، جو کوئی سفر میں پوری نماز پڑھے اس پر واجب ہے یا واجب نہیں؟

فرمایا: اگر اس نے آیت تقصیر سن لی اور اس کی تفسیر بھی جان لی اس کو دہرانا اس پر واجب ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر دھرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' والصلوۃ کلھا فی السفر الفریضۃ رکعتان کل صلوۃ الا المغرب فانھا ثلاث لیس فیھا تقصیر وانہ ترکھا رسول اللہ فی السفر و الحضر ثلاث رکعات''

اور کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ پر دو، دو رکعتیں نازل ہوئی تھیں۔ جب حضرت فاطمہؑ کی ولادت ہوئی تو شکرانے کے طور پر نماز مغرب بڑھا دی گئی اور امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر مغرب کی دو رکعت نافلہ مستحب ہوئیں اور اسی طرح امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر عشاء کی دو رکعت نافلہ جو بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں اضافہ کی گئیں اور اسطرح یہ نمازیں سفر و حضرت میں برقرار رکھی گئیں۔

حضرت فاطمہؑ کو مدینے میں لانا:

ہجرت کے پہلے سال ہی رسولخداؐ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے، پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مدینہ سے مکہ بھیجا تا کہ فاطمہؑ، سودہ بنت زمعہ، اسامہ بن زید اور ان کی والدہ ام ایمن کو مکہ المعظمۃ سے مدینہ شریف لے آئیں۔

غرض یہ کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اہل خانہ کو مسجد کے پہلو میں تعمیر کئے گئے گھر میں منتقل کیا اور خود بھی ابوایوب انصاری کے گھر سے وہاں منتقل ہوئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسولخداؐ جب قبا کے مقام پر پہنچے تو آپؐ نے ابوواقد لیثی کو ایک خط دے کر حضرت علیؑ کی طرف مدینے بھیجا کہ مکہ سے مدینہ کی طرف آئیں۔پس علیؑ نے رخت سفر باندھا اور مسلمانوں سے ارشاد فرمایا: خفیہ طور پر مکہ سے باہر نکل پڑیں، آپ رسولخداؐ کی بیٹی فاطمہؑ اور اپنی ماں فاطمہؑ بنت اسد، فاطمہ، زبیر بن عبدالمطلب کو اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔آپ نے فواطم (فاطمہ کی جمع) کے لئے اونٹوں کے اوپر بیٹھنے کے لئے ڈولیاں بنوائیں۔ابو واقد، ایمن بن ایمن (جو رسولخداؐ کے غلام تھے) ان سواریوں کو چلانے کے لئے آئے اور جب فواطم کی سواریوں کو تیز چلانے لگے کیونکہ انہیں قریش کا کھٹکا تھا تو علیؑ نے فرمایا: ارفق بالنسوۃ اَبا واقد! انھن من الضعایف''یعنی عورتوں کی سواریوں کو اس طرح دوڑانا اور انہیں تکلیف دینا بہادری نہیں۔قریش سے نہ ڈرو، قریش ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔اس موقع پر آپؑ نے یہ شعر کہا۔

لاشیء الا اللہ فارفع ھمکا   یکفیک رب الناس ما اَھمکا

جب آپؑ مکہ کے نزدیک واقع کوہ ضجنان کے قریب پہنچے تو حارث بن امیہ کے غلاموں کا ایک دستہ سات سواروں کے ہمراہ آدھمکا۔انہوں نے آتے ہی آواز دی اور کہا:

اَظننت انک لغٍ دارناج بالنسوۃ۔ارجع لاَ اَبا لک

علیؑ نے فرمایا: اگر ایسا نہ کروں تو کیا کروگے؟ کہا: انہیں سختی سے واپس جانے کے لئے اقدام کریں گے۔اس وقت علیؑ غضبناک ہوئے۔آپ سواروں اور اپنے اہل خانہ کے درمیان حائل ہوگئے۔آپؑ نے نیام سے تلوار نکالی اور اس دستے پر حملہ کردیا۔ان میں سے ایک کو دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور خود اس کے گھوڑے پر سوار ہوگئے۔اس طرح آپ ڈٹ گئے اور آپ نے یہ رجز پڑھا۔

خَلُّوا سَبِیْلَ الْجاھِدِ   آلَیْتُ لا اَعْبُدُ غَیْرَ الْواحِدِ

جب دوسرے سواروں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے خیالات سے پھر گئے اور کہا: ''اغنا عنایابن ابی طالب'' علیؑ نے فرمایا! میں اپنے چچا زاد کی طرف جارہا ہوں جو کوئی میرے راستے میں حائل ہوگا۔ میں اس کا خون بہاؤں گا۔ اسطرح آپ دوبارہ کوہ شجنان پہنچ گئے اس طرح پیچھے سے ام ایمن (رسولخداؐ کی کنیز) اور محروم طبقے کے دوسرے مسلمان آپؑ سے آ ملے۔ آپؑ نے یہ رات فواطم کے ساتھ صبح تک عبادت میں بسر فرمائی۔ اور اسطرح آپؑ نے راستہ طے فرمایا۔ جب آپؑ رسولخداؐ کے پاس پہنچے تو آنحضرتؐ آپؑ کو دیکھ کر مسرور وشاد ہوئے۔ اس وقت آپؑ کی شان میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ''ومن الناس من یشری..........''

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''یا علی! انت اول ھذہ الآیۃ ایماناً باللہ ورسولہ واولھم ہجرۃ الی اللہ ورسولہ، وآخرھم عھداً برسولہ۔ لا یحبک۔ والذی نفسی بیدہ۔ الا مومن قد امتحن اللہ قلبہ للایمان، ولا یبغضک الا منافق او کافر''

اس میں پہلی روایت زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے، کیونکہ کافروں میں سب سے پہلا قتل عمر وحضرمی کا ہوا۔ جس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ اس زمانے تک مشرکین کے ساتھ جہاد کی اجازت نہ تھی۔

سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا:

ہجرت کے اسی پہلے سال سلمان فارسیؓ اسلام لائے۔ آپ کے حالات اور اسلام لانے کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

مہاجرین وانصار کے درمیان عقد اخوت:

اسی سال ایک روایت کے مطابق پچاس اور دوسری روایت کے مطابق آٹھ ماہ کے بعد رسولخداؐ نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت پڑھا۔ اس وقت مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا

پچاس تھی ۔اور اسی طرح انصار کی تعداد بھی اتنی ہی تھی ۔ بھائی چارے کا یہ عقد مسجد نبوی میں پڑھا گیا۔جن صحابہ کے درمیان بھائی چارے کا عقد پڑھا گیا ان کے نام گرامی حسب ذیل ہیں:۔

حضرت ابو بکر کا خارجہ بن زید انصاری خزرجی، حضرت عمر کا غسان بن مالک انصاری خزرجی، ابوعبیدہ بن الجراح کا سعد بن معاذ جو انصار کے اوس قبیلے کے سربراہ تھا۔زبیر بن العوام کا سلمۃ بن سلامہ انصاری اشہلی ،عثمان بن عفان کا ارث بن ثابت انصاری، طلحہ بن عبیداللہ کا کعب بن مالک انصاری، مصعب بن عمر کا ابوایوب خالد بن زید انصاری، ابوحذیفہ عقبہ بن ربیعہ کا عتبہ بن بشیر انصاری، عمار یاسر کا ثابت بن قیس انصاری خزرجی اور عبداللہ بن جحش کا عاصم بن ابی الافلح انصاری، ابوذر جندب بن حازہ غفاری کا منذر بن عمر و انصاری اور حاطب بن ابی بلتعہ کا عمیرۃ بن ساعدۃ اور بلال حبشی کا عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمی اور ارقم بن ابی الارقم کا ابوطلحہ انصاری، عثمان بن مظعون کا ابوالہیثم بن الیہان انصاری اور عبدالرحمٰن بن عوف کا سعد بن الربیع انصاری، سلمان فارسی کا ابودرداء بن عویمر بن ثعلبہ انصاری سے عقد اخوت پڑھا اور علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: یہ میرا بھائی ہے۔

''قال حذیفۃ فرسول اللہ سید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العالمین الذی لیس لہ شبہ و نظیر و علی اخوہ''

بھائی چارے کا یہ تعلق اتنا گہرا اور قریبی تھا کہ اصحاب ایک دوسرے مال اور وراثت میں شریک ہو گئے ۔اس طرح مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے مال و متاع اور جائیداد میں وارث ٹھہرے ۔ یہاں تک کہ اس سلسلے میں غزوہ بدر کے بعد خداوند تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

''وَاُولُوا الارحامِ بَعضُھُم اَوْلٰی بِبَعْضٍ'' (سورہ انفعال، آیہ ۸٦)

یہاں میراث کے اخذ کے سلسلے میں حکم مواخات نسخ قرار دیا گیا اور شرح صحیح بخاری میں ابن حجر کا قول ہے: ابن عبداللہ کا کہنا ہے: رسول خدا نے اس عقد کے علاوہ خود مہاجرین کے

درمیان بھی بھائی چارے کا عقد پڑھا: ابوبکر و عمر، طلحہ و زبیر، عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف، جعفر بن ابی طالب کا معاذ جبل اور ایک روایت کے مطابق حمزہ بن عبدالمطلب کا زید بن حارثہ کے ساتھ بھائی چارہ قائم کیا۔ اس موقع پر علی مرتضیٰ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپؐ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو میرا بھائی کون ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: ''اَنَا اَخُوکَ'' ایک اور روایت کے مطابق ارشاد فرمایا: ''اَنْتَ اَخِی فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ'' اہل سنت بھی اس حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ اور شاید شیعہ علماء کے نزدیک اس حدیث کا مقام غدیر خم کی حدیث جیسا ہے۔ جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

رسولخداؐ کا عائشہ سے عقد اور رخصتی:

اور اسی سال رسولخداؐ نے ابوبکر کی بیٹی عائشہ سے نکاح کیا اور رخصتی ہوئی یہ عقد شوال کے مہینے میں پڑھا گیا اور اسی ماہ میں رخصتی ہوئی۔ الغرضیکہ عائشہ کا قول ہے جب ہم مدینہ آئے تو ہم بنی الحارث بن الخزرج کے محلے سخ میں ٹھہرے۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ رسولخداؐ ہمارے گھر تشریف لائے آپؐ کے اردگرد انصار مدینہ کے مرد و عورتیں جمع تھیں۔ اس وقت میرے ماں آئیں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا، میرا منہ دھلایا، میری کنگھی کی اور مجھے پیغمبرؐ کے پاس لے گئیں چنانچہ میں گھبرائی میرا سانس ڈوبنے لگا۔ کچھ دیر بعد میری طبیعت بحال ہوئی، تو پھر مجھے ان کے قریب لے گئیں۔ پس سارے لوگ وہاں سے رخصت ہو چلے۔ اور آنخضرتؐ نے مجھ سے مجامعت کی اور اس وقت کوئی اونٹ یا دنبہ ذبح نہیں کیا گیا اور نہ ہی ولیمہ کے طور پر کوئی کھانا وغیرہ کھلایا گیا۔ صرف یہ کہ سعد بن عبادہ کے گھر سے دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور اس زمانے میں میری عمر نو سال تھی۔

اسی طرح بنت عمیس سے روایت ہے کہ کہا: عائشہ کی شادی کے دن خدا کی قسم کوئی ولیمہ نہیں دیا گیا۔ بس دودھ کا ایک پیالہ تھا جس میں سے کچھ رسولخداؐ نے نوش فرمایا اور باقی حصہ عائشہ کو دے دیا۔ وہ شرما رہی تھیں کہ میں نے کہا پیغمبرؐ کی عطا کو نہ ٹھکراؤ۔ پس عائشہ نے شرماتے

شرماتے وہ پیالہ لیا اور اس میں سے کچھ نوش کیا۔ پھر پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ پیالہ مجھے دیا جائے۔ میں نے عرض کیا: میری طبیعت نہیں ہے۔ فرمایا کھانے کی طبیعت اور جھوٹ کو ایک جگہ جمع نہ کرو۔ عرض کیا: اگر ہم میں سے کسی کی کھانے کی طبیعت ہو اور وہ اسے چھپائے تو کیا اسے جھوٹ حساب کیا جائے فرمایا:

''ان الکذب یکتب کذبا حتی تکتب الکذیبۃ کذیبۃ''

یعنی جھوٹ کو جھوٹ لکھا جائے۔ اس طرح کہ چھوٹے جھوٹ کو چھوٹا جھوٹ لکھا جائے۔

حضرت عائشہ نے رسولخداؐ کی شان میں یہ دو شعر کہے:

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خدہ   لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد

لواحی زلیخا لو راین جبینہ   لاثرن بالقطع القلوب علی الایدی

اگر مصر میں اس کے وصف بیان کئے جائیں تو پھر لوگ یوسفؑ کو نقد رقم سے نہیں خریدیں گے۔ اگر زلیخا کو ملامت کرنے والیاں ان کی پیشانی کو دیکھ لیں تو وہ ہاتھوں کی بجائے دلوں کو کاٹ ڈالیں۔

مدینہ میں مہاجرین کی بیماری:

کہا جاتا ہے مدینہ میں اس زمانے میں وبا پھیلی ہوئی تھی اور زمانہ جاہلیت میں جو کوئی پردیسی وہاں داخل ہوتا اسے کہا جاتا کہ وہ گدھے کی طرح بولے۔ جب وہ بولتا تو وہ وبا سے بچ جاتا۔ غرضیکہ مہاجرین مکہ کو یہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی وہ اس قدر ضعیف اور کمزور ہو چکے تھے کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر کو اونچے درجے کا بخار ہو گیا تھا وہ کہتے تھے۔

کل امرء مصبح فی اھلہ   والموت ادنی من شراک نعلہ

جو کوئی صبح اپنے خاندان کے پاس ہوتا ہے موت اس کے اس قدر قریب ہو جاتی ہے

جتنا جوتے کا تسمہ انسان کے قریب ہوتا ہے۔اور عائشہ کا قول تھا قسم خدا کی میرے باپ کو کچھ ہی نہیں آ رہی کہ وہ کیا کلام کر رہے ہیں۔اور جب بلال اس مصیبت میں مبتلا ہوا تو اس نے کہا:

الالیت شعری ھل ابیتن لیلۃ　　بوادوحولی اذخرلی و جلیل

وھل اردیوما من میاہ مجنۃ　　وھل یبدون لی شامۃ و طفیل

پھر کہتا تھا:

"اللھم العن عتبۃ بن ربیعۃ وشیبۃ بن ربیعۃ وامیۃ بن خلف کما اخرجونا الی الارض الوبا"

یعنی خدایا اس گروہ کو اپنی رحمت سے دور کر چونکہ انہوں نے ہمیں مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا اور ہم یہاں آئے اور اس مصیبت میں پڑے۔عائشہ کا قول ہے: حجات کی آیت نازل ہونے سے قبل میں عامر بن فہیرہ کے پاس گئی کہ وہ اس وقت تھکے ماندے تھے۔کہا، کیف تجدک یا عامر، کہا:

لقد وجدت الموت قبل ذوقہ　　ان الجبان حتفہ من فوقہ

کل امرء مجاھد بطوقہ　　کالثور یحمی جسمہ بروقہ

پیغمبرؐ سے عرض کیا: ہمارے لوگوں کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہے اور وہ الٹی سیدھی ہانک رہے ہیں۔پیغمبرؐ نے فرمایا:

"اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد حبا و صححھا و بارک لنا فی صاعھا و مدھا وانقل حماھا الی الجحفۃ"

یعنی اے خدایا! ہماری مدینے سے ایسی رغبت ومحبت پیدا کر دے جتنی ہمیں مکہ سے تھی یا اس سے بھی زیادہ اور یہاں کی آب وہوا کو صحت مند کر دے صبح وشام یہاں اپنی برکتوں اور رحمتوں کا نزول فرما اور یہ بخار جو اس وقت مدینہ میں ہے اسے جحفہ منتقل فرما کیونکہ اس زمانے میں جحفہ میں تمام گھر یہودیوں کے تھے۔پس مدینہ کی آب وہوا مہاجرین کو راس آ گئی اور وہاں کی وبا جحفہ منتقل ہو گئی وہاں کے اکثر مسافر بیمار پڑ گئے۔

رسولخداؐ نے جب مدینے کی آب وہوا کے ٹھیک ہونے کے لئے دعا فرمائی تو اس کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے ایک عورت کو دیکھا جو مدینہ سے باہر نکل گئی اور مہیعہ کو جحفہ کا ایک قریہ تھا، میں مقیم ہوگئی اور ہجرت کے اسی پہلے سال کا واقعہ ہے کہ انصار کی جماعت آپؐ کو کوئی نہ کوئی تحفہ پیش کر رہی تھی تا کہ آپ کی قربت حاصل کر سکیں۔ ام سلیم کے پاس کچھ بھی نہ تھا لہذا وہ پریشان تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے انس کا ہاتھ پکڑا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تا کہ آپؐ انس کو غلامی میں قبول کرلیں۔ جب آپؐ کی طرف آنے لگیں تو ابوطلحہ جو اُن کے سرپرست تھے نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ! انس ایک عقل مند غلام ہے۔ یہ آپؐ کی اچھی خدمت کرے گا۔ اگر اجازت ہو تو اسے آپ کی خدمت پر مامور کر دیا جائے۔ رسولخداؐ نے اسے قبول کرلیا۔

آذان واقامت کا آغاز:

اسی پہلے سال کے دوران آذان کی روایت پڑی۔ یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ جمعہ و جماعت کے وقت کی پہچان ہو سکے۔ تا کہ مسلمانوں کو مسجد میں بلایا جا سکے۔ رسولخداؐ نے اس بارے میں مہاجرین وانصار کے اکابر سے مشورہ کیا تو بعض کہنے لگے: ھارن کی آواز سے مسلمانوں کو مسجد میں نماز کے لئے آنے کی دعوت دی جا سکتی ہے۔ جس طرح یہودی کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہمارا طریقہ یہودیوں سے ملتا جلتا نہیں ہونا چاہیئے۔ کہنے لگے۔ اگر بگل بجایا جائے تو کیسا ہے؟ فرمایا۔ یہ نصاری کا طریقہ ہے ان کی بھی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ ایک دوسرا کہنے لگا۔ اگر چھت کے اوپر آگ کا آلاؤ جلائیں تو کیسا ہے؟ کیونکہ اس طرح مسلمانوں کو آگ سے تنبیہ بھی ہو سکے گی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: مجوسیوں کی تقلید بھی نہیں کریں گے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: کسی شخص کو حکم دیں تا کہ وہ مسلمانوں کو آواز دے اور آگاہ کرے کہ وقت نماز ہے۔ پس بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ عوام الناس کو آواز دے اور آگاہ کرے کہ وقت نماز ہے۔ پس بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ عوام الناس کو نماز کے لئے اس طرح ندا دے۔ "الصلوۃ جامعۃ" اس کے بعد عبداللہ بن

زید انصاری خزرجی نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز لباس میں ملبوس شخص اس کے قریب سے گذرا اس کے ہاتھ میں ایک بگل تھا۔عبداللہ نے کہا: یہ بگل مجھے بیچ ڈالو تا کہ میں نماز کے لئے لوگوں کو دعوت دے سکوں۔اس نے کہا: کیا تمہیں اس بگل سے بہتر بات سکھاؤں؟ اس طرح وہ مسجد کی چھت پر جا کھڑا ہوا اور اس نے ساری آذان کے کلمات ادا کئے اور کچھ دیر کے لئے بیٹھا اور پھر کھڑے ہو کر اقامت کہی۔عبداللہ جونہی خواب سے بیدار ہوا۔رسول اکرمؐ کے پاس چلا آیا اور صورت حال بیان کی۔آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: سچ ہے اور بلال کو یہ سارے کلمات سکھائے اس نے اسی طرح آذان کہی۔ اتنے میں جبرائیل آئے اور یہی کلمات دہرائے۔اب جونہی بلال نے آذان دی ایک صحابی دوڑتے ہوئے آئے آپؐ کے پاس حاضر ہو کر خواب بیان کرنے لگے کیونکہ ان کی خواب بھی عبداللہ کی مانند تھی۔کہا جاتا ہے کہ اسی طرح سات صحابہ نے خواب دیکھا۔رسولخداؐ آذان کے کلمات اصغا می فرشتہ سے فرما چکے تھے لیکن چونکہ اس بارے میں خداوند تعالی کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی لہذا اصحابہ سے مشورہ کر رہے تھے۔

یہاں شیعہ اثناء عشری مجتہدین کا قول ہے کہ جب جبرائیلؑ آذان کے کلمات لے کر آپؐ کے پاس آئے تو اس وقت آپ کا سر حضرت علیؑ کے قریب تھا۔اس سلسلے میں منصور بن حازم نے ابی عبداللہ جعفر صادقؑ سے یہ روایت نقل کی ہے:۔

"فلمّا هبط جبرئیل بالأذان على رسول الله، وكان رأسه في حجر علي عليه السلام، فأذّن وأقام فلمّا انتبه رسول الله، قال: يا علي سمعت؟ قال: نعم، يا رسول الله! قال: حفظت۔ قال: نعم، قال ادع بلالا فعلّمه۔"

الغرض امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: جب جبرائیلؑ آذان کے کلمات رسولخداؐ پر لے کر نازل ہوئے تو آپ کا سر مبارک علیؑ کے قریب تھا۔فرمایا: اے علیؑ آپؑ نے جبرائیل کی گفتگو سنی۔ فرمایا جی ہاں۔ حفظ کیں؟ عرض کیا، جی ہاں، فرمایا: بلال کو سکھا دو لہذا آپؑ نے اسی طرح کیا۔آذان کے کلمات ابو بکر الحضرمی اور کلیب الاسدی کے مطابق یہ ہیں۔چار مرتبہ اللہ اکبر،

چار مرتبہ اشہدان لا الہ الا اللہ، دو مرتبہ ''اشہدان محمداً رسول اللہ دو مرتبہ حی علی الصلوۃ، دو مرتبہ حی علی الفلاح اور دو مرتبہ حی علی خیر العمل پھر اللہ اکبر دو مرتبہ اور لا الہ الا اللہ دو مرتبہ۔ اور فرمایا ''الاقامۃ کذلک'' اقامت بھی آذان کی طرح ہے۔صرف قد قامت الصلوۃ جو اقامت کا جزو ہے کا اضافہ کیا جائے اور ابن بابویہ نے ''من لایحضر الفقیہ میں اس حدیث کے تذکرے کے بعد فرمایا: ھذا ھوالاذان الصحیح لایزادو لاینقص منہ، والمفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخباراً و ازدادوافی الاذان: (محمدوآل محمد خیر البریہ) مرتین، اور بعض روایات میں ہے، بعد میں (اشہدان محمداً رسول اللہ، اشہدان علیاًولی اللہ) مرتین ومنھم من روی بدل ذلک (اشہدان علیاًولی اللہ) مرتین ومنھم من روی بدل ذلک (اشہدان علیاً امیر المومنین حقاً) مرتین۔

ولا شک ان علیاً ولی اللہ و انہ امیرالمومنین حقاً و ان محمداً وآلہ صلوات اللہ علیہم خیرالبریہ۔ولکن لیس ذلک فی اصل الاذان و انما ذکرت ذلک لیعرف بہذہ الزیادۃ المتھمون بالتفویض المدلسون انفسھم فی جملتنا''

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک مرتبہ بلال، حضورؐ کے حجرے میں آیا اور کہا ''الصلوۃ یارسول اللہ'' کہا گیا: آنحضرتؐ آرام فرمارہے ہیں، دو مرتبہ کہا: الصلوۃ خیر من النوم، اس کے بعد یہ کلمہ صبح کی نماز میں کہا جانے لگا اور ایک دوسری روایت کے مطابق پیغمبر اکرمؐ نے اس کلمے کو معین کردیا اور موطا میں مالک بن انس روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب کے زمانے میں موذن ان کے قریب آیا تا کہ آپ صبح کی نماز کے لئے بیدار رہوں۔عمر سوئے ہوئے تھے جب موذن نے کہا ''الصلوۃ خیر من النوم'' تو عمر بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے اور حکم دیا کہ اس جملے کو صبح کی آذان میں داخل کیا جائے۔

بھیڑیے کی گفتگو:

ہجرت کے پہلے ہی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ مدینہ کے باہر ایک بھیڑیے نے ایک بھیڑ اٹھائی اور بھاگ کھڑا ہوا۔گڈریا اس کے پیچھے بھاگا اور اسے جالیا۔اس نے اس سے اپنی بھیڑ

چھڑالی۔ بھیڑیا وہیں بیٹھ گیا اور فصیح عربی میں یوں مخاطب ہوا: مجھے خدا نے جو رزق دیا تھا وہ تم نے مجھ سے لے لیا ہے۔ گڈریے نے تعجب کا اظہار کیا اور کہا: یہ بڑی عجیب بات آج میں دیکھ رہا ہوں کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا: اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ مدینے میں ایک شخص جھاڑیوں اور پتھروں کے درمیان بیٹھا ہوا آئندہ کے حالات بتا رہا ہے۔ گڈریا یہودی تھا۔ جب اس نے یہ باتیں سنیں تو بھیڑوں کو وہیں چھوڑا اور خود رسولخداؐ کے پاس آ گیا اور اس نے یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: یہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے کہ جب کوئی آدمی گھر سے باہر نکلے گا تو ابھی وہ لوٹے گا بھی نہیں کہ اس کے جوتے اور چھڑی اس کے گھر بیتنے والے سارے حالات اسے بتا دیں گے۔

عاشورا کے روزے کی فرضیت:

اسی سال ہجرت میں حضورؐ کو بتایا گیا کہ یہود عاشورا کے دن کا روزہ رکھیں گے۔ اس لئے کہ اس دن خدا نے فرعونیوں کو غرق کیا تھا۔ اور موسیٰؑ نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا اور فرمایا۔ اصحاب روزہ رکھیں۔ لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورا کی فرضیت جاتی رہی جبکہ اہل علم اب بھی عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں اور اسے سنت گردانتے ہیں۔ یہ پیغمبرؐ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی اس ایک دن روزہ رکھے گا خدا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کرے گا۔ اور کہا جاتا ہے کہ تاسوعا کے روزے کو عاشورا کے روزے کے ساتھ کھولنا مستحب ہے۔ کیونکہ پیغمبرؐ نے اپنی عمر کے آخری سال فرمایا: اگر آئندہ سال زندہ رہا تو تاسوعا کے دن بھی روزہ رکھوں گا اور اس طرح آپؐ اسی سال رحلت فرما گئے۔ تاسوعا کے روزے کی حکمت یہ ہے تاکہ یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ ہو کیونکہ یہودی صرف عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں۔

شیعہ مجتہدین نے امام محمد باقرؑ نے روایت کی ہے فرمایا: عاشورا کا روزہ سنت تھا، یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔ پس عاشورا کے روزے ترک ہو گئے۔

براء بن معرور کی وفات:

اسی سال ہجرت میں رسولخداؑ براء بن معرور کی قبر پر آئے اور صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا "اللّٰھُمَّ اغفِرْ لَہُ وَارْحَمْہُ وَارْضَ عَنْہُ وَقَدْ فَعَلْتَ"

اور وہ آنحضرتؐ کے مدینہ وارد ہونے سے ایک ماہ قبل فوت ہوئے اور وہ نقبا سے پہلے شخص ہیں جن کی وفات ہوئی اور میت پر پڑھی جانے والی پہلی نماز ہے۔

اسعد بن زرارہ کی وفات:

اور اس کے بعد اسی سال اسعد بن زرارہ کہ انصار کے نقبا سے ایک تھے نے اس دار فانی سے کوچ کیا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ مہاجرین کا قول ہے کہ پہلے شخص عثمان بن مظعون تھا جو بقیع میں دفن ہوئے۔ الغرض جب اسعد بن زرارہ دنیا سے گذر گئے تو بنوالنجار رسولخداؑ کے پاس آئے کہ ہمارا نقیب اس دنیا سے گذر گیا ہے لہذا ہمارا نقیب معین فرمادیں تو آپؐ نے فرمایا میں خود آپ کا نقیب ہوں۔

عثمان بن مظعون کی وفات:

اور اسی سال عثمان بن مظعون اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ رسولخداؑ کے رضاعی بھائی تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ آپ کی وفات ہجرت کے تین ماہ بعد ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد پیغمبرؐ نے آپ کا بوسہ لیا اور آپؐ کے آنسو عثمان کے چہرے پر پڑے۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون مہاجرین میں وہ پہلے شخص تھے جن کو جنت البقیع میں دفن ہونے کا شرف ملا اور اسی طرح اسعد بن زرارہ انصار میں وہ پہلے شخص تھے جنہیں جنت البقیع میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

کلثوم بن ھدم کی وفات:

اسی سال کلثوم بن الھدم بن امراء القیس اسلام لانے کے بعد فوت ہوئیں۔ اس طرح مشرکوں کی جماعت سے عاص بن وائل سہمی نے اس سال آنجہانی ہوا۔ ہجرت کے اسی سال ولید

بن مغیرہ راہی ملک عدم ہوئے۔ولید کو قریش کا پلڑا کہا جاتا تھا کیونکہ خانہ کعبہ پر ایک دفعہ تمام قریش پہناوا لپیٹتے تھے اور دوسری دفعہ ولید۔

ولید بن مغیرہ کی ہلاکت:

مرتے وقت ولید بن مغیرہ زارو قطار رو رہا تھا۔ابو جہل نے کہا: کیوں اتنے رو رہے ہو؟ قسم اٹھائی کہ میں موت کے خوف سے نہیں رو رہا بلکہ ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن ابی کبشہ (ختمی مرتبتؐ) کا دین مکہ میں پھیل نہ جائے۔ابوسفیان نے کہا: مت ڈرو، میں اس دین کے پھیل نہ سکنے کی ضمانت دیتا ہوں۔آنحضرتؐ کو اس لئے ابن ابی کبشہ کہا جاتا تھا کہ آپ کی مادر گرامی وھب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور وھب کی ماں عمرہ بنت وجز بن غالب تھی اور وجز کی کنیت ابو کبشہ تھی اور وہ قریش کی بت پرستی کے مخالف تھے۔آپ کو ابن ابی کبشہ کہا جاتا تھا اور اس آیہ کریمہ "انہ ھورب الشعریٰ" کے اشعار اس لئے ہیں کہ اگر چہ رسولخداؐ بتوں کی عبادت کی نفی میں ابن ابی کبشہ کے حامی تھے لیکن اشعار کی تخلیق میں ان کے مخالف تھے۔

عبداللہ زبیر کی ولادت:

اسی سال عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی اور آپ کی ولادت قریش کے لئے مسرت کا باعث بنی۔کیونکہ یہودیوں نے کہا تھا کہ ہم نے جادو کے ذریعے مسلمانوں میں پیدائش کو روک رکھا ہے۔اور ایک روایت کے مطابق نعمان بن بشر کی میلاد اور زیاد بن سمیہ کی ولادت اسی سال ہوئی۔آپ کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

پیغمبرؐ کی یہودیوں سے صلح:

ہجرت کے اسی پہلے سال جب یہودیوں نے مشاہدہ کیا کہ اسلام دن بدن طاقتور ہوتا جارہا ہے تو پیغمبرؐ سے خوف زدہ ہوگئے لہٰذا ان کے کابرین آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔قبیلہ بنی قریظہ سے کعب بن اسد، قبیلہ بن نضیر سے حی بن اخطب، قبیلہ بنی قینقاع سے مخریق قوم

کے ترجمان کے طور پر آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! ہمیں کس کی طرف دعوت دیتے ہو۔ فرمایا: شہادت کی طرف (''ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ'') میں وہ ہوں جس کی تعریف تم نے توریت میں پڑھی اور جان لی ہے اور تمہارے علماء نے اس کی خبر دی ہے۔ تمہارے ایک عالم نے کہا: میں شراب بہت پیتا تھا، اسی لئے اب اس تکلیف و مصیبت تک جا پہنچا ہوں جو اس ملک میں ہے۔ یعنی آخری اور بہترین اس ملک میں آنے والا ہے۔ وہ خچر پر سواری کرے گا اور کملی اوڑھے گا، آپ کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہر ختم نبوت ہے۔ آپ تلوار حمائل کئے اور بے باک ہوں گے۔ ہنس مکھ اور کشادہ پیشانی والے ہوں گے۔ آپ کا حکم وہاں تک پہنچے گا جہاں تک گھوڑا اور اونٹ نہیں پہنچ سکتے۔ اس طرح اس نے اپنے علماء سے پہنچی ہوئی روایات کا تذکرہ کیا۔ کہنے لگے: ابھی یہ باتیں ہم پر ثابت نہیں ہوئیں۔ اگر آپ چاہیں کہ آپ کے ساتھ صلح و صفائی سے زندگی بسر کریں اور ہم نہ آپ اور نہ آپ کے اصحاب کی توہین کریں یہاں تک کہ آپ کا امر آشکارا ہو جائے۔ جب آپ کی صداقت کا پتہ چلے گا تو ایمان لے آئیں گے۔

پیغمبرؐ نے ان کی التماس کو قبول فرمایا۔ اور ایک دستاویز لکھی کہ اگر یہود اس کے علاوہ کچھ کرلیا اور خفیہ طور پر یا آشکارا آنحضرتؐ کے دشمنوں سے دوستی کریں تو ان کی بیویاں، بیٹے اور جان و مال حلال ہوگا۔ یہ اکابرین جب اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے تو کعب بن اسد اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس نے زبان بند رکھی لیکن حی بن اخطب نے بنی نظیر سے کہا: یہ وہی پیغمبرؐ ہیں جن کے بارے میں ہم نے کتب میں پڑھا اور علماء سے سنا ہے۔ لیکن میں ہمیشہ اس کی مخالفت کروں گا کیونکہ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ نبوت و رسالت اسحاقؑ کے خاندان سے باہر جائے اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں آجائے۔ اور مخریق جو یہودیوں میں امیر بھی تھا۔ اپنی قوم سے کہنے لگا: یہ وہی پیغمبر مرسل ہے جسے تم لوگوں نے جان لیا ہے لہذا اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اگر تمہاری صلاح ہو تو اس پر ایمان لائیں اور اسطرح توریت و قرآن دونوں کی فضیلت کے حقدار نہیں۔ قوم

نے اس کی بات پر کان نہ دھرے اور اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔

آنحضرتؐ کی زبانی امیر المومنینؑ کی وزارت کا تذکرہ:

اگر تمام ملائکہ پانی کو سیاہی اور افلاک کو اوراق بنا کر ان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپؑ کے فضائل رقم کرنا شروع کر دیں تو آپؑ کے فضائل کو کما حقہ نہیں لکھ سکتے کیونکہ یہ تمام مخلوقات کا وجود آپؑ کے طفیل خلق ہوا ہے۔ ذرات کا سورج سے کیا موازنہ؟ لہذا یہ تمام مخلوقات اگر زیر و زبر ہو جائیں تو آپؑ کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ لیکن اس ناچیز نے ایک چیونٹی کی مانند گہرے سمندر سے نہایت قلیل مقدار میں پانی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسطرح آنحضرتؐ کے وہ فضائل جو رسولخداؐ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے یہاں بیان کرنے کی سعی کی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی ایک ریاست ملیبار میں سامری نامی راجہ نے، (ایک) ا ھجری قمری کو اسلام قبول کیا تھا۔

ناسخ التواریخ کی پہلی اور دوسری جلد میں ہندوستان کی ریاستوں اور وہاں کی آبادی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس ملک کے سلاطین کا قصہ اور وہاں کے لوگوں کے عقائد کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی ریاستوں میں ظہور اسلام سے لے کر سلطان محمود غزنوی تک کسی ایک بادشاہ کی حکومت نہیں رہی بلکہ مختلف ریاستوں میں راجاؤں کی اپنی اپنی حکومتیں قائم تھیں۔ اسی طرح اس ملک میں ملیبار نامی ایک ریاست بھی تھی وہاں کے راجا کا نام سامری تھا۔ اس نے ایک رات کو دیکھا کہ چاند آسمان سے نیچے اتر آیا اور دو ٹکڑے ہوا اور کچھ دیر پر دوبارہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ وہ اس امر سے بہت حیران ہوا۔ اس نے ہر کسی سے سوال کیا لیکن اس کا عقدہ کسی نے حل نہ کیا۔ یہاں تک کہ اسے اس جستجو میں ایک سال کا عرصہ لگ گیا۔ اس نے اس سلسلے میں دنیا کے مختلف علاقوں کو اپنے سفراء بھیجے۔ آخر اس نے سراغ لگایا کہ اس رات رسولخداؐ نے شق القمر فرمایا تھا۔ جب سامری کو پتہ چلا تو وہ ایمان لے آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے بھی مسلمان ہوئے اور اپنے نام کے ساتھ لفظ سامری کا اضافہ کرنے لگے۔ ان کی حکومت

ملیبار میں تھی اور وہ سب کے سب مسلمان تھے۔ یہاں تک کہ دو سو سال کا عرصہ گذر گیا۔ اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے چنانچہ بعد میں ان کا تذکرہ ہو گا۔ انشاءاللہ۔

حکیم حارث بن کلدہ کا ظہور (اہجری قمری):

حارث بن کلدۃ بن عمرو بن ابی علاج بن سلمۃ بن عبدالعزی بن عنز بن عوف بن قسی الثقفی الطائفی، شروع زندگی ہی سے سائنسی علوم خصوصاً طب سیکھنے کی جانب راغب تھے۔ اس سلسلے میں آپ عرب سے فارس تشریف لائے اور مشہور اطباء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا یہاں آپ نے طبابت کے علاوہ موسیقی کے شعبے میں بھی خاصی مہارت پیدا کر لی تھی اور......کو اچھی طرح بجا سکتے تھے۔ اس کے بعد وطن مالوف کا رخ کیا اور مریضوں کے علاج معالجے میں لگ گئے۔ آپ اس شعبے میں بہت مشہور ہوئے۔

جب سعد بن ابی وقاص بیمار پڑ گئے تو رسولخدا ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

"فقال: اُدعوا لہ الحارث بن کلدۃ، فانہ رجل متطبب"

فرمایا: حارث کو بلایا جائے جو طبیب ہے چنانچہ اسے بلایا گیا۔

عرض کیا: کوئی مسئلہ نہیں، مجھے کچھ کھجور لا کر دو اس کے بعد دودھ منگوایا گیا۔ ان دونوں کو اکٹھا پکایا گیا جب پک چکا تو ٹھنڈا ہونے پر مریض کو پلایا۔ دو خوراک پلانے پر بیماری جاتی رہی۔

کہا جاتا ہے کہ حارث بن کلدہ مسلمان نہیں ہوا اور اس نے اپنے رہنے کے لئے ایسی جگہ بنائی ہوئی تھی جہاں سورج نہیں پڑتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟

"فقال: الشمس تتفل الریح و تبلی الثوب و تخرج الداء الدفین)

یعنی سورج کی روشنی لباس کو پرانا کرتی اور پھاڑتی ہے اور جسم میں چھپے ہوئے دردوں کو حرکت دے کر ظاہر کرتی ہے۔ حارث کی ایک کنیز تھی جس کا نام سمیہ تھا۔ اگر چہ حارث اس کے ساتھ مجامعت کرتا تھا لیکن سمیہ کی شہوت کے سامنے سو حارث بھی کافی نہیں تھے۔ لامحالہ اس نے فحاشی شروع کر دی اور حارث کو چھوڑ کر چلی گئی۔ اس نے زنا کاروں میں بہت شہرت پائی۔ یہ وہی

سمیہ تھی جس سے زیاد بن ابیہ پیدا ہوا چونکہ اس کا کوئی والد نہیں تھا لہذا اسے زیاد بن ابیہ یا کبھی کبھار زیاد بن سمیہ کہا جاتا تھا۔ چنانچہ انشاء اللہ اس کی شرح حال اس کے مقام پر آئے گی۔

الغرض چونکہ حارث نے سمیہ کو اپنے آپ سے دور کر دیا تو وہ ھمام بن عروہ ثقفی کی بیٹی فارعہ کو بیوی بنا کر گھر میں لایا۔ ایک دن صبح سویرے اس نے دیکھا کہ فارعہ خلال کر رہی ہے اس نے اس اسے فوراً طلاق دے دی۔ فارعہ نے کہا: یہ تم نے کیوں کیا؟

''فقال: دخلت علیک فی السحر فوجدتک متخللین، فان کنت باردت الغذاء فانت شرھۃ و ان کنت بت والطعام بین اسنانک فانت قذرۃ، قالت کل ذلک لم یکن ولکنی تخللت من شظایا السواک''

کہنے لگا: اگر تو نے یہ خلال اس غذا کا کیا ہے جو ابھی کھائی ہے جبکہ ابھی سورج بھی نہیں نکلا تو اس کا مطلب ہے تو بہت حریص اور پیٹو ہو۔ اور اگر اس غذا کا خلال ہے جو تو نے کل رات کھائی ہے۔ تو تو نے پاکیزگی کا خیال نہیں رکھا اور سخت پلید ہو۔

فارعہ نے جواب دیا: یہ بات نہیں، بلکہ میں نے مسواک کی اور یہ خلال مسواک کے ریشوں کو نکال کر باہر کرنے کے لئے کر رہی تھی۔ فارعہ حارث کے بعد یوسف بن ابی عقیل الثقفی کے نکاح میں آئی اور اس سے حجاج پیدا ہوا۔ جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

انوشیروان کی حکیم حارث بن کلدہ سے بات چیت:

کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حارث بن کلدہ، نوشیروان عادل کی ملاقات کے لئے اس کے دربار کی طرف چل پڑا۔ اس نے بادشاہ کی دست بوسی کی اجازت مانگی اور دربار میں باادب کھڑا ہو گیا۔ ایران کے بادشاہ نے کہا: کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

عرض کیا: میں حارث بن کلدۃ، ایک عرب حکیم ہوں۔

نوشیروان بولا: عرب حکیم، جہالت کی کثرت، عقل کی کمی اور ناقص غذا کیسے علاج کرتا ہے؟

''قال ایہا الملک اذا کانت ھذہ صفعہا، کانت احوج الی من یصلح جہلہا و یقیم عوجہا و یسوس ابدانہا و یعدل امشاجہا فان العاقل یعرف ذلک من نفسہ و یمیز موضع دائہ و یحترز عن الا دوآء کلہا بحسن سیاستہ لنفسہ''

حارث نے کہا: اگر عربوں کی عادت ایسی ہے تو وہ اکثر حکیم کے محتاج ہونگے کیونکہ عقلمند لوگ اپنے امر کی اصلاح کرنا جانتے ہیں۔

''قال کسریٰ: فکیف تعرف ما تو ردہ علیہا؟ و لو عرفت الحکم لم تنسب الی الجہل۔ قال الحارث: الطفل یناغی فیداوی والحیۃ ترقی فتحاوی، ثم قال: ایہا الملک العقل من قسم اللہ تعالیٰ، قسمہ بین عبادہ کقسمۃ الرزق فیہم، فکل من قسمہ اصاب، فمنہم مثر و معدم و جاھل و عالم و عاجز و حازم۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم''

نوشیروان نے اس کی عقلمندی کی داد دی اور کہا: عربوں کے اخلاق اور اچھی صفات بتاؤ؟ اور تمھیں ان کی کونسی خوبی پسند آئی ہے؟

''قال الحارث: ایہا الملک! لہا انفس سخیۃ و قلوب جریۃ والسنۃ فصیحۃ و احساب صحیحۃ یمرق من افواھہم الکلام، مروق السہم من نبعۃ الرامی، اعذب من ھوآء الربیع۔ الین من السلسبیل المعین۔ یطعمون الطعام فی الجدب، و یضربون الہام فی الحرب۔ لا یرام عزھم ولا یضام جارھم، و لا یستباح حریمھم، ولا یذل کریمھم لا یقرون بفضل للانام، الا للملک الھمام الذی۔ لا یقاس بہ احد ولا یوازنہ سوقۃ و لا ملک''

جب نوشیروان نے کلدہ کے بیٹے سے یہ مدبرانہ گفتگو سنی تو اس نے درباریوں میں اس کی عقل وخرد کی داد دی اور تعریف کی اور حکم دیا کہ اسے احترام سے بٹھایا جائے۔ پھر اس نے سوال کیا۔ طب کا اصل کیا ہے؟

''قال الازم، قال فما الازم؟ قال ضبط الشفتین والرفق بالیدین''

یہ کنایہ ہے کہ حفظان صحت کے لئے ضروری ہے کہ ناموقف غذاؤں سے پرہیز کیا جائے

اور زیادہ کھانے سے پرہیز کیا جائے۔

نوشیروان نے کہا: تو نے بالکل صحیح کہا

''فما الداء الدوی؟ قال: ادخال الطعام، ھو الذی یھلک البریۃ ویقتل السباع فی جوف البریۃ''

المختصر یہ کہ کھانے پر ایسا کھانا تناول کیا جائے کہ ابھی پہلا کھانا ہضم نہ ہوا ہو تو ایسا کھانا انسانوں اور جانوروں کے لئے ہلاکت کا باعث ہے۔ یہ بات بھی کسریٰ کو بہت پسند آئی اور اس نے کہا:

''فما العلۃ التی تصطلم منھا الادوآء؟ قال التخمۃ ان بقیت فی الجوف قتلت، وان تحلت اسقمت''

یعنی ایسی غذا جس سے معدے میں گیس پیدا ہو، اگر ہلاکت کا باعث نہ بنے تب بھی بیمار کر دیتی ہے۔ نوشیروان نے پوچھا: بیماری دور کرنے کے لئے خون نکالنے کا کونسا وقت اچھا ہے۔

''قال فی نقصان الھلال، فی یوم صحو لاغیم فیہ، والنفس طیبۃ والعروق ساکنۃ لسرور یفاجیک و ھم یباعدک''

یعنی مہینے کے درمیانی ایام اور وہ دن جس دن سورج بادلوں میں نہ چھپا ہو۔ اور نفس امارہ سکون و راحت سے ہو۔

پھر نوشیروان نے کہا:

''فما تقول فی دخول الحمام؟ قال: لا تدخلہ شبعان، ولا تغش اھلک سکران، ولا تقم باللیل عریانا، ولا تقعد علی الطعام غضبان، وارفق بنفسک، یکن ارخی لبالک وقلل من طعمک یکن اھنی لنومک''

کہتا ہے: جب پیٹ بھرا ہو تو حمام میں جانے سے پرہیز کرو، عورتوں کے ساتھ

مجامعت سے پرہیز کرو، ننگے پاؤں رات کو اور غصے کی حالت میں چلنے سے اجتناب کرو۔ جو کوئی اطمینان قلب کا متلاشی ہے اپنے نفس پر کنٹرول کرے، کم کھائے گا تو سونے میں آسانی ہوگی۔

''قال: فما تقول فی الدواء؟ قال: مالزمتک الصحۃ فاجتنبہ فان ھاج دآء فاحسمہ بما یردعہ قبل استحکامہ فان البدن بمنزلۃ الارض ان اصلحتھا عمرت وان ترکتھا خربت''

کہتا ہے: اگر صحت وتندرستی ہو تو ہرگز دوا کے قریب مت جاؤ۔ دوا کی مقدار کا خاص خیال رکھو، کیونکہ انسانی جسم زمین کی مانند ہے جتنی اس کی دیکھ بھال کرو گے اتنا یہ پرورش پائے گا اور جتنی اس سے لاپروائی برتو گے یہ ویرانے میں تبدیل ہو جائے گا۔

پھر اس نے شراب کی صفت بیان کی۔

''قال: اطیبہ اھناہ وارقہ امراہ واعذبہ اشھاہ۔ لاتشربہ صرفا فیورثک صداعا ویثیر علیک من الادوآء انواعا''

کہتا ہے: صاف ستھری اور خوشگوار شراب پیئو، پانی یا عرق گلاب ملا کر اس کی تیزی و گاڑھے پن کو ختم کرو۔ ایسی شراب کو مقتول کہا جاتا ہے یہ جسم کو نرم کرتی ہے۔ اور خالص شراب نشہ آور ہوتی ہے، پھر اس کے علاج کی ضرورت پڑتی ہے اور گوشت کی صفت اسطرح بیان کرتا ہے:

''الضان الفتی افضل، والقدید المالح مھلک للاکل۔ واجتنب لحم الجزور والبقر''

یعنی جوان دنبے کا گوشت ہر قسم کے گوشت سے بہتر ہے، پرانا گوشت صحت کے لئے مضر ہے۔ اونٹ اور گائے کا گوشت بھی مضر صحت ہے۔

پھلوں اور پھولوں کے متعلق اس نے کہا:

''قال: کلھا فی اقبالھا وحین اوانھا واترکھا اذا ادبرت وولت وانقضی زمانھا وافضل الفاکہۃ الرمان والاترج وافضل الریاحین الورد والبنفسج وافضل البقول الھندباء والخس''

کہتا ہے: پھلوں کو کھانے کا وقت وہ ہے جب وہ درختوں پر پک جائیں، انہیں چننے کے وقت کھانا چاہیئے۔ بہترین پھل انار اور نارنجی ہے۔ اور بہترین پھول سوری اور بنفشہ کے

ہیں اور سب سے اچھی سبزیاں کاسنی اور کاہو ہیں۔ پھر نوشیروان نے پانی پینے کے متعلق سوال کیا: کہا:

''قال: ھو حیاۃ البدن و بہ قوامہ۔ ینفع ماشرب منہ بقدر۔ وشربہ بعد النوم ضرر۔ افضلہ امراہ وارقہ اصفاہ من عظام انہار البارد الزلال لا یختلط بماء الاجام والاکام و یتسلسل عن الرضراض وعظام الحصی فی البقاع۔ قال: فما طعمہ؟ قال لا یوصف لہ طعم، الا انہ مشتق من الحیاۃ۔ قال: فما لونہ؟ قال: اشتبہ علی الابصار لونہ، لانہ یحکی لون کل شی ءیکون فیہ''

کہتا ہے: پانی بدن کی زندگی و مضبوطی کا باعث ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ضرورت کے وقت اور ایک خاص مقدار میں پیا جائے۔ اس کا سونے کے بعد پینا مضر ہے، سب سے بہترین پانی وہ ہے جو درختوں اور جھاڑیوں سے گذر کر نہ آیا ہو، بلکہ پتھروں سے ٹکرا کر آیا ہو، پانی بے ذائقہ اور بے رنگ و بو ہونا چاہیے۔ اگر پانی میں کسی رنگ کی آمیزش نظر آئے تو اس کا مطلب ہے پانی میں کوئی ایسی چیز پڑی ہے جس کی وجہ سے پانی کے رنگ میں تبدیلی آئی ہے۔ پھر نوشیروان نے کہا:

''اخبرنی عن اصل الانسان ما ھو؟ قال: اصلہ من حیث شرب الماء۔ قال: فما ھذا النور الذی فی العینین؟ قال: مرکب من ثلثۃ اشیاء: فالبیاض شحمۃ والسواد ماء والناظر ریح''

مجھے انسان کی حقیقت کے متعلق بتاؤ اور یہ آنکھوں کی بینائی کی حقیقت کیا ہے؟ کہا: انسان کی سرشت اس نقطے سے ہے جس سے اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور آنکھ سفیدی سے مرکب ہے جو پیہ ہے اور سیاہی سے جو پانی سے ہے۔ اور بصارت سے جو ہوا ہے، اس وقت نوشیروان نے جسم کی جبلت، طبیعت اور بدن کے متعلق سوال کیا۔

''قال: علی اربع طبائع: المرۃ السوداء وھی باردۃ یابسۃ والمرۃ الصفراء وھی حارۃ یابسۃ والدم وھو حار رطب والبلغم وھو بارد رطب، قال: فلم لم یکن من طبع واحد؟ قال: لو خلق من طبع واحد، لم یاکل ولم یشرب ولم یمرض ولم یھلک قال: فلو کان من طبعین؟ قال: لم یجز لانھما ضدان،

يقتتلان قال: فمن ثلاثة؟ قال: لم يصلح موافقان ومخالف، فلا ربع هو الاعتدال والقيام۔ قال: فاجمل لی الحار والبارد فی احرف جامعة۔ قال: کل حلو حآر وکل حامض بارد وکل حریف حار وکل مز معتدل وفی المز حار و بارد قال: فما افضل ما عولج به المرة الصفرآء؟ قال: کل بارد لین۔ قال: فالمرة السوداء؟ قال کل حار لین۔ قال: والبلغم۔ قال: کل حار یابس۔ قال: والدم۔ قال: اخراجه اذا زاد وتطفیه اذا سخن بالاشیاء الباردة الیابسة۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی طبیعت چار اقسام کی ہے۔ سودا سرد و خشک، صفرا گرم و خشک، گرم خون وتر اور بلغم سرد وتر اور اگر ایک ہی طبیعت ہوتی تو کھانے پینے، مرض اور موت کے قابل نہ ہوتا۔ اگر دو طبیعتوں کا حامل ہوتا تو دو اضداد کا اجتماع راس نہ آتا اور اگر تین طبیعتوں کا حامل ہوتا تو دو موافق اور ایک مخالف ہوتی۔ اسطرح دو مخالف اور ایک موافق پر حاوی ہو جاتیں، پس چار طبیعتیں اعتدال برقرار رکھنے کا ذریعہ ہیں۔

اور جاننا چاہیئے کہ ہر مٹھائی گرم اور ہر ترشی ٹھنڈا مزاج رکھتی ہے، اشیاء کی گرمی زبان کے جلنے سے محسوس ہوتی ہے اور جو ترشی و شیرینی کے درمیان ہے وہی اعتدال ہے، معتدل اشیاء گرمی و سردی کا مرکب ہیں اور صفرا کی گرمی کو ملین سرد سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اور سودا کی سورت کا گرم ملین سے علاج کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح گرم وخشک سے بلغم دفع کیا جاتا ہے۔ اگر خون بڑھ جائے تو اسے نکالا جائے اگر گرمی وحرارت پیدا کرے تو اس کا علاج سرد اور خشک چیزوں سے کیا جائے۔ پھر نوشیروان نے نقصان دہ گیس یا ہوا کا علاج دریافت کیا۔

"قال: بالحقن اللینة والادهان الحارة اللینه، قال: افتأمر بالحقنة؟ قال: نعم قرات فی بعض کتب الحکماء: ان الحقنة تنقی الجوف وتکسح الادواء عنه۔ والعجب لمن احتقن کیف یهرم او یعدم الولد۔ وان الجهل کل الجهل من اکل ماقد عرف مضرته ویؤثر شهوته علی راحة بدنه"

کہا: معدے کی گیس کا علاج (حقنے کے طریقے) دوائی کے ذریعے کیا جائے جسے پاخانے کے سوراخ کے ذریعے داخل کیا جاتا ہے اور اس طرح گرمی پیدا کرنے والے تیل بھی اس

کے لئے مفید ہیں۔ میں نے حکماء کی کتب میں پڑھا ہے کہ حقنہ پیٹ کو پاک کرتا اور درد کو دور کر دیتا ہے۔ اور مجھے تعجب ہو گا اس شخص سے جس نے حقنہ کروایا ہو اور پھر بھی وہ بوڑھا اور بے اولاد رہے۔ اور سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ کوئی ایک چیز کو مضر سمجھے اور پھر بھی اس سے ہاتھ نہ کھینچے اور پیٹ کو صحت پر ترجیح دے۔ پھر نوشیروان نے کہا:

''قال: فما الحمیۃ؟ قال الاختصار فی کل شیء، فان الاکل فوق المقدار یضیق علی الروح ساحتہا و یسد مسامہا''

نوشیروان نے کھانے پینے اور پرہیز کے متعلق پوچھا، کہا: زیادہ کھانا انسانی صحت کے لئے انتہائی مضر ہے۔ پس اتنا کھائے کہ وہ معدے کے لئے بوجھ نہ بنے۔ اب نوشیروان نے خواتین سے مجامعت اور ہم بستری کے بارے سوال کیا:

''قال: کثرۃ غشیانہن ردی۔ وایاک واتیان العجوز، فانہا کالشن البالی تجذب قوتک و تسقم بدنک۔ ماؤھا سم قاتل ونفسہا موت عاجل۔ تاخذ منک الکل و لا تعطیک البعض، والشابۃ ماؤھا عذب زلال وعناقہا غنج و دلال۔ فوھا بارد وریحہا طیب وھصہا ضیق تزیدک قوۃ الی قوتک و نشاطا الی نشاطک''

کہتا ہے: عورتوں سے زیادہ قربت اچھی نہیں اور بوڑھی عورتوں سے دور رہو کیونکہ اس سے طاقت زائل ہوتی اور تکالیف میں اضافہ ہوتا ہے، ہلاکت کا خدشہ ہوتا ہے، ان سے مجامعت موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس سے متاع بے بہا جاتی رہتی ہے۔ لیکن جوان میٹھے پانی سے زیادہ شیریں اور ان کی اٹھتی ہوئی جوانی دل کو لبھاتی اور خون میں حرارت پیدا کرتی ہے۔ ان کی پیاری خوشبو انسانی توانائی کو دو چند کرتی اور طبیعت میں نشہ لاتی اور نشے کو دوگنا کرتی ہے۔ نوشیروان نے جب یہ سنا تو کہا:

''قال: فایہن القلب الیہا امیل والعین برؤیتہا اقر؟''

کہا ان میں سے کون سا جملہ دل میں گھر کرنے والا اور آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا کرنے

والا ہے۔

''قال المدیدۃ القامۃ ،العظیمۃ الہامۃ ،واسعۃ الجبین قنواء العرنین ،لعسآء صافیۃ الخد وافیۃ القد ،عریضۃ الصدر ،ملیحۃ النحر ،مقرونۃ الحاجبین ،ناھدۃ الثدیین ،لطیف ۔الخصر والقدھین ،بیضاء فرعآ ء جعدۃ غضۃ بضۃ ۔تخالہا فی الظلمۃ بدراًا زھر اًتبسم عن اقحوان ،عن مبسم کالارجوان کانہا بیضۃ مکنونۃ ۔الین من الزبد و احلی من الشہد وانزہ من الفردوس والخلد واذ کاریحاً من الیاسمین والورد تفرح بقربہا وتسرک الخلوۃ معہا''

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مکمل عورت، کشادہ پیشانی، ستواں ناک، روشن چہرے، بلند قامت، چوڑے سینے، جھیل نما آنکھوں، ملے ہوئے آبرووٴں، ابھرے ہوئے پستانوں، نازک اندام، خندہ پیشانی، گھنگریالے اور تازہ بالوں والی خوبصورت اور جب آنکھ اٹھا کر دیکھے تو تاریک رات میں چاند کو ماند کر دے۔ جب ہنسے تو پھولوں کو شرما دے اور مہکا دے۔اس کے باریک ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں جیسے نرم ولطیف، شکر سے زیادہ شیریں اور پاکیزہ، جنت سے زیادہ پاکیزہ اور اردیبہشت ماہ (ایرانی مہینے کا نام) سے زیادہ خوشبوئیں بکھیرنے والی ،اس کی قربت سرورونشہ لاتی اس کی قربت سرور دلاتی ہے۔

نوشیروان اس کلام سے بہت ہنسا اور کہا: عورتوں سے کس وقت مجامعت وقربت کرنا چاہیئے؟

''قال عند ادبار اللیل یکون الجوف اخلی والنفس اھدی والقلب اشہی والرحم ادنی فی اردت الاستراح بہا نہاراً تقر عینیک فی جمال وجہہا وتجتنی فوک من ثمرات حسنہا ویعی سمعک من حلاوۃ لفظہا وتسکن الجوارح کلہا الیہا ۔قال کسری: للہ درک من اعرابی لقد اعطیت علماً وحصلت فطنۃ وفہما!''

کہا: جب آدھی رات گذر جائے اور معدہ ہلکا ہوجائے اور نفس سکون پائے ، دل راغب ہو اور رحم گرم ہو جائے۔اور اگر مجامعت کو مزید بہتر طریقے سے انجام دو تو پہلے اس سے

میٹھی میٹھی باتیں کرو اور اس کے مختلف اعضاء و جوارح کو سہلاؤ تا کہ اسے مجامعت کے لئے مائل کرسکو۔

نوشیروان کہنے لگا: خداوند تعالی تجھے خیر عطا کرے تو ایک عالم و فاضل اعرابی ہے۔ پس اس نے حکم دیا کہ جو یہ چاہتا ہے اسے عطا کر دیا جائے۔ اس طرح اس نے وہاں سے خاص مقدار میں مال و متاع حاصل کیا اس کے مکالمے اور بیش بہا کلمات کو کتاب ''المحاورۃ فی الطب'' میں رقم کیا گیا ہے۔ اس کتاب، اس کی نوشیروان سے مکمل مکالمات موجود ہیں۔ حارث بن کلدہ کا قول ہے:

''اربعۃ اشیاء تہدم البدن: الغشیان علی البطنۃ و دخول الحمام علی الامتلاء واکل القدید و مجامعۃ العجوز''

یعنی چار چیزیں انسانی جسم کے لئے تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ بھرے پیٹ کے ساتھ عورتوں سے مجامعت، بھرے معدے کے ساتھ حمام میں جانا اور باسی خشک کیا ہوا گوشت کھانا، بوڑھی عورت سے جماع کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حارث بن کلدہ کی موت قریب آئی (اجتمع الیہ الناس فقالوا مرنا بامر ننتہی الیہ من بعدک) لوگ اس کے پاس اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اسے وصیت کرنے کے لئے کہا تا کہ اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

''فقال لا تتزوجوا من النساء الا شابۃ ولا تاکلوا الفاکہۃ الا وان نضجہا ولا یتعالجن منکم احد الا اذا احتمل فی بدنہ الداء وعلیکم بالنورۃ فی کل شہر فانہا مذیبۃ للبلغم مہلکۃ لمرۃ منبتۃ للحم واذا تغذی احدکم فلینم علی اثر غذائہ واذا تعشی فلیخط اربعین خطوۃ''

کہا: شادی کرو نوجوان لڑکی کے ساتھ، پھل کھاؤ تو پکے ہوئے کھاؤ، جب تک کسی درد میں مبتلا نہ ہو، دوائی مت لو اور ہر نئے چاند میں نورہ لگاؤ کہ وہ بلغم کو پانی میں تبدیل کرتا اور ختم دیتا ہے اور کھانا کھانے کے بعد سونا مفید ہے۔ جب رات کو کھا پی چکو تو چالیس قدم ضرور چلو اور اسی کے کلمات ہیں۔

''دافع بالدوآء ماوجدت مدفعاً، ولاتشربہ الاعن ضرورۃ فانہ لایصلح شیئاً الاافسد مثلہ''

کہتا ہے: درد کو دوا سے دور کرو۔ جب درد ہو تو دوا لو اور اگر ضرورت نہ ہو تو دوا نہ لو کیونکہ اس صورت میں یہ جسم کو ناکارہ کرتی ہے۔ اور یہ داستان بھی حارث بن کلدہ کی فن طباعت میں مہارت پر دلالت کرتی ہے۔

حارث بن کلدہ کا مریض عشق کا علاج کرنا:

شہر طائف میں دو مسلمان بھائی رہتے تھے جنہوں نے رسولخداؐ کی طائف سے واپسی پر اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے قبیلہ بنی کنہ کی ایک خاتون سے شادی کرلی تھی۔ اس دوران اسے کسی سفر پر جانا پڑ گیا۔ پس اس نے اپنی بیوی کے پاس بھائی کو چھوڑا اور خود رخت سفر باندھا اور چل پڑا۔ ایک دن بھائی کی نظر بھر جائی پر پڑ گئی۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ یہ اس کا عاشق ہوگیا۔ ہر دن اس کے عشق میں اضافہ ہوتا اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اندر ہی اندر گھل گیا اور کمزور ہوگیا۔ جب بھائی واپس آیا تو بھائی کو دیکھا کہ سخت لاغر ہوگیا اور تکلیف میں ہے۔ پوچھا تجھے کیا ہوگیا ہے؟ کہا: مجھے ضعف وفتور کے علاوہ کوئی بیماری نظر نہیں آتی۔ اس نے کسی کو بھیج کر حارث بن کلدہ کو بلالیا۔ حارث نے اس میں کوئی بیماری تشخیص نہ دی لیکن اس نے سوال و جواب میں اسے شرمیلا پایا۔ کہا، کہ یہ بیمار عشق ہے۔ حکم دیا کہ شراب کا ایک پیالہ کہ شرم کے پردوں کو دور ہٹا دیتا ہے۔ لایا جائے۔ اس نے اس میں روٹی کا ٹکڑا ڈبو کر اسے کھلایا جس سے وہ قدرے صحتمند ہوگیا۔ اس نے سر اٹھایا اور یہ اشعار کہے۔

الا رفقا الا رفقا قلیلا ما اکونہ	المابی علی الابیات بالخفیف نزرھنہ
غزالا ما رایت الیوم فی دور بنی کنہ	غزال احور العینین فی منطقہ غنہ

حارث نے کشف کرلیا کہ وہ عاشق ہے اس نے اسے شراب کا ایک اور پیالہ پلایا جس سے اس کے شرم وحیا کا پردہ چاک ہوگیا۔ اس پر اس نے یہ شعر کہا:

ایہا الجیرۃ اسلموا وقفوا کی تکلموا	وتقضوا الباءۃ وتجھو دو تقعموا

شرجت مزنۃ من البحر ریا تھم ھی ماکنتی وزعم انی لھا جم

اب اس عورت کے شوہر کو بھائی کے عشق کا پتہ چل گیا۔ کہا: اے بھائی! پریشان نہ ہو میں اسے طلاق دیتا ہوں اور تو اس سے شادی کر لے۔ (ھی طالق ثلاثا فتزوجھا)

کہا: میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور اس سے جماع کی غرض اس کی طرف نظر بھی نہیں کروں گا۔ (ھی طالق یوم اتزوجھا)

میں جس دن اس سے شادی کروں اس دن کو میں نے طلاق دے دی ہے، اس نے یہ کہا اور تھوڑی سے طاقت آنے کے بعد بیابان کی طرف چلا گیا اور پھر اسے کسی نے نہ دیکھا۔ طائف کے لوگوں نے اس کا نام مفقید ثقیف رکھا اور عربوں میں یہ مثل بن گئی "و آیتہ من فقید ثقیف"

اور اس خاتون کا شوہر بھی چند دن گذرنے کے بعد بھائی کے فراق میں راہی ملک عدم ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ حارث بن کلدہ معاویہ کے دور تک زندہ رہا۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ اسے ایک سانپ نظر پڑا۔ کہا: ایک عالم فاضل انسان اپنے علم و فضل کے بل بوتے پر تریاق کا کام کرے اور اسے زہریلے سانپوں کا زہر اثر نہ کر سکے۔ لوگوں نے کہا، اے ابووائل! اگر ایسا ہے تو تجھ سے بڑا حکیم کون ہے ذرا ہاتھ بڑھا کر اس سانپ کو پکڑ کر اس کا تریاق بناؤ۔ حارث کو حکمت کے غرور نے اندھا کر دیا۔ اس نے جونہی سانپ کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ سانپ نے اسے پکڑنے کی مہلت ہی نہ دی اور فوراً کاٹ دیا۔ اسی وقت وہ پیٹھ کے بل گرا اور داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔

اس کے علاوہ حارث بن کلدہ کا وہ مناظرہ ہے جو اس نے حضرت علیؑ سے کیا تھا۔ اور وہ داستان حضرت علیؑ کے معجزات کے سلسلے میں آگے آئیگی انشاءاللہ

آذرولاش کا نمودار ہونا:

یہ بھی ہجرت کے پہلے سال طبرستان کے ملک میں نمودار رہوا۔ یہاں اس کے ذکر سے پہلے بہتر یہ ہے کہ اس ملک کے بعض شہروں کی وجہ تسمیہ لکھ دی جائے۔

مازندران کی وجہ تسمیہ:

لفظ ماز کا معنی ہے شکنج، میٹھا، جیسا کہ منوچہری کہتا ہے۔

بر آمد ز کوہ ابر مازندران　　　　چو مار شکنجی و مازندران

یہ پہاڑ جو گیلان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اس اسے کے پیچ و خم کی وجہ سے پہلے زمانے میں ماز کہا جاتا تھا۔ اور یہ آبادیاں جو کوہ ماز کے پیچھے واقع ہیں گویا ماز کے اندر ہیں۔ ان آبادیوں کی وجہ سے اس صوبے کو مازندران اور مازاندر یعنی ماز کے اندر اور اس سب کو طبرستان کا نام دیا جاتا ہے۔ اور طبرستان کے پہاڑوں میں جو بڑے بڑے شہر واقع ہیں انہیں رویان کہا جاتا ہے۔ اس شہر کی بنیاد منوچہر ملک الملوک عجم نے رکھی۔ اور بڑے شہروں میں جو بیابان واقع ہیں۔ آمل بہت مشہور ہے۔ اس شہر کی بنیاد ساسانیوں کے بادشاہوں میں سے ایک فیروز نے رکھی۔ چونکہ اشتادرستاق کی ایک بیٹی جس کا نام آملہ تھا فیروز کے نکاح میں آ گئی تھی، فیروز کو اس سے بیحد محبت تھی لہذا اس نے اس شہر کا نام اس کے نام پر رکھا۔

مازندران کے شہروں کی بنیاد:

شہر سازی کی بنیاد اسطرح پڑی کہ جب سلم و طور قتل ہوا اور فریدون بھی اس جہان سے سدھارا، منوچہر نے فرمایا: سلم و طور کے سر کو فریدون کے پاس دفن کیا جائے اور اس کی خاک پر تین گنبد بنائے جائیں۔

جب یہ ہو چکا تو منوچہر افراسیاب سے کنارہ کر گیا اور چلند رامد نامی دیہات کی طرف سدھارا اور اس دیہات اور کنس کے درمیان ایک خندق کھودی جس کے کھودے جانے کے نشانات اب بھی باقی ہیں، اپنی خواتین کو مانہیر دیہات جسے مور بھی کہا جاتا ہے، میں ٹھہرایا اور خزانے کو ایک غار میں جسے بذر منوچہر کہا جاتا ہے، میں رکھا۔ پس اس زمانے میں اس نے رویان نامی شہر کی بنیاد رکھی۔ اس نے افراسیاب کے ساتھ بارہ سالہ جنگی محاذ کھولے رکھا۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ پھر جب وہ دن گذر گئے بڑے فرخ خان جسے اصبہد کہا جاتا ہے کا زمانہ آ گیا جس کا ذکر رقم ہوگا۔

اس نے درگاہ کے بزرگوں میں سے ایک کو جس کا نام "بابو" تھا، بھیجا تا کہ ساری شہر کی بنیاد رکھی جائے۔ اور ہارون کی خلافت کے زمانے میں یحیی بن یحیی اور مازیار بن قارن کے ہاتھوں اس شہر کی مسجد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اصفہبد نے اپنے زمانے میں اس شہر کا نام ساری رکھا۔ یہ نام اس نے اپنے بیٹے سارویہ کے نام پر رکھا اور دوسرا رستم دار ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اسے رستم مازندران نے آباد کیا تھا۔ لہذا اس کا نام اسی کے نام پر ہے اس کے حالات بھی آئندہ رقم ہوں گے۔

ایک اور کوہ قارن ہے۔ بوذرجمہر کے ایک فرزند سوخر کے حالات زندگی ناسخ التواریخ جلد دوئم میں درج کئے جائیں گے۔ جو نوشیروان کے فرمان پر جبل قارن آیا اسے اصفہبد طبرستان کہا جاتا ہے۔ اور اس پہاڑ کا نام اس کے نام پر ہے ایک دوسرا گرگان ہے جو طبرستان اور خراسان کی حدود میں ہے۔ اس شہر کو کرکین میلاد نے تعمیر کیا اس کا طول وعرض چہار فرسخ رکھا گیا۔ یہاں زیادہ گڈریے اور ڈرائیور آباد ہوئے تا کہ وہ اپنے گھوڑوں وغیرہ کو یہاں باندھیں۔ کرکین کی اولاد یہاں رہ گئی اور اب تک یہیں ہے۔ ان کی شرح زندگی آگے رقم ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ استرآباد قرق خیل کرکین کی جگہ ہے۔ اس بنا پر اس کا نام استرآباد ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام اس سے قبل بھی استرآباد تھا۔

قصہ مختصر مازندران وہاں کے جنگلات کی وجہ سے مشہور ہے۔ ضحاک کے غلبے کے بعد جمشید کے کچھ لوگ مازندران کی طرف چلے گئے۔ اور فریدون کی پیدائش دہ دزک جولاری جان کے دیہاتوں میں سے ایک ہے وہاں ہوئی۔ اور وہاں سے اسے سواد کوہ کی زمین اور شلات کا گاؤں حاصل ہوا۔ وہ کبھی کبھی تمیشہ میں رہتا جیسے تمیشہ کوتی کہا جاتا تھا، لیکن اب بیابان ہے۔ وہ کبھی کوش گاؤں میں قیام کرتا تھا اور کجو رنامی سرزمین پر کوشی نامی پہاڑ واقع ہے۔

مازندران کے بادشاہ:

اب مازندران کے بادشاہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ نوشیروان کے والد قباد کے دو بھائی تھے کہ ایک کا نام بلاش تھا۔ یہ قباد کا مخالف تھا جس کا ذکر آگے آئے گا اور دوسرے بھائی کا نام

جاماسب تھا وہ قباد کے زمانے میں آذربائیجان اور ارمنستان کا حاکم ہوا۔ اس کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک نرسی اور دوسرا بہواط تھا۔ نرسی اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ یہ شخص جنگ کا ماہر تھا۔ اسے صاحب حروب بھی کہا گیا ہے۔ اس نے نوشیروان کے حکم پر دربند کی حدود میں ایک عظیم دیوار تعمیر کی۔ نوشیروان کے ساتھ اس کی جنگیں ہوئیں۔ اس نرسی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام فیروز تھا۔ یہ اپنے باپ کے جب حاکم ہوا تو اس نے طاقت کے بل بوتے پر گیلان فتح کیا اور گیلان کے ملک زادوں سے شادی کی جس سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام جیلان شاہ رکھا اور جب فیروز کی موت نزدیک آئی تو جیلان شاہ بادشاہ بنا اس کی حکومت کے قلمرو جیل اور دیلم کا علاقہ تھا۔ اس نے مازندران کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی کوشش کی۔

جیل کا رہنے والا یہ شخص حیلہ گر اور دور اندیش تھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ ایسا راستہ اختیار کرے جس سے خونریزی بھی نہ ہو اور مملکت بھی ہاتھ آجائے۔ پس اس نے گیلان میں اپنا ایک قابل اعتماد نائب مقرر کیا اور اپنا حلیہ تبدیل کر کے ایک مزارع کا حلیہ اختیار کر کے چند گائیں چراتا ہوا طبرستان آ گیا اور طبرستان میں لوگوں سے گھل مل گیا۔ وہ وہاں کے ہر طبقے کے لوگوں سے واقف حال ہو گیا اور ان کے تمام کاروبار سے آشنا ہو گیا۔ جب مازندران کے لوگوں کو اس کی بلند ہمتی اور اچھی طبیعت کا پتہ چلا تو حیران ہوئے کہ یہ دانا و نیک سیرت شخص گائے سے بہت پیار کرتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کا لقب گاو بارے رکھ دیا یعنی گائے کا دوست۔

اس وقت مازندران میں آذرولاش بن مہر بن ولاش داد مہر بن زرمہر کی حکومت تھی۔ یہ حکومت ایرانی سلاطین سے انہیں نسل در نسل ملی تھی۔ جب گاو بارے سیانا مشہور ہوا تو آذولاش نے اسے بلا کر اپنا خاص ملازم رکھ لیا۔ اور مملکت کے کاموں میں اس سے مشورہ بھی لیتا رہا۔ اس زمانے میں عربوں میں ایرانی سلطنت میں گڑبڑ پھیلائی ہوئی تھی۔ ترکمان بھی اردگرد سے مملکت کو تاخت و تاراج کرنے کے درپے تھے۔ انہوں نے خراسان کی اکثر اراضی کو تاراج کر دیا اور علاقے میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ آذولاش کو ترکمانوں کو بھگانے کے لئے مجبوراً

خراسان کی طرف سفر کرنا پڑا۔اس سفر میں گاوبارے بھی اس کے ساتھ تھا۔آذولاش خراسان کی سرحد پر پہنچا تو اس نے ایک بڑا لشکر تشکیل دیا۔اس طرف سے ترکمان اکٹھے ہوئے انھوں نے لشکر کا قتل عام شروع کر دیا۔جب جنگ کے دن میدان کارزار خوب گرم تھا تو اچانک گاوبارے نے جنگی لباس زیب تن کیا اور لڑائی میں شریک ہوگیا۔وہ کبھی دائیں سے اور کبھی بائیں سے نہایت جوانمردی سے حملے کرتا رہا اس طرح کہ آخر کار ترکمانوں نے شکست کھائی اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔اس طرح گاوبارے آذولاش کے اور بھی قریب آگیا۔اور اس نے طبرستان میں کافی شہرت حاصل کر لی۔عوام اس سے محبت کرنے لگے۔

اب گاوبارے نے طبرستان میں ٹھہرنا مناسب خیال نہ کیا کیونکہ اس نے مازندران پر غالب آنے کے لئے راستہ ہموار کیا ہوا تھا۔لہذا آذولاش کے قریب آیا اور کہنے لگا: اب مجھے چھٹی عنایت فرمائیں تا کہ گیلان جاؤں اور وہاں کے ساز و سامان کو فروخت کر کے بیوی بچوں سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔آذولاش نے اس کی باتوں پر یقین کر لیا۔اس نے اسے اجازت دی اور گاوبارے گیلان آگیا۔اس نے کیل وویلم سے جنگ کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور مازندران کی طرف سدھارا۔

اس طرح یہ خبر آذولاش کو پہنچی اور وہ سخت پریشان ہوگیا۔کیونکہ اسے علم تھا کہ گاوبارے بہت بہادر شخص ہے اور مازندران کے لوگ اسے پسند بھی کرتے ہیں۔اس نے ناچار یہ صورتحال اس زمانے کے ایرانی بادشاہ یزدجرد کی خدمت میں عرض کی اور صاف بتایا کہ اس طرح ایک بے سرپرست شخص نے اب تک ارامنہ کی سرزمین پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔اور کیل و دیلم پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ طبرستان کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جب یزدجرد نے یہ باتیں سنیں تو اس نے گاوبارے کے بارے میں معلوم کیا کہ وہ جاماسب کی اولاد سے ہے جو ایرانی بادشاہوں کے چچازاد ہیں۔لہذا اس نے ولاش کو حکم دیا کہ طبرستان کی سلطنت کو گاوبارے کے حوالے کر دے کیونکہ وہ ہمارے اپنوں میں سے ہے۔خصوصاً

اس وقت جب کہ عرب ہمارے درپے ہیں اور ہم پر مشکل آن پڑی ہے۔

جب آذ رولاش کو یہ شاہی فرمان ملا تو اس نے مجبوراً ریاست گاوبارے کے حوالے کردی جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

غرض یہ کہ آذ رولاش اس زمانے میں گاوبارے کا فرمانبردار بن گیا۔قضائے الٰہی سے ایک دن گھوڑے پر کھیلتے ہوئے گرا اور جان دے دی اس کا بچا کھچا مال ومتاع گاوبارے نے سمیٹا۔آذ رولاش نے ۲۵ سال حکومت کی۔

کلوتر دوئم

فرانسیسی بادشاہ یکم ہجری قمری

شلپر یک،فرانسیسی بادشاہ جب اس جہان فانی سے راہی ملک عدم ہوا تو اس وقت اس کے بیٹے کلوتر دوئم کی عمر چار ماہ تھی۔لہذا وہ امور سلطنت چلانے کے قابل نہ تھا۔مجبوراً فرانسیسی اکابرین نے اجتماع کیا۔اجتماع نے اسی کلوتر دوئم کے حق میں فیصلہ دیا۔اس کا نام قوتران تھا۔اس کی ماں کا نام فردقوند تھا،وہ سلطنت کے امور کی قوتران کی جگہ تدبیر کرتی تھی۔

اس سے قبل رقم ہوا تھا کہ شلپر یک کا بھائی شیژ بر فردقوند کے فتنے کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔اس وقت اس کے دوسرے بھائی قوتران نے مملکت کے امور میں مداخلت کی فردقوند کو اس سے گزند پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوا۔لہذا اس نے مجبوراً قوتران کے ساتھ تعلقات برقرار رکھے۔دونوں فریقوں نے آپس میں دوستی معاہدے کئے لیکن چند دن ہی گذرے تھے کہ قوتران کا کام تمام ہوا اور وہ دوسرے جہان کو سدھارا۔

اس کا بھائی شلدبر جو شیژ بر کا بیٹا تھا،اس نے بورقان کی مملکت کو جو قوتران کی فرمانروائی میں تھی۔حاصل کرلیا اور اس طرح مزید طاقتور ہوگیا۔اس اثناء میں اپنی خالہ قالوند اور اپنے باپ شیژ بر کا کینہ یاد دلایا،اس نے ایک بڑا لشکر تشکیل دیا اور فردقوند کو تباہ کرنے کے لئے چل پڑا۔جب یہ خبر فردقوند کو ملی تو اس نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور فوجیوں میں لٹانے لگی اور اپنے

بیٹے کلوتر دوئم کو جواس وقت دس سال کا تھالیکر میدان جنگ میں آ گئی ۔ دونوں طرف سے لشکر آمادہ جنگ ہوئے ۔لڑائی کا بازار گرم ہوا، تیر وتلواریں چلنے لگیں ۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ شلد بر کے لشکر کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور میدان سے بھاگ جانا اسے راس نہ آیا ۔ کیونکہ وہ چند دنوں کے بعد بیمار رہوااور ہلاک ہوگیا ۔اس نے اپنے پیچھے دو بیٹے جس میں سے ایک کا نام ''تہ آ دوبر'' تھا اور دوسرے کا نام طیاری تھا چھوڑے ۔انہوں نے باپ کی سلطنت کو برادرانہ طور پر تقسیم کرلیا ۔اس دوران فرقوند کو بھی موقع ملا ۔اس نے کچھ جائیداد کو ہتھیالیا ۔یہ وہ زمانہ تھا جس میں ایک مرتبہ پھر اس سے جنگ کا خطرہ محسوس ہوا ۔لیکن فرقوند کی جلد ہی اجل آ پہنچی اور دنیا اس کے وجود سے خالی ہوگئی ۔عوام نے اس کے مرنے کی خوشی منائی ۔اور ''برنحوت'' جو طیاری اور تہ آ دوبر کی ماں تھی ۔ کامیاب ہوئی اور ایسے لگا جس طرح اس مضبوط و مستحکم دشمن کے بعد ان بچوں کی حکومت کو دوام و ثبات حاصل ہوگا۔

الغرض یہ کہ برنحوت نے چند سالوں تک اپنے بیٹوں کی حکومت چلائی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئے ۔اب انہوں نے اپنی ماں کے مشوروں کو در خور اعتنا سمجھنا چھوڑ دیا اس طرح دونوں بھائیوں میں اختلاف نے جنم لیا اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ دونوں نے ایک دوسرے کی محاذ آرائی کی، تہ آ دوبر اور اس کا ایک بیٹا گرفتار ہو کر طیاری کے حکم سے قتل ہوا ۔بعض کا کہنا ہے کہ برنحوت کی ماں نے اس کے قتل کی اجازت دی ۔

جب طیاری نے یہ کامیابی دیکھی تو اس کا تکبر وغرور بڑھ گیا ۔اس نے کلوتر دوئم سے اعلان جنگ کردیا ۔ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اسے موت نے آلیا اور اس نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی ۔ جب طیاری کے سپاہیوں نے یہ منظر دیکھا تو کلوتر دوئم سے جا ملے اور اسطرح برنحوت اپنے پوتوں کے ہمراہ کلوتر کی قیدی بن گئی ۔ پہلے اسے تین دن سخت تکلیف پہنچائی گئی اس کے بعد حکم دیا: اس کے بالوں کو ایک سرکش گھوڑے سے باندھ کر اسے دوڑائیں یہاں تک کہ اس کے تمام جسم کے چیتھڑے اڑ جائیں ۔ اس طرح طیاری کی ساری سلطنت کلوتر کے

ہاتھ آ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ کلوتر سے سوائے بر نخوت کے قتل کبھی بھی عقل اور عدل سے بعید کام نہیں کیا۔ وہ تمام کاموں میں دین پرست اور فقیر نواز تھا۔ وہ اڑتالیس سال کی عمر میں آنجہانی ہوا اور اس مدت سے پانچ سال مستقل مزاجی سے حکومت کی۔

پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفیؐ کے وقایع و آثار کا تذکرہ

ہجرت کا دوسرا سال جسے سنۃ الامر بالقتال کہا جاتا ہے

تحویل قبلہ:

ہجرت کے دوسرے سال مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ شیعہ مجتہدین کی روایت کے مطابق یہ اس وقت ہوا جب رسولخداؐ مکہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ آپؐ اسطرح قیام میں کھڑے ہوتے کہ بیت المقدس بھی آپؐ کے سامنے آئے۔ اور ابن عباس کی روایت کے مطابق پیغمبرؐ ہجرت سے قبل بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن آپؐ اس طرح کھڑے ہوتے کہ کعبہ آپؐ کی داہنی جانب ہوتا۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ رسولخداؐ مکہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب مدینہ ہجرت فرمائی تو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھنے لگے اور ہجرت کے دوسرے سال دوبارہ مکہ کی طرف رخ کر لیا۔

ابن حجر نے اس بات کو قبول نہیں کیا کہ دو مرتبہ ایسا ہوا ہو۔

بہر حال جب رسولخداؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپؐ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ شاید اس طرح یہودیوں کے دل نرم پڑ جائیں اور ان کے دل میں اسلام سے رغبت پیدا ہو۔ جب کچھ عرصہ بیت گیا تو انھوں نے طعنے دینے شروع کر دیئے اور کہا: محمدؐ جو ہمیں برا بھلا کہتے ہیں ہمارے ہی قبلے کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ

بات آپؐ کو ناگوار گذری تو آپؐ نے جبرائیل سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ خدا ہمارا قبلہ تبدیل کر کے کعبہ کو ہمارا قبلہ قرار دے جو ہمارے دادا ابراہیمؑ کا قبلہ تھا۔ جبرائیل نے عرض کیا: میں خداوند تعالٰی کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ جبکہ آپؐ کا مقام خداوند کریم کے نزدیک اونچا ہے۔ مانگیں، جو آپؐ چاہیں گے خدا آپؐ کو عطا فرما دے گا۔ اس طرح پیر کے دن ۲۔ ہجری قمری جب کہ رجب کا نصف گذر چکا تھا یہ آیت نازل ہوئی۔

"قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ" (۲۔۱۳۹)

فرماتا ہے: تو بسا اوقات اپنے چہرے کا رخ آسمان کی طرف کر لیتا ہے۔ پس میں تیرا رخ اس قبلے کی طرف موڑ دوں گا جس کی طرف تو چاہتا ہے۔ پس اپنا رخ مسجد الحرام کی جانب کر لو اور جہاں کہیں بھی تم ہو اپنا چہرہ اس کی جانب کر لو۔

کہا جاتا ہے کہ رسولخداؐ بشر بن البراء بن معرور کی والدہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ اس محلّہ کی مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز با جماعت پڑھانے لگے۔ آپؐ نے دوسری رکعت میں اپنا رخ مکہ کی جانب موڑ لیا اور مسجد کی دوسری سمت مڑ گئے اور آپؐ کے مقتدی بھی اسی طرح آپ کی تقلید کرنے لگے۔ اسطرح عورتیں مردوں کے مقام پر چلی گئیں اور مردوں نے عورتوں کی جگہ لے لی اور یہ مسجد ذوالقبلتین کے نام سے مشہور ہوئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک دوسری مسجد میں مسلمان نماز پڑھنے میں مشغول تھے کہ کسی نے انہیں قبلہ کی تبدیلی کی اطلاع دی وہ دو رکعت نماز پڑھ چکے تھے۔ اب انہوں نے باقی دو رکعت نماز کعبہ کے رخ پر پڑھی۔

اور قرطبی اپنی تفسیر میں ابوسعید بن المعلی سے روایت کرتا ہے کہ پیغمبرؐ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے کہ تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی۔ اس کلام میں جان نہیں کیونکہ اس وقت تک منبر کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔

صحیح بخاری میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ وہ پہلی نماز جو آپؐ نے مکہ کی طرف منہ کر کے پڑھی، نماز عصر تھی۔ یہ بات اس طرح بھی صحیح لگتی ہے کہ نماز ظہر کی ایک رکعت تو بیت المقدس کے رخ پر پڑھی جا چکی تھی۔ لہذا نماز عصر وہ پہلی نماز ٹھہری جو مکمل طور پر مکہ کے رخ پر پڑھی گئی۔

تحویل قبلہ کے بارے میں مشرکین اور یہودیوں کا اعتراض:

الغرض جب مشرکین عرب کو تحویل قبلہ کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے: دیکھا پیغمبر خود اپنے کیے پر پچھتا گیا اور وہ اسی طرح کرتا ہے۔ اور یہودیوں نے کہا: دیکھا! آخر ہمارے قبلے سے رخ موڑ لیا نا! اسے تو اپنے وطن مالوف سے پیار ہے یا پھر اس نے حسد کی بناء پر اپنا منہ موڑا ہے۔ چنانچہ یہ آیت اس بات کی گواہی دیتی ہے۔

''سَیَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِی کَانُوا عَلَیْهَا۔ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَهْدِی مَنْ یَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ'' (۲۔۱۳۶)

''قریب ہے کہ آدمیوں میں سے نادان یہ کہیں گے کہ جس قبلہ کی طرف یہ نماز پڑھا کرتے تھے اس سے ان کو کس چیز نے روگردان کر دیا ہے۔ تم یہ کہہ دو کہ مشرق اور مغرب خدا کے ہیں وہ جسے چاہے راہ راست کی ہدایت فرما دے''

''فرماتا ہے: جلد ہی دیوانے لوگ کہیں گے: کس چیز نے اسے اپنے قبلہ سے رخ موڑنے پر مجبور کیا؟ کہو مشرق و مغرب دونوں خدا کے ہیں وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے''

الغرض حی بن اخطب کا قبیلہ جو یہود کے اکابرین میں شمار ہوتے تھے انہوں نے مسلمانوں سے اس طرح خطاب کیا کہ ہمیں اس نماز کے بارے میں بتائیں جو آپؐ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی ہے اگر اس وقت آپ گمراہی پر تھے تو اب صحیح راستے پر ہیں؟ یا اس وقت ہدایت پر تھے تو اب گمراہی کے راستے پر ہیں۔

مسلمانوں نے اس کے جواب میں یوں کہا: ''نما الہدی ما أمر اللہ بہ، والضلالۃ ما نہی اللہ عنہ'' قرآن کریم (۲-۱۳۶)

یعنی ہم خدائی حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ جس کا خدا حکم دیتا ہے وہی ہدایت ہے اور جس سے وہ منع کر دے وہ گمراہی ہے۔ کہنے لگے: جو لوگ تحویل قبلہ سے قبل دنیا سے چلے گئے ان کی نماز کیسی ہے؟ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ'' قرآن کریم (۲-۱۴۸)

اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کرتے بے شک خدا کل آدمیوں پر بڑی مہربانی اور رحم کرنے والا ہے''

یعنی خداوند تعالی تمہاری ان نمازوں کو جو تم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی ہیں ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ بندوں پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یہود کے اعتراض پر آنحضرت کا جواب:

یہودی آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے یہی اعتراض کیا تو رسولخداؐ نے جواب ارشاد فرمایا: تم ہفتہ کے دن اعمال انجام دیتے اور دوسرے دنوں میں کام کاج میں مصروف رہتے ہو تو چند حالتوں سے خالی نہیں: یا تو حق سے باطل یا باطل سے حق کی جانب رجوع لاتے ہو اگر ایسا نہیں تو باطل سے باطل کی طرف رجوع کرتے ہو یا پھر حق سے حق کی طرف رجوع کرتے ہو۔ کہنے لگے: پہلے ہفتے کے دن اعمال کا ترک کرنا حق تھا اور پھر جب حکم آ گیا تو ہفتے کو اعمال کی انجام دہی حق ہوگئی۔ فرمایا: تحویل قبلہ کی بھی یہی مثال ہے۔ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھنا بھی حق تھا اور کعبہ کی طرف بھی حق ہے۔ کہنے لگے۔ اے محمدؐ کیا خدا کو بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ کا بعد میں خیال آیا۔

''قال رسول اللہ: ما بدالہ عن ذلک، فانہ العالم بالعواقب والقادر علی المصالح: لا یستدرک علی نفسہ غلطاً ولا یستحدث رایا یخالف المقدم جل عن ذلک ولا یقع علیہ ایضاً مانع یمنعہ عن مرادہ ولیس

یبدو اا لالمن کان ھذا وصفہ وھو عز وجل متعال عن ھذہ الصفات علوا کبیرا ً‘‘

اس کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ بدا (ظہور) کا تعلق خدا سے نہیں۔ کیونکہ وہ دانائے مطلق ہے، وہ زیادہ اور کم کرنے پر اور پست و بلند کرنے پر قادر ہے۔ اس کے فعل میں خطا نہیں ہے تا کہ وہ تجدید رائے کرے۔ اور وہ کام کو دوسرے وقت کے لئے نہیں چھوڑتا کیونکہ اس کے امر میں کوئی مانع نہیں ہوسکتا۔ ہاں! اے جماعت یہود کیا بیمار ٹھیک نہیں ہوسکتا یا تندرست بیماری کا شکار نہیں ہوسکتا۔ کیا وہ خدا زندہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں ہے اور کیا گرمی کے بعد سردی نہیں لاتا ؟ کیا ان امور میں تبدیلیوں کا مطلب خدا کے ارادے کی تبدیلی ہے؟ کہنے لگے: ان افعال میں برائی نہیں ہے۔ فرمایا: تحویل قبلہ کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ خداوند تعالی ہر زمانے میں بندوں کے حالات کے مطابق احکامات صادر فرماتا ہے جو کوئی اطاعت کرے اسے اچھا صلہ دیتا ہے۔

’’وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ‘‘ (۲۔۱۱۵)

’’اور مشرق و مغرب اللہ کے ہیں پھر تم جس طرف منہ کرلو گے بس خدا کا رخ ادھر ہی ہوگا بے شک اللہ صاحب وسعت و علم ہے‘‘

پھر پیغمبر نے ارشاد فرمایا: اے خدا کے بندو! چونکہ تم بیمار ہو اور خدا تمہارا حکیم ہے اور بیمار کو جس دن جو بیماری ہو اس کے مطابق حکیم نسخہ جاری کرتا ہے۔

المختصر یہ کہ جب قبلہ تبدیل ہوا تو رسولخدا مسجد قبا میں آئے اور اس کا قبلہ مکہ کی سمت درست کیا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اس کی بنیاد رکھی۔ آپ ہر ہفتے کے دن کبھی پیدل اور کبھی سوار آتے اور یہاں نماز ادا فرماتے تھے۔ آپؐ نے اس مسجد کی فضیلت میں ارشاد فرمایا: جو کوئی مکمل وضو کرے اور مسجد قبا میں نماز ادا کرے۔ اسے عمرے کا ثواب ملے گا۔

’’قال رسول اللہ من اتی مسجدی: مسجد قبا، فصلی فیہ رکعتین، رجع بعمرۃ وکان علیہ السلام یاتیہ، فیصلی فیہ باذن وقامۃ ویستحب اتیان المساجد بالمدینۃ: مسجد قبا، فانہ المسجد الذی اسس علی التقوی من اول یوم‘‘

حضرت فاطمہؑ کی حضرت علیؑ سے شادی:

حضرت فاطمہؑ کی حضرت علیؑ سے شادی بھی دوسری سن ہجری قمری میں انجام پائی۔

حضرت فاطمہؑ کی ولادت ۲۰ جمادی الآخر کو ہوئی۔ آدم کے سقوط سے لیکر آپؑ کی ولادت تک چھ ہزار دوسو آٹھ شمسی سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اس وقت سے دوسری ہجری قمری تک ۹ سال اور دس قمری دن بنتے ہیں۔ اور آپؑ کی رخصتی بھی اسی ماہ میں ہوئی۔

شیخ مفید اور ابن طاؤس اور کچھ دوسرے مجتہدین نے آپؑ کی شادی کی تاریخ بروز جمعرات اکیس محرم ۳ ہجری قمری رقم کی ہے۔ بعض نے غزوہ بدر کے بعد شوال کے چند دن گذرنے کے بعد درج کی ہے اور بعض نے بروز منگل ۶ ذوالحجہ، اور بعض نے آپؑ کی منگنی رمضان میں اور رخصتی ۲ ہجری قمری کے ذوالحجہ ماہ میں۔ اور بعض نے آپؑ کی رخصتی ہجرت کے ایک سال بعد ماہ صفر میں لکھی ہے۔ اور بعض اہل سنت مورخین کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی شادی کے وقت آپؑ کی عمر ۱۸ سال تھی اور یہ اختلاف یہاں سے وجود آیا ہے کہ اگر رخصتی کے وقت آپؑ کی عمر ۹ سال تھی تو آپؑ کی دس سال کی عمر میں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی ہوگی جبکہ عموماً خواتین میں ایسا نہیں ہوتا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپؑ چونکہ پیغمبر زادی ہیں لہذا آپ کے لئے استثنائی صورت ہو۔ واللہ اعلم۔

المختصر، سنی و شیعہ علماء اس پر متفق ہیں کہ پہلے ابوبکر تھے جنہوں نے پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے رشتے کی بات کی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: فاطمہؑ کی شادی میں وحی الٰہی کے مطابق کروں گا۔ وہ چپ ہو کر عمر کے پاس آئے۔ اور یہ قصہ بیان کیا عمر نے ابوبکر سے کہا: جان لو کہ پیغمبرؐ تمہیں فاطمہؑ کا رشتہ نہیں دینا چاہتے۔ اسی طرح چند دن گذر گئے۔ ابوبکر نے عمر سے کہا: بہتر یہ ہے کہ تم فاطمہؑ کا رشتہ اپنے لئے مانگو۔ شاید تمہارے لئے وہ مان جائیں۔ جب عمر نے یہ بات سنی تو آرزومند ہو گئے اور پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حاجت کی۔ آپ کو بھی وہی جواب ملا جو ابوبکر کو ملا تھا۔ مجبوراً واپس ہوئے، ابوبکر کے پاس آئے

اور صورت حال بیان کی ۔ابو بکر نے کہا: تم بھی رد کر دیئے گئے ۔اس طرح اشراف قریش میں سے کئی ایک نے فاطمہؑ کے رشتے کی بات کی لیکن پیغمبرؐ اُن کی بات سن کر اپنا منہ اسطرح منہ موڑ لیتے تھے کہ یا تو غضبناک ہو گئے ہیں یا آپ پر وحی کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں ۔آپؐ فرماتے: فاطمہؑ کی شادی خداوند تعالٰی کی وحی کے مطابق ہو گی ۔ایک دن ابو بکر،عمر اور سعد بن انصاری مسجد نبوی میں اکٹھے ہوئے اور فاطمہؑ کے بارے میں بات چیت کرنے لگے ۔ابو بکر نے کہا: قریش کے اشراف نے اس کا رشتہ مانگا ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کا رشتہ وحی الٰہی کے مطابق طے پائے گا ۔لیکن ابھی تک علیؑ نے فاطمہؑ کے رشتے کے لئے درخواست نہیں کی ۔اور میرا خیال ہے کہ چونکہ اس کا ہاتھ تنگ ہے اس لئے اس نے یہ درخواست نہیں کی ۔اور نیز ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ رشتہ علیؑ کے لئے باقی رکھا گیا ہے ۔

سعد بن معاذ علیؑ کو ڈھونڈنے چل پڑے ۔ایک جگہ دیکھا کہ آپؑ اپنے اونٹ سے کسی انصار کے کھیتوں کے لئے پانی نکال رہے ہیں تا کہ اس کی اجرت سے اپنا خرچ چلائیں ۔جونہی علیؑ نے انہیں دیکھا: فرمایا: کیسے ہیں؟ اور یہاں کیسے آنا ہوا؟ نے عرض کیا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ خوبیوں اور فضائل کے لحاظ سے سب سے برتر ہیں اور آپؑ قرابتداری میں رسولخداؐ کے نزدیکترین ہیں ۔دیکھئے! قریش کے اکابرین نے فاطمہؑ کا رشتہ مانگا ہے جس کا جواب انہیں حکم خداوندی کے انتظار کی صورت میں دیا گیا ہے ۔لگتا ہے یہ شرف صرف آپؑ کو حاصل ہو گا ۔یہاں چپ سادھ لینا مناسب نہیں ۔ آپؑ نے اپنے جوتے پہنے اور رسولخداؐ کے دروازے پر دق الباب کیا، پیغمبرؐ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرۃ المخزومی کے گھر پر تھے ۔ام سلمہ نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا: اٹھو اے ام سلمہ دروازہ کھولو ۔کیونکہ یہ وہ شخص ہے جسے خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں ۔کہا، میرے ماں باپ قربان! یہ کون ہے کہ اسے دیکھنے سے پہلے ہی آپؐ اس کی تعریف فرما رہے ہیں؟

''فقال مہ، یا ام سلمۃ، فھذا رجل لیس بالخرق و لا بالنزق ھذا اخی و ابن عمی و احب الخلق الی''

پس ام سلمہ اٹھیں اور اتنی جلد بازی کی کہ خدشہ ہوا ابھی گر پڑیں گی۔ دروازہ کھولا اور خود پیچھے ہٹ گئیں۔ اسی اثناء میں علیؑ آئے اور رسولخداؐ کو سلام کیا اور آپؐ کے سامنے سر نیچے کر کے بیٹھ گئے۔ آپؑ اس طرح زمیں میں نگاہیں گاڑھے ہوئے تھے کہ پتہ چلتا تھا آپؑ کو کوئی حاجت ہے لیکن شرم کی وجہ سے بتا نہیں رہے۔

رسولخداؐ نے فرمایا: یا اباالحسنؑ! ایسا لگتا ہے کہ آپؑ کسی ضرورت سے میرے پاس آئے ہیں۔ بتائیں میں آپؑ کی تمام حاجات بر لاؤں گا۔ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ خود جانتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے میرے والد ابو طالبؑ اور والدہ فاطمہؑ بنت اسد سے لیکر پالا پوسا ہے۔ مجھے اپنی غذا سے غذا دی ہے۔ اپنے ادب سے ادب سکھایا۔ آپؐ میرے لئے میرے ماں باپ سے بہتر ہیں۔ اور خدا نے مجھے آپؐ کی طرف ہدایت کی۔ یہاں تک کہ وہ حیرت جس میں میرے دادا اور چچا گرفتار تھے۔ اس سے آزاد ہوا اور آپؐ ہی میری دنیا و آخرت کا ذخیرہ ہیں۔ لامحالہ میری خواہش ہے کہ جس طرح خدا نے میرے ذریعے آپؐ کے بازوؤں کو مضبوط کیا ہے اسی طرح میرا کوئی گھر اور زوجہ ہو۔ اس لئے میں آپؐ سے بڑی امید وابستہ کر کے آیا ہوں۔ اگر ہو سکے تو اپنی بیٹی فاطمہؑ کا نکاح مجھ سے کر دیجیے۔ جب علیؑ کی بات ختم ہوئی تو رسولخداؐ کا چہرہ خوشی و مسرت سے کھل اٹھا۔ آپؐ ہنستے مسکراتے فرمانے لگے: اے ابوالحسنؑ آپؑ کے پاس فاطمہؑ کو ادا کرنے کے لئے مہر ہے؟ عرض کیا! جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپؐ کے علم میں ہے۔ میرے پاس دنیا کے گھٹیا مال سے ایک زرہ، ایک تلوار اور ایک اونٹ ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: یا علیؑ تلوار آپؑ کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس سے آپؑ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اونٹ بھی آپؑ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سے آپؑ کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا کام لیتے ہیں اور سفر کے لئے آپؑ کی سواری بھی ہے۔ البتہ زرہ کو میں تمہارے مہر کے طور پر قبول کرتا ہوں اور اسی پر تم سے راضی ہوں اے اباالحسن! اب آپؑ خوش ہو جائیں۔ پس علیؑ نے عرض کیا۔

"نعم فداک ابی و امی بشرتنی، فانک لم تزل میمون العقیبۃ مبارک الطائر، رشید الامر صلی

اللہ علیک"

پھر رسولخداؐ نے گفتگو کا آغاز فرمایا: اے علیؑ تمہیں مبارک ہو کہ خداوند تعالی نے آسمان میں فاطمہؑ سے تمہارا عقد اس سے قبل پڑھ دیا تھا کہ میں زمین میں تمہارا عقد پڑھتا اور اس سے پہلے کہ آپؐ میرے قریب آتے، آسمان سے ایک فرشتہ آیا بہت سے چہروں اور بہت سے پروں والا اور میں نے اس جیسا فرشتہ اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا کہا:

اَبْشِرْ یا محمَّدُ بِاجْتِماعِ الشَّمْلِ وَطَهارَةِ النَّسْلِ"

اے محمدؐ! آپؐ کو مبارک ہو کہ آپؐ کی اولاد پھیلے گی اور پاکیزہ اولاد عطا ہوگی۔

میںؐ نے کہا: تم کس لئے آئے ہو۔ کہا: میں وہ فرشتہ ہوں جس کی ڈیوٹی عرش کے ایک پایہ پر ہے۔ میرا نام سباطیل ہے۔ میں نے خداوند تعالی سے خصوصی اجازت لی ہے۔ تا کہ فاطمہؑ سے علیؑ کے عقد کی خوشخبری لے کر آپؐ کے پاس آؤں اور ابھی ابھی میرے پیچھے جبرائیلؑ بھی آنے والا ہے۔ اسی اثناء میں جبرائیلؑ آ گیا اور سفید کپڑے کا ایک ٹکڑا جس پر دو سطروں میں نور سے کچھ لکھا ہوا تھا جنت میں لایا۔ میں نے اسے کہا: یہ لکھائی اور کپڑا کیسا ہے؟ خداوند تعالی نے پہلی مرتبہ زمین پر توجہ فرمائی اور باقی مخلوقات میں سے آپؐ کو رسالت کے لئے انتخاب کیا۔ دوسری مرتبہ توجہ فرمائی تو آپؐ کے لئے ایک بھائی، ایک وزیر، ایک صاحب اور ایک داماد کا انتخاب کیا اور آپؐ کی بیٹی فاطمہؑ سے اس کا نکاح کیا۔ کہا: اے جبرائیلؑ وہ شخص کون ہے؟

فقال: "لی یا محمد اخوک فی الدنیا والآخرة وابن عملک فی النسب علی بن ابی طالب"

اور حق تعالی نے حکم دیا جنت کو آراستہ کیا جائے۔ شجر طوبیٰ کو زیورات اور آرائشوں سے مزین کیا گیا۔ حوریں جمع ہوئیں اور ملائکہ چوتھے آسمان پر بیت معمور میں جمع ہو گئے، رضوان نے نور سے تیار کیا گیا کرامت کا منبر وہاں نصب کیا راحیل کو حکم ہوا کہ منبر پر جا کر خداوند تعالی کی حمد و ثناء بیان کرے اور فاطمہؑ کا خطبہ پڑھے۔ پس راحیل منبر پر گیا اور کہا:

"الحمدللہ الاول قبل اولیة الاولین، الباقی بعد فناء العالمین، نحمدہ اذ جعلنا ملکتہ

روحانیین ولربوبیتہ مذعنیین ولہ علی ما انعم علینا شاکرین ۔حجبنا من الذنوب وسترنا من العیوب واسکنتا فی السموات وقربنا الی السرادقات وحجب عنا النھم للشھوات وجعل نھمتنا وشھوتنا فی تقدیسہ و تسبیحہ ۔الاسط رحمتہ، الواھب نعمتہ، جل عن الحاد اھل الارض من المشرکین و تعالی بعظمتہ عن افک الملحدین۔

اس نے خطبہ کے بعد یہ باتیں کیں:

"اختار الملک الجبار صفوۃ کرمہ وعبد عظمتہ لامتہ سیدۃ نساء بنت خیر النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ،فوصل حبلہ بحبل رجل من اھلہ، صاحبہ المصدق دعوتہ، المبادر الی کلمتہ، علی بفاطمۃ البتول، ابنۃ الرسولؐ۔

اس کلام کا جامعہ خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالی نے خصوصی کرم نوازی کرتے ہوئے امیر المومنینؑ کو پیغمبرؐ کی بیٹی کے لئے منتخب کیا۔اور پیغمبرؐ کے رشتے کو علیؑ کے رشتے سے مضبوط کیا۔ اور رب جلیل کی طرف سے جبرائیلؑ کو خطاب ہوا۔

"ان اعقد عقدۃ النکاح، فانی قد زوجت امتی فاطمۃ بنت حبیبی محمد، عبدی علی بن ابیطالب ۔فعقدت عقدۃ النکاح واشھدت علی ذلک لملائکۃ اجمعین"

خداوند عالم فرماتا ہے: میں نے اپنی کنیز فاطمہؑ کو اپنے بندے علیؑ کی زوجیت میں دیا۔ اور اس پر آسمان کے ملائکہ کو گواہ بنایا۔پس میں نے یہ شہادت سفید کپڑے پر لی اور حکم ہوا کہ اس سفید کپڑے کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اس پر مشک کی مہر لگائی گئی اور رضوان کے حوالے کیا گیا۔اور اس گواہی کے بعد خداوند رؤف و رحیم نے فرمایا: شجرہ طوبٰی پر جتنے زیورات تھے انہیں پھینک دے۔فرشتوں اور حوروں نے انہیں حاصل کیا اور قیامت تک ان پر فخر کرتے رہیں گے۔

پھر کہا: اے محمدؐ خداوند تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپؐ کو اس پر مامور کروں کہ آپؐ علیؑ وفاطمہؑ کی شادی طے کریں اور انجام دیں اور انہیں بشارت دیں۔وہ آپ کا دنیا و آخرت میں

غلام، پاک و پاکیزہ، نجیب، طاہر، طیب اور خیر فاضل ہے۔

الغرض جب رسولخداؐ نے علیؑ کو یہ ماجرا سنایا تو فرمایا: یا ابا الحسن ابھی وہ فرشتہ واپس نہیں گیا تھا اور دروازے پر کھڑا تھا کہ میں نے آپؑ کو حکم خدا سنا دیا۔ ابھی اسی وقت مسجد کی طرف جاؤ اور میں بھی آپؑ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں اور اقوام کے اکابرین اور روٴسا کو آپؑ کے فضائل سناؤں گا۔ تاکہ آپؑ اور آپؑ کے دوستوں کی آنکھیں دنیا و آخرت میں روشن ہوں۔ پس علیؑ پیغمبرؐ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔

اور کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس کے بعد فاطمہؑ سے کہا: علیؑ نے آپؑ کا رشتہ مانگا ہے۔ فاطمہؑ نے جواب نہ دیا اور خاموش رہیں۔ پیغمبرؐ سمجھ گئے اور فرمایا ''اللہ اکبر'' اس کی خاموشی کا مطلب اس کی رضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے اہل سنت کے نزدیک اگر والد اپنی بیٹی کو بیاہنا چاہے تو اس کی اجازت لینا مستحب ہے۔ اور اگر لڑکی خاموشی اختیار کر لے تو اسے اس کی رضا پر محمول کیا جاتا ہے۔

الغرضیکہ علیؑ مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں صحابہ بھی علیؑ کے منتظر تھے کہ کیا بنا۔ جب انہوں نے علیؑ کو دیکھا تو آپؑ کے استقبال کے لئے دوڑے اور حال پوچھا۔ علیؑ نے بتایا کہ پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو میری زوجیت میں دیا اور بتایا کہ خداوندتعالی نے آسمانوں میں یہ عقد پڑھایا۔ اور ابھی وہ آتے ہی ہوں گے۔ وہ خوش ہو گئے اور علیؑ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے اور ان کے پیچھے پیغمبرؐ تشریف لائے۔ بلال کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو جمع کرے۔ پس بلال نے اکابرین قبایل کو پیغمبرؐ کے حکم پر دعوت دی۔ اس طرح ایک بڑی مجلس تشکیل پا گئی۔

آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور خداوندتعالی کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر ارشاد فرمایا: ایہاالناس۔ قریش کے مردوں نے فاطمہؑ کا رشتہ مانگا اور میں نے ان سے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کا سوال رد نہیں کرتا بلکہ مجھے خداوند جبار کی طرف سے منع کیا گیا ہے۔ پس جبرائیلؑ آئے اور کہا: اے محمدؐ!

''إِنَّ اللہ جل جلالہ یقول: لولم اُخلق علیاً لما کان لفاطمۃ ابنتک کفواً علی وجہ الارض، آدم فمن دونہ''

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: اگر علیؑ کو میں فاطمہؑ کے لئے خلق نہ کرتا تو کرہ ارض پر آدمؑ اور دوسری مخلوقات سے اس کا کفو وہمسر کوئی نہ تھا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی انسان پیغمبروںؑ اور پیغمبروںؑ کی اولاد سے علیؑ کے برابر نہ تھا۔ اگر کوئی ہوتا تو وہ فاطمہؑ کا ہمسر ٹھہرتا۔ اور اسی طرح کوئی بھی خاتون کائنات میں فاطمہؑ جیسی نہیں تھی اگر ہوتی تو اس کا نکاح علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے سے نہ ہوسکتا۔ اس طرح سنی و شیعہ میں بہت سی احادیث ہیں۔ پھر رسولخداؐ نے فرمایا:

ایہا الناس ......

''اتانی ملک فقال: یا محمد إن اللہ یقرؤک السلام و یقول لک فقد زوجت فاطمۃ من علی، فزوجہامنہ وقد اُمرت شجرۃ طوبیٰ: اَن تحمل الدر والیاقوت والمرجان واَن اُھل السماء قد فرحوا لذلک وسیولد منہا ولدان، سیدا شباب اھل الجنۃ، فابشر یا محمد، فانک خیر الاولین والاخرین''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا: آپؐ کو خدا سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔ میں نے فاطمہؑ کا علیؑ سے عقد کیا ہے۔ تو آپ بھی اس کو علیؑ کی زوجیت میں دے دیں۔ اور میں نے درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ زیورات سے لبریز ہو جائے اور ان جواہرات کو آسمانوں کے رہنے والوں کے لئے بکھیر دیئے۔ اہل آسمان خوش ہو گئے اور بہت جلد دو بیٹے (علیہم السلام) آئیں گے جو جوانان جنت کے سردار ہونگے پس اے محمدؐ! آپ کو بشارت ہو کہ آپؐ اولین وآخرین میں سب سے بہترین ہیں۔

شیخ صدوق نے رقم کیا ہے:

''بینا رسول اللہ جالس، اذ دخل علیہ ملک لہ اربعۃ وعشرون وجہا۔ فقال لہ رسول اللہ: حبیبی جبرئیل! لم ارک فی ھذہ الصورۃ فقال الملک: لست بجبرئیل، انا محمود بعثنی اللہ عزوجل ان

ازوج النور من النور۔ قال من ممن؟ فقال: فاطمۃ من علی۔ قال من ممن؟ فقال: فاطمۃ من علی۔ قال فلما ولی الملک، اذ بین کستفیک؟ فقال: من قبل ان یخلق اللہ عزوجل ادم باثنین وعشرین الف عام''

اور علمائے اہل سنت نے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے فرشتے کا نام محمود کے بجائے صرصائیل لکھا ہے۔ اور روایت کرتے ہیں کہ اس کے بیس سر تھے اور ہر سر میں ہزار زبانیں تھی اور اس کے ہاتھ آسمانوں اور زمینوں سے بڑے تھے اور اس کے دوابروؤں کے درمیان شہادتین کے بعد لکھا ہوا تھا:

''علی ابن ابی طالب مقیم الحجۃ''

مختصر یہ کہ رسولخداؐ نے فرمایا: ایہاالناس: جبرائیلؑ آیا اور مجھے اطلاع دی کہ خداوند جلیل نے آسمانوں میں علیؑ کی شادی فاطمہؑ سے کردی ہے اور اس پر ملائکہ کو گواہ بنالیا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں بھی زمین پر علیؑ کی شادی کروں اور تمہیں گواہ بناؤں۔

علمائے اہل سنت بھی جابر بن سمرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے لوگو! یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ اور تمہارا خیال ہے کہ میں نے اشراف قریش کی درخواست رد کی ہے اور فاطمہؑ سے اس کی (علیؑ) شادی کردی ہے۔ دیکھو! چوبیس رمضان کی رات کو جبرائیل نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے خدا کا سلام پہنچایا۔ اور کہا: خداوند تعالٰی نے ملائکہ اور ارواح کو ایک بڑے گھر جو شجرہ طوبی کے نیچے واقع ہے جمع کیا اور علیؑ کا فاطمہؑ سے عقد کیا میں نے خطبہ پڑھا اور حکم ہوا کہ طوبیٰ لعل و یاقوت بکھیرے۔ حوران نے چن لئے ہیں اور قیامت تک ایک دوسرے کو تحفہ کے طور پر دیتی رہیں گی اور کہیں گی۔ فاطمہؑ کا صدقہ ہے اور رسولخداؐ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''الحمد للہ المحمود بنعمتہ، المعبود بقدرتہ، المطاع سلطانہ، المرھوب من عذابہ، المرغوب الیہ فیما عندہ، النافذ امرہ فی سمائہ وارضہ، الذی خلق الخلق بقدرتہ ومیزھم بحکمتہ واحکمہم بعزتہ واعزھم بدینہ واکرمہم بنبیہ محمد

ثم ان اللہ عزوجل قد جعل المصاھرۃ نسبا لاحقا وامرا مفترضا، نسخ بہا الاثام و اوشج بہا الارحام والزمہا الانام، فقال عزوجل: (وَھُوَ الَّذِی خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا (قرآن کریم ۲۵-۵۶) فامر اللہ یجری قضاءہ وقضاؤہ یجری الی قدرہ وقدرہ یجری الی اجلہ، فلکل قضاء قدر ولکل قدر اجل و(لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (قرآن کریم ۱۳-۳۹) ثم ان اللہ تعالی امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی وقد زوجتہ علی اربعمأۃ مثقال فضۃ۔ ارضیت یا علی؟ فقال علی: رضیت عن اللہ وعن رسولہ۔

فقال: جمع اللہ شملکما واسعد جدکما وبارک علیکما واخرج منکما کثیرا طیبا"

اس کے بعد پیغمبرؐ منبر سے نیچے اتر آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا: اے علیؑ اٹھو اور اپنے لئے فاطمہؑ کا خطبہ پڑھو۔ پس علیؑ اٹھے اور فرمایا:

"الحمد للہ شکرا لانعمہ وایادیہ ولا الہ الا اللہ شہادۃ تبلغہ وترضیہ وصلی اللہ علی محمد صلوۃ تزلفہ وتخطیہ والنکاح مما امر اللہ عزوجل بہ ورضیہ ومحا سناھذا اقتضاہ اللہ واذن فیہ وقد زوجنی رسول اللہ ابنتہ فاطمۃ وجعل صداقہا درعی ھذا ارضیت بذلک، فاسئلوہ واشہدوا"

پس مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ ایسا ہے؟ فرمایا: ہاں، پس سب نے کہا "بارک لھما وعلیھما وجمع شملھما"

اس وقت رسولخداؐ مسجد سے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپؐ فاطمہؑ کے قریب آئے تو انہیں روتا ہوا پایا۔ فرمایا:

"ما یبکیک؟ فواللہ لو کان فی اھل بیتی خیر منہ، زوجتک وما انا زوجتک، ولکن اللہ زوجک واصدق عنک الخمس مادامت السموات والارض"

اور کہا گیا ہے کہ خداوند تعالی نے دنیا کا چوتھا حصہ فاطمہؑ کے مہر میں دیا اور جنت و دوزخ کو اس کے مہر میں قرار دیا تاکہ وہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو جزا و سزا دے سکیں اور کرہ ارض پر آپؑ کا مہر پانچ سو درہم ہے۔ اس حدیث سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے کہ خدا نے رسولؐ کو وحی

بھیجی۔

”انی جعلت نحلتھا من علی خمس الدنیا و ثلث الجنۃ و جعلت لھا فی الارض اربعۃ انہار: الفرات و نیل مصر و نہروان و نہر بلخ فزوجھا انت یا محمد بخمس ماۃ درھم، تکون سنۃ لامتک“

اس زمانے میں پانچ سو درہم موجودہ زمانے کے دو مثقال اور نخود اصل سونا کے برابر ہیں۔

فاطمہؑ کے لئے جہیز کی خریداری:

الغرض یہ کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا: یا ابا الحسنؑ اٹھو اور اس حطمیہ ذرہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت مجھے لاکر دو۔ علیؑ گئے اور ذرہ کو بازار لے گئے۔ اور علیؑ نے اس سے حاصل شدہ رقم کو اپنی چادر کے ایک کونے میں باندھ لیا اور لے کر حضرت پیغمبرؐ کے پاس آ گئے اور منہ سے کچھ نہ بولے کہ یہ کتنی رقم ہے اور پیغمبرؐ نے بھی نہیں پوچھا۔ آپؐ نے ہاتھ بڑھا کر اس سونے سے مٹھی بھر لی اور بلالؓ کے حوالے کر کے ارشاد فرمایا: یہ فاطمہؑ کے لئے لے جاؤ تا کہ وہ خوش ہو جائے۔

ایک روایت کے مطابق جو کچھ باقی بچا تھا اس کی قیمت دو سو درہم تھا اور ایک روایت کے مطابق اس زر کے دو حصوں کو جناب فاطمہؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور چوتھے حصے سے جہیز خریدا گیا۔

المختصر یہ کہ دوسرے اصحاب کو ساتھ لے کر بازار گئے اور وہاں سے ایک قمیض سات درہم کی اور ایک مقنعہ چار درہم، ایک کالے رنگ میں اوورکوٹ جس سے تمام بدن ڈھک جاتا تھا۔ کپڑے کا ایک تخت، بھیڑ کی چمڑی سے بنے ہوئے دو تلاوے جس کے اندر بھیڑ کی اون بھری جاتی ہے۔ ایک پردہ اور چٹائی، ہاتھ کا آئینہ، پیالہ، خوشبو، لکڑی کا پیالہ جو دودھ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چمڑے کا پیالہ، دو پانی پینے کے پیالے، روٹی پکانے کا توا، مٹی کے کچھ برتن اور دو بازو بند خریدے۔ اور یہ ساز و سامان لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے اچھی طرح ٹٹول کر ان برتنوں کو دیکھا اور فرمایا:

''بارک اللہ لاھل البیت''

اور ایک روایت کے مطابق جب پیغمبرؐ کی نظریں اس سازو سامان پر پڑیں تو بے اختیار آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور سر آسمان کی طرف کر کے فرمایا:

''اللھم بارک لقوم جل آنیتھم الخزف''

یعنی اے خدایا! ان لوگوں کو برکت عطا فرما جن کے زیادہ برتن مٹی کے ہیں۔

جب گھریلو سازو سامان مکمل ہو چکا تو علیؑ ایک ماہ تک خاموش رہے اور شرم کی وجہ سے رسولخداؐ کے سامنے فاطمہؑ کا نام نہ لیا۔ رسولخداؐ کی بیویوں نے علیؑ سے کہا: یا ابا الحسنؑ! آخر کب تک فاطمہؑ کے لئے صبر کرو گے۔ اگر پیغمبرؐ سے شرماتے ہو تو ہمیں اجازت دو ہم ان سے بات کر لیں۔ علیؑ نے اجازت کی مرحمت فرمائی۔ یہ رسولخداؐ کے پاس چلی آئیں۔ ان میں سے ام سلمہ بولیں۔ یا رسول اللہؐ اگر آج خدیجہ سلام اللہ علیہا زندہ ہوتیں تو وہ فاطمہؑ کی شادی پر خوش ہوتیں۔ کیونکہ فاطمہؑ کو ایک اچھا شوہر ملا ہے اور علیؑ بھی اس امر پر خوش ہے بلکہ ہم سب شاداں وفرحاں ہیں۔ آپؐ اب فاطمہؑ کی رخصتی میں دیر کس لئے کر رہے ہیں؟ جب خدیجہؑ کا نام آیا تو پیغمبرؐ رونے لگے۔

''ثم قال خدیجۃ واین مثل خدیجۃ صدقتنی حین کذبنی الناس، وازرتنی علی دین اللہ و اعانتنی علیہ بما لھا، ان اللہ عزوجل امرنی ان ابشر خدیجۃ ببیت فی الجنۃ من قصب الزمرد و لاصخب فیہ ولانصب''

ام سلمہؓ نے عرض کیا: جب کبھی خدیجہؑ کا نام آیا آپؐ نے فرمایا: آپ ہم سب کو جنت کے درجات میں اس کے ساتھ رکھے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: میں علیؑ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ خود مجھ سے اپنی زوجہ کی خواہش کرے لیکن ابھی تک اس نے ایسا نہیں کیا۔ پس علیؑ نے عرض کیا۔

''الحیاء یمنعنی یا رسول اللہ

اس وقت رسولخداؐ نے اپنی بیویوں سے فرمایا:

''هیوالابنتی وابن عمی فی حجری بیتا''

میری بیٹی اور میرے چچازاد کے لئے ایک گھر سجاؤ۔ام سلمہ نے عرض کیا: کس گھر کی آرائش کریں؟

رسولخداؐ نے ارشادفرمایا: ام سلمہؓ آپ اپنے گھر کو آرائش و زیبائش دیں اور دوسری خواتین سے فرمایا: ام سلمہؓ کے گھر کو سجائیں۔

تاریخ خمیس کا مولف کہتا ہے: بعض تاریخی کتب میں دیکھا ہے کہ ام سلمہ کے بجائے ام سلیم لکھا گیا ہے اور ام سلیم انس بن مالک کی والدہ کا نام تھا جو انس کو لے کر آپؐ کے پاس آئی تھیں۔یہاں ممکن ہے کہ آپؐ نے اس خدمت کے لئے اُم سلیم سے رجوع فرمایا ہو۔کیونکہ انس رسولخداؐ کے خادم تھے اور آپ کی والدہ گھر کی خدمت پر مامور تھی۔کہا جا سکتا ہے کہ مولف نے احادیث کے رقم میں تحریف کی ہے۔اور ام سلیم کے بجائے ام سلمہ لکھ دیا ہے یا جیسا کہ مرقوم ہے اپنائیت کی وجہ سے ام سلمہ ہی کو یہ حکم دیا گیا ہو۔

مختصر یہ کہ ام سلمہ نے فاطمہؑ سے کہا: کیا آپؑ نے دل کو لبھانے والی کوئی پاکیزہ چیز گھر میں رکھی ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں،اور وہ عطر کی ایک شیشی لیکر آئیں انہوں نے اسے ام سلمہ کی ہتھیلی پر انڈیلا۔ام سلمہ نے فرمایا: میں نے آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔لامحالہ پوچھا یہ کیا ہے اور کہاں سے آئی ہے؟ فاطمہؑ نے کہا: ایک دن دحیہ کلبی رسولخداؐ کے پاس آئے تو مجھے آنحضرتؐ نے ارشادفرمایا: چچا کے لئے ایک بیڈ لگا دو۔میں نے ایسا ہی کیا۔وہ کچھ دیر بیٹھے اور پھر چلے گئے۔ آپؐ کے لباس سے کچھ چیز گری۔پس مجھے کہا: لے لو اور اپنے پاس رکھ لو۔میں نے سوال کیا: کیا ہے؟فرمایا: کچھ عنبر جبرائیلؑ کے پر سے گری ہے اور ایک روایت کے مطابق ام سلمہ کے جواب میں فاطمہؑ نے فرمایا: یہ رسولخداؐ کا پسینہ ہے جو میں نے اس شیشی میں ان کے قیلولہ کے وقت آپؐ کے بدن سے لیا اور جمع کیا ہے۔

شادی کا ولیمہ:

قصہ مختصر رسولخداؐ نے فرمایا: یا علیؑ اپنے لوگوں کے لئے کھانا تیار کرو اور میرے پاس بھی کچھ روٹی اور گوشت ہے اب یہ آپؑ پر منحصر ہے کہ کھجور، گھی اور دہی وغیرہ تیار کر کے میرے پاس لائیں۔ پس علیؑ اسے سارے سامان کو لے کر حضورؐ کے پاس آئے اور پیغمبرؐ نے آستین اوپر چڑھا کر ان کھجوروں کو دہی اور گھی میں ملایا اور گوشت اور روٹی بھی حضرت علیؑ کی طرف بڑھائی اور ارشاد فرمایا: اب جسے چاہتے ہو بلاؤ۔ امیر المومنینؑ مسجد کی طرف روانہ ہوئے آپؑ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ کچھ آئیں اور کچھ نہ آئیں۔ پس آپؑ اونچائی پر گئے اور آواز دی: اے انصار و مہاجرین فاطمہؑ کا ولیمہ کھانے کے لئے تشریف لایئے۔ خداوند تعالی نے اس آواز کو تمام مدینے والوں کو سنوایا۔ لوگ ہر طرف سے گروہ در گروہ آنے لگے۔ ان کی تعداد کم از کم چار ہزار ہوگی۔ حضرت علیؑ لوگوں کی کثرت اور کھانے کی کمی پر سخت شرمندہ تھے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: یا علیؑ، مایوس نہ ہو جاؤ۔

"انی سادعوا اللہ بالبرکۃ

پس لوگ اکٹھے ہوئے انہوں نے کھایا پیا، دعائے خیر کی اور گھروں کو واپس چلے گئے۔ لیکن ابھی تک ولیمہ باقی تھا اور اس میں کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا۔

پھر پیغمبرؐ نے بڑا پیالہ منگوایا۔ اور اس کھانے میں سے اپنی ازواج مطہرات کے لئے کھانا بھجوایا۔ اب ایک اور پیالہ منگوایا، اسے بھی لبالب بھر دیا۔ اور فرمایا: یہ فاطمہؑ اور اس کے شوہر کے لئے ہے۔ اور یہ کام انجام پانے تک سورج غروب ہو چلا تھا۔

فاطمہؑ کو علیؑ کے گھر پہنچانا:

پھر پیغمبرؐ نے ام سلمہؓ سے فرمایا: فاطمہؑ کو بلا لاؤ۔ ام سلمہؓ گئیں اور آپؑ کو آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ شرم و حیا کی وجہ سے آپؑ کے رخسار مبارک سے پسینہ جاری تھا اور کانپ رہی تھیں۔ ڈر تھا کہ شاید آپؑ گر جائیں۔

اقا لک اللہ العثر ۃ فی الدنیا والاخرۃ

پیغمبرؐ نے فرمایا: خدا آپؑ کے کانپنے کا آپؑ کو دنیا و آخرت میں صلہ عطا فرمائے۔ جب آپؑ پیغمبرؐ کے سامنے کھڑی تھیں تو آپؑ کے چہرے سے نقاب اٹھا کر علیؑ کو دکھایا۔ پھر فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑا اور علیؑ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا:

''بارک اللہ لک فی ابنۃ رسول اللہ یا علی انعم الزوجۃ فاطمۃ ویا فاطمۃ انعم البعل علی''

اب اپنے گھر چلے جاؤ اور کوئی بات نہ کرو جب تک میں نہ آ جاؤں۔ اب علیؑ نے فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر کی راہ لی۔ رسولخداؐ نے فرمایا: عبدالمطلب کی بیٹیاں اور مہاجر و انصار کی عورتیں فاطمہؑ کے ہمراہ جائیں، خوشی و مسرت کا اظہار کریں اور تکبیر کہیں۔ اور بیہودہ کلام و مذاق وغیرہ سے پرہیز کریں۔ کیونکہ خدا ایسی باتوں سے راضی نہیں ہوتا۔

پس فاطمہؑ سوار ہوئیں۔ ایک روایت ہے کہ چتکبرے رنگ کے خچر پر سوار ہوئیں۔ پیغمبرؐ فاطمہؑ کے پیچھے پیچھے جاتے رہے۔ جبرائیل دائیں طرف سے، میکائیل بائیں طرف سے فاطمہؑ کے ہمرکاب تھے۔ اور ان کے پیچھے ستر ہزار ملائکہ خداوند تعالیٰ اور ملائکہ خداوند تعالیٰ کی تسبیح و پاکی بیان کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ آپؑ کے پاس صبح تک سترہ ہزار حوریں آئیں۔

لیکن اہل سنت کے فقہا نے جابر بن سمرۃ سے روایت کی ہے کہ سہاگ کی رات جبرائیل نے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی، اسرافیل نے رکاب اور پیغمبرؐ فاطمہؑ کے لباسوں کو ٹھیک کر رہے تھے۔ اور یہ ملائکہ دوسرے فرشتوں کے ساتھ تکبیر بلند کر رہے تھے اور یہ تکبیر قیامت تک ان کے درمیان سنت رہے گی۔

قصہ مختصر سلمان نے اس چتکبرے کی باگ ڈور تھامی ہوئی تھی اور حمزہ، عقیل، جعفر اور اہل بیت فاطمہؑ کے پیچھے چلتے آ رہے تھے، بنی ہاشم نے تلواریں نیام سے نکالیں ہوئی تھیں۔ پیغمبرؐ کی ازدواج مطہرات یہ رجز پڑھتی ہوئی آ رہی تھیں۔ مثلاً ام سلمہؓ یہ رجز پڑھ رہی تھیں۔

سرن بعون اللہ جاراتی	واشکرنہ فی کل حالات
واذکرن ما انعم رب العلی	من کشف مکروہ و آفات

وقد ھدانا بعد کفر وبعد — انعشنا رب السموات

وسرن مع خیر نساء الوری — تفدی عمات وخالات

یا بنت من فضلہ ذو العلی — بالوحی منہ والرسالات

عائشہ یہ کلمات ادا کر رہی تھیں۔

یا نسوۃ استترن بالمعاجر — واذکرن ما یحسن فی المحاضر

واذکرن رب الناس اذ قد خصنا — بدینہ مع کل عبد شاکر

والحمد للہ علی افضالہ — والشکر اللہ العزیز القادر

سرن بہا فاللہ اعلی ذکرھا — وخصہا منہ بطہر طاہر

حفصہ یہ رجز پڑھ رہی تھیں۔

فاطمۃؑ خیر نساء البشر — ومن لہا وجہ کوجہ القمر

فضلک اللہ فتی فاضلا — اعنی علیاً خیر من فی الحضر

فسرن جاراتی بہا انہا — کریمۃ بنت عظیم الخطر

معاذہ ام سعد بن معاذ سے یہ کلمات منسوب ہیں۔

اقول قولا فیہ ما فیہ — واذکر الخیر وابدیہ

محمد خیر بنی آدم — ما فیہ من کبر ومن تیہ

بفضلہ عرفنا رشدنا — فاللہ بالخیر یجازیہ

ونحن مع بنت نبی الہدی — ذی شرف قد مکنت فیہ

فی ذروۃ شامخۃ اصلہا — فما اری شیئاً یدانیہ

اور دوسری عورتیں ان ارجوز کو باری باری پڑھتی تھیں اور گھر میں داخل ہوتی جاتی تھیں۔
جبکہ علیؑ فاطمہؑ کے ہمراہ ام سلمہؓ کے گھر داخل ہوئے، بیٹھے اور پیغمبرؐ کے مطابق خاموش بیٹھے رہے۔ اور دونوں ایک دوسرے سے شرم کی وجہ سے نگاہیں زمین پر گاڑے رہے۔ یہاں تک کہ

پیغمبرؐ تشریف لائے۔اور بیٹھ گئے۔پھر فاطمہؑ سے فرمایا: کچھ مقدار پانی لاؤ، فاطمہؑ اپنی جگہ سے اٹھیں،لکڑی کے پیالے کو پانی سے بھر کر حاضر خدمت کیا۔آپؐ نے اس میں سے ایک گھونٹ لیا اپنے منہ میں گھمایا اور دوبارہ پیالے میں ڈال دیا۔اب اس میں سے کچھ پانی فاطمہؑ کے سر پر ڈالا اور فرمایا: میری طرف دیکھو اور کچھ مقدار ان کے سینے کے درمیان ڈالا۔پھر کچھ مقدار ان کے دو کندھوں کے درمیان ڈالا اور فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ ھٰذِہِ ابنتی واحب الخلق الی۔اَللّٰھُمَّو ھذا اخی وا الخلق الی اَللّٰھُمَّ اجلہ لک ولیاً و بک حفیاً وبارک لہ فی اھلہ

پھر فرمایا: اے علیؑ تم اہل خانہ کے پاس رہو۔خدا تمہیں مبارک کرے۔جاتے ہوئے آپؐ نے دروازے کی چوکھٹ کو پکڑا اور فرمایا: ''طھّرکما وطھر نسلکما انا سلم لمن سالمکما وحرب لمن حاربکما استودعکما اللہ واستخلفہ علیکما''

پھر فرمایا: ''مرحباً بحرین یلتقیان ونجمین یقترنان''

سہاگ کی پہلی رات کی صبح رسولخداؐ آپؑ کے پاس آئے اور ایک برتن میں دودھ لائے اور فاطمہؑ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے بیٹی کہ آپؑ کا باپ آپ پر قربان ہو اور علیؑ سے فرمایا: بیٹو، تمہارا چچازاد تم پر قربان ہو۔ اور ایک روایت کے مطابق تین دن فاطمہؑ اور علیؑ کے گھر نہیں آئے۔اور چوتھے دن آپؐ کے گھر کا ارادہ کیا اور دیکھا کہ آپؑ کے گھر میں بنت عمیس الخثعمیہ آئی ہوئی ہیں۔آپ اس طرف کیوں آئی ہیں جبکہ اس گھر میں مرد موجود ہے؟ عرض کیا بابی انت وامی سہاگ کے دوران ایک عورت کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ مدد کرے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھے۔اور میں فاطمہؑ کی حاجات برلانے یہاں آئی ہوں۔پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: ''فقضی اللہ لک حوائج الدنیا والآخرۃ'' خدا تمہاری دنیا وآخرت کی حاجات بر لائے۔جس وقت رسولخداؐ بنت عمیس سے باتیں کر رہے تھے۔

قصہ یہ کہ اس کے بعد پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ ایک کوزے میں پانی بھر لاؤ۔

امیر المومنینؑ لے آئے تو آپؐ نے اس میں تین مرتبہ اس میں دم کر کے پھونک ماری۔ اور علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! اس سے کچھ پانی پیو اور کچھ چھوڑ دو۔ علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ آپؐ نے بچے ہوئے پانی کو علیؑ کے سینے پر ڈالا اور فرمایا: "اَذھب اللہ عنک الرجس یا ابا الحسن وطھرک تطھیرا"

اس طرح آپؐ نے اور پانی منگوایا اور اسی طرح فاطمہؑ کو دیا اور ان کے لئے بھی دعائے خیر فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ علیؑ وہاں سے چلے جائیں پس علیؑ باہر چلے گئے۔ آپؐ نے فاطمہؑ سے پوچھا: اے میری بیٹی! ذرا یہ بتاؤ کہ تمہارا شوہر کیسا ہے؟ عرض کی: رات کو جب علیؑ میرے پاس آئے تو میں نے سنا کہ زمین ان سے باتیں کر رہی تھی۔ میں ڈر گئی۔ پیغمبرؐ سجدہ شکر بجالائے اور سر اٹھا کر فرمایا اے فاطمہؑ آپؑ کو بشارت ہو کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے شوہر کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور خوش وخرم ہو جائے کہ پاک و پاکیزہ بیٹے ملیں گے۔

اسی طرح خدا نے زمین کو حکم دیا ہے کہ تمہارے شوہر کو مشرق سے مغرب تک زمین پر واقع ہونے والے واقعات کی اطلاع دے۔ فاطمہؑ نے عرض کی: میرا شوہر سب سے بہترین شوہر ہے لیکن قریش کی عورتیں کہتی ہیں۔ پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی ایک غریب کو دے دی ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے میری لخت جگرؑ! تمہارا باپ غریب نہیں اس لئے تمہارا شوہر بھی غریب نہیں رہے گا۔ زمین نے چھپے ہوئے اپنے تمام خزائن کی مجھے اطلاع دی ہے۔ لیکن میں نے صرف قرب خداوندی اختیار کرنے کو ترجیح دی ہے۔ مجھے تمہارا علم ہے کہ دنیا تمہاری نظروں میں ہیچ ہے۔ دیکھو! تمہارے شوہر کا علم سب سے زیادہ اور حلم تمام دنیا سے زیادہ۔ خدا نے دو اشخاص کو تمام جہان سے انتخاب کیا ہے۔ آپؑ کا والد اور دوسرا تمہارا شوہرؑ۔

علیؑ نے عرض کیا: مجھے خدا کی قسم میں کبھی اس پر غضبناک نہیں ہوں گا اور اسے کسی مصیبت میں مبتلا نہیں کروں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا اور فاطمہؑ بھی مجھ سے غضبناک نہ ہو اور میری نافرمانی نہ کرے۔ "اِنَّ اللہ اوحی الی رسولہ: قل لفاطمۃ لاتعصی علیا، فانہ ان غضب غضبت لغضبہ"

یعنی خدا نے اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی کہ فاطمہؑ سے کہو: علیؑ کی نافرمانی نہ کرو اگر علیؑ غضبناک ہوگا تو میں بھی اس کے غضب کی وجہ سے غضبناک ہوں گا۔

فردوس الاخبار کا مولف جو اہل سنت ہے۔ ابن عباس سے نقل کر کے کہتا ہے۔ "اِنَّ النبی قال لعلی: یا علی ان اللہ عزوجل زوجک فاطمہ وجعل صداقہا الارض، فمن مشی علیہا مبغضاً لک مشی علیہا حراماً"

اور اسی طرح شہر ابن آشوب نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔

"قال حرم اللہ عزوجل علی علی النساء ما دامت فاطمۃ حیۃ قلت: وکیف؟ قال: لانہا لا تحیض"

مختصر یہ کہ پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا: خدا نے فاطمہؑ کو آپؑ کی زوجیت میں دیا اور زمین کو آپؑ کا مہر قرار دیا۔ پس جو کوئی بھی زمین پر چلے اور آپؑ سے کینہ رکھتا ہو تو اس کا زمین پر چلنا حرام ہے۔ اور جب تک فاطمہؑ علیؑ کے گھر میں رہیں ان پر دوسری شادی حرام تھی۔ اور یہ فاطمہؑ کی شان پر ایک دلیل ہے اور یہ کہ آپؑ کبھی حایض نہیں ہوئیں اور شیخ صدوق کہتا ہے:

"قال رسول اللہ: ان اللہ تبارک وتعالی آخا بینی وبین علی بن ابی طالب وزوجہ ابنتی من فوق سبع سمواتہ واشھد علی ذلک مقربی ملائکتہ وجعلہ لی وصیا وخلیفۃ۔ فعلی منی وانا منہ محبہ محبی ومبغضہ مبغضی وان الملائکۃ التقرب الی اللہ بمحبتہ"

پیغمبرؐ فرماتے ہیں: خداوند تعالی نے میرے اور علیؑ کے درمیان برادری قائم فرمائی اور میری بیٹی کی شادی اس کے ساتھ آسمانوں میں کی اور ملائکہ کو اس پر گواہ بنایا۔ علیؑ کو میرا وصی وخلیفہ بنایا۔ پس علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اس کا دوست میرا دوست اور اس کا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور ملائکہ علیؑ کی محبت کے ذریعے قرب خداوند حاصل کرتے ہیں۔

قصہ مختصر رسولخداؐ نے علیؑ اور فاطمہؑ کی شان میں یہ کلمات ادا فرمائے اور اٹھ کر چلے جانے لگے تو فاطمہؑ نے عرض کیا: اے میرے والد گرامی! گھر کا کام کاج میرے بس کا روگ نہیں

براہ کرم مجھے ایک خادم دے دیں تا کہ میری مدد کرے۔پیغمبرؐ نے فرمایا: کیا تمہیں خادمہ سے بہتر چیز عطا کر دوں۔ابھی فاطمہؑ ساکت ہی تھیں کہ علیؑ بولے: جی ہاں! بتایئے۔فاطمہؑ نے بھی عرض کیا: جی ہاں! فرمایا ہر صبح تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد اللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر۔ یہ کلمات سو بن جاتے ہیں۔یہ پڑھنے سے میزان میں ہزار نیکیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔اور یہ کلمات دنیا و آخرت کے لئے کافی ہیں۔ علیؑ و فاطمہؑ ہر صبح ان کلمات کا ورد کرتے تھے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سہاگ رات جبرائیل ملائکہ کی ایک فوج لے کر آئے۔

''یہدیۃ فی سلۃ من السماء و فیما کعک وموز و زبیب، فقال ھذا ھدیۃ جبرئیل وقلب من یدہ سفرجلۃ، فشقہا نصفین واعطی علیاً نصفاً و فاطمۃ نصفاً وقال: ھذا ھدیۃ من الجنۃ الیکما''

یعنی جبرائیلؑ آسمان سے ایک تحفہ لائے وہ ایک ٹوکری تھی جو جنت کی روئی، کھجور اور کشمش تھی اور جنت کے پھلوں سے ایک بہی بھی لائے اور اسے دو ٹکڑے کیا۔اس کا آدھا علیؑ کو اور آدھا فاطمہؑ کو دیا اور کہا: یہ جنت کا تحفہ آپ کے لئے ہے۔

اور جبرائیلؑ جنت سے ایک لباس بھی فاطمہؑ کے لئے لائے جس کی قیمت تمام دنیا کے مساوی تھی۔اور جب فاطمہؑ نے پہنا اور قریش نے دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگیں یہ کہاں سے آیا ہے؟ فرمایا: خدا کے پاس سے آیا ہے۔

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ شادی کے بعد ایک دن فاطمہؑ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا:

''یا رسول اللہؐ! ما یدع شیئاً من رزقہ الا وزعہ بین المساکین، فقال لھا: یا فاطمۃ اتسخطینی فی اخی وابن عمی وان سخطہ تسخطی وان سخطی لسخط اللہ، فقالت اعوذ باللہ من سخط اللہ وسخط رسول اللہ''

اے رسولخداؐ! علیؑ کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں نہیں چھوڑتے اور جو ہاتھ میں آتا ہے فقراء اور مساکین میں بانٹ دیتے ہیں۔پیغمبرؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! کیا آپ میرے بھائی اور چچا زاد پر ناراض ہوتی ہیں جبکہ انکا غضب میرا غضب اور میرا غضب خدا کو غضبناک کرتا ہے فاطمہؑ

نے کہا: میں بخدا آپؑ کے اور خدا کے غضب سے پناہ مانگتی ہوں۔

بعض محققین کا قول ہے: سورہ ھل اتٰی اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی اور خدا نے جنت کی بہت سی نعمتوں کا اس میں ذکر کیا ہے۔ لیکن فاطمہؑ کے احترام اور بزرگی کی وجہ سے اس میں حورالعین کا ذکر نہیں کیا۔ آپؑ کی رحلت (شہادت) اور فضائل کا تذکرہ اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

ماہ رمضان کے روزے کا وجوب:

ہجرت کے دوسرے سال شعبان کے آخر میں رمضان کا روزہ فرض کیا گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ رسولخداؐ نے مجوسیوں کو دیکھا کہ پانچ مہینوں کا روزہ رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کو شوق پیدا ہوا کہ ان کی شریعت میں بھی روزہ ہونا چاہیئے۔ ایسا ماہ شعبان میں ہوا جب ماہ شعبان ختم ہوا تو خداوندتعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے فرض کر دیئے۔ اور یہ آیت نازل فرمائی۔

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (قرآن کریم ۲۔۱۸۲)

یعنی "اے ایمان والو! آپ پر روزے اس طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح آپ سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تا کہ تم پرہیزگار بنو"

مفسرین نے اس کی تفسیر میں بہت کچھ کہا ہے۔ زمخشری لکھتا ہے۔ نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض تھے۔ لیکن چونکہ کبھی گرمی شدید ہوتی اور کبھی سردی شدید ہوتی۔ لہذا ان کے روزے سردیوں اور بہار کے موسم کے درمیان رکھے گئے اور کفارے کے طور پر ان پر بیس دن بڑھائے گئے۔ اس طرح ان کے روزوں کے کل پچاس دن ہوئے۔

لیکن "من لایحضر الفقیہ" میں لکھا ہے: حفظ بن عیاث نخعی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادقؑ سے سنا، آپؑ نے فرمایا: "انّ شهر رمضان لم یفرض الله صیامه علی احد الامم قبلنا، فقلت له فقول الله عزوجل "" یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ

تتقون (قرآن کریم ۲-۱۸۵)''؟ قال: انما فرض اللہ صیام شھر رمضان علی الانبیاء دون الامم، ففصل بہ ھذہ الامۃ وجعل صیامہ فرضاً علی رسول اللہ وعلی امتہ"

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ماہ رمضان مبارک کا روزہ کسی امت پر فرض نہیں کیا گیا اور یہ جو فرمایا: چنانچہ جس طرح گذشتہ لوگوں پر فرض کئے گئے تو اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔ کیونکہ انبیائے ماسلف پر روزہ فرض تھا۔ لیکن کسی امت پر واجب نہیں ہوا۔

قصہ مختصر یہ کہ جب جبرائیل روزوں کی فرضیت کی آیت لیکر نازل ہوئے تو رسولخداؐ نے پوچھا: ان کا وقت کونسا ہے؟ تو یہ آیت آئی۔ "شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ" (قرآن کریم ۲-۱۸۱)

یعنی "یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا جو لوگوں کے لئے ہدایت کی کھلی نشانیاں اور فرقان ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ روزہ رکھے اور اگر کوئی مسافر یا بیمار ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھے۔

ظاہری بات ہے کہ اس حکم کے بعد پیغمبرؐ اور اصحاب نے روزہ رکھنا اور صدقۂ فطر ادا کرنا اور نماز عید پڑھنا شروع کر دیا۔ نماز عید کے لئے پیغمبرؐ صحابہ کے ساتھ صحرا میں چلے جاتے تھے اس طرح مسلمانوں میں یہ پہلی عید الفطر تھی۔

کفار کے ساتھ جہاد کا وجوب:

اور ہجرت کے دوسرے سال مشرکین کے ساتھ جنگ اور منافقین کے ساتھ جہاد و قتال کا حکم آیا: "اُذِنَ ...... لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ" (قرآن کریم ۲۲-۳۹)

یعنی "جو دشمنوں کے ساتھ لڑائی کے حالت میں تھے اور مظلوم تھے انہیں جنگ کی اجازت دی گئی اور خدا ان کی مدد پر قادر ہے"۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ جب رسولخداؐ

کسی لشکر کو جنگ کے لئے بھیجتے اور خود بھی ہمراہ ہوتے تو اس جنگ کو غزوہ کہا جاتا ہے اور آپ اگر لشکر کو مامور کرتے اور آپ اس لشکر کے ہمراہ نہ ہوتے تو اس جنگ کو 'بعث و سریۃ' کہا جاتا ہے۔

رسولخداؐ کے غزوات کی تعداد:

ایک روایت کے مطابق آپؐ کے غزوات کی تعداد انیس بعض نے اکیس، بعض نے چوبیس اور بعض دوسروں نے اٹھائیس رقم کی ہے۔ اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ بعض غزوات ایک ہی حملے کے دوران پیش آئے ان کو ایک ہی زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔ جس طرح محمد جریر طبری نے غزوہ فدک، خیبر اور وادی القریٰ کو ایک غزوہ شمار کیا ہے۔ اور بعض غزوہ طائف، حنین، احزاب اور بنی قریظہ کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ یہاں شیخ طبرسی کے ان چھبیس غزوات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنہیں انہوں نے معتبر خیال کیا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

پہلا غزوہ ابواء، دوسرا غزوہ بواط، تیسرا غزوہ عشیرہ، چوتھا بدر اولیٰ، پانچواں بدر کبریٰ، چھٹا غزوہ بنی قینقاع، ساتواں سویق، آٹھوان قرقرۃ الکدر کہ جسے غزوہ بنی سلیم اور غزوہ نیروان کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ نواں غزوہ غطفان، دسواں غزوہ احد، گیارھواں غزوہ حمراء الاسد، بارھواں غزوہ بنی النضیر، تیرھواں غزوہ بنی قریظہ، ستارھواں دومۃ الجندل، اٹھارھواں غزوہ ذات الرقاع، انیسواں غزوہ بنی لحیان، بیسواں ذی قردہ، اکیسواں حدیبیہ، بائیسواں غزوہ خیبر، تیئیسوان ذات سلاسل، چوبیسواں فتح مکہ، پچیسواں حنین، چھبیسواں فتح طائف، ستائیسواں تبوک۔

بعض سیرت کی کتب کے مصنفین نے غزوہ انمار، غزوہ قردد، غزوہ بطن النخلہ، غزوہ الکدر، غزوۃ الرجیع، غزوہ بدر الموعد، غزوہ القضا جیسے نام رقم کئے ہیں۔ لیکن دراصل ایک ہی غزوہ کے مختلف نام ہیں۔ چنانچہ ہر ایک کی تفصیل آئے گی۔ ان غزوات میں سے نو میں رسول اکرمؐ کو جنگ و جہاد کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جنہیں بعض نے اس طرح بیان کیا اور ان کا زمانہ بھی لکھا ہے۔

پہلا بدر کبریٰ جو بروز جمعہ سترہ رمضان ۲ ہجری قمری میں واقع ہوا، دوسری غزوہ احد ماہ

شوال ۳ ہجری قمری، تیسری اور چوتھی جنگ خندق احمد بنی قریظہ شوال ماہ ۴ ہجری قمری، پانچویں جنگ بنی المصطلق ماہ شعبان ۵ ہجری قمری، چھٹی جنگ خیبر ۶ ہجری قمری، ساتویں رمضان ۸ ہجری قمری، آٹھویں اور نہویں جنگ حنین وطایف ماہ شوال ۸ ہجری قمری۔

اسی طرح پیغمبرؐ کے سرایا میں بھی اختلاف ہے، بعض نے ان کی تعداد ۳۵، بعض نے ۳۶، اسی طرح ۴۸ اور ۵۶ بھی لکھی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے بعض جنگوں میں رسولخداؐ نے لشکر بھیجا ہے لیکن خود نہیں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر آپؐ لشکر کے کمانڈر کو سپاہیوں سمیت بلاتے اور انہیں اسطرح نصیحت فرماتے تھے۔

لشکر کے کمانڈروں کو آپؐ کی وعظ ونصیحت:

خدا کا نام لے کر جائیں اور اس سے مدد طلب کریں، خدا کے لئے اپنی قوم کی طرف سے جہاد کریں۔ ہاں! اے مردو! مکروفریب نہ کرنا اور غنیمت سے کوئی چیز نہ چرانا اور کفار کو قتل کرنے کے بعد انہیں مثلہ نہ کرنا (یعنی ان کے اعضاء وجوارح نہ کاٹنا) بوڑھوں، بچوں اور عورتوں اور راہبوں کا جو غاروں میں زندگی بسر کررہے ہوتے ہیں۔ قتل عام نہ کرنا۔ درختوں کی جب تک تمہیں ضرورت نہ پڑے نہ کاٹنا۔ اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو امان دے دے تو اس کی امان قابل قبول ہوگی، یہاں تک کہ وہ کافر آئے اور خدا کا کلام سنے۔ اگر آپ کے دین کو قبول کرلے تو آپ کا بھائی ہے۔ وگرنہ اسے صحیح وسلامت اس کے مطلوبہ مقام تک پہنچائیں۔ اگر اس کے بعد اسے قتل کرڈالیں تو اس بارے میں خدا سے مدد طلب کریں۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ جنگلات کو آگ نہ لگائیں، کسی کو پانی میں غرق نہ کریں۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹیں، زراعت وکھیتی کو آگ مت لگائیں شاید اس کی آپ ہی کو ضرورت پڑجائے۔ حلال گوشت جانوروں کو ضائع مت کریں۔ مگر یہ کہ ان کو کھانا اور طاقت حاصل کرنا مطلوب ہو اور دشمنوں کو تین چیزوں کی طرف بلاؤ۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو انہوں نے تسلیم کرلیا تو ان سے درگذر کریں۔

پہلی اسلام پیش کریں اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو تم وہاں سے ہجرت کرجاؤ اگر وہ اس

ہجرت پر راضی ہوں، مال غنیمت میں ان کا حصہ کرو، اگر اپنے گھر میں ٹھہرے رہیں اور جہاد پر نہ جائیں تو ان کے حقوق دوسرے عربوں کی مانند ہوں گے۔ کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن انہیں مال غنیمت سے کچھ نہیں ملے گا کیونکہ وہ جہاد میں شریک نہ تھے۔ اگر اسلام سے سرتابی کریں اور اہل کتاب ہوں تو ان سے جزیہ لو اور انہیں چھوڑ دو اگر جزیہ دینے پر راضی نہ ہوں تو ان سے جہاد کرو۔ اور اگر کسی کو آپ نے قلعہ کے اندر محصور کیا ہو اور وہ قلعے سے باہر آنا چاہیں تاکہ ان پر حکم خدا لاگو ہو تو ہرگز انہیں نیچے نہ چھوڑو کیونکہ تمہیں حکم خداوندی کا علم نہیں ہے، پھر ان پر ایک حاکم مقرر کرو اور اگر امان مانگیں تو انہیں اپنی طرف سے امان دے دو نہ کہ خدا و رسول کی طرف سے اور مشرکین کے پانی کو کبھی بھی زہر آلود نہ کرو اور حیلہ گری سے پرہیز کرو۔

رسولخداؐ ہرگز دشمن کے ساتھ بدسلوکی نہ کرتے اور ان پر شب خون نہ مارتے تھے۔

آپؐ ہر جہاد پر نفس امارہ کے خلاف جہاد کو بڑا تصور کرتے تھے۔ چنانچہ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک موقع، جب لشکر اسلام جہاد سے واپس ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اب چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آؤ۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ اس سے آپکی کیا مراد ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ نفس امارہ کے خلاف جہاد، جنگ وقتال سے بڑا جہاد ہے۔

غزوات میں مسلمانوں کے نعرے:

اور اسی طرح جاننا چاہیئے کہ جنگ میں ہر لشکر کوئی نعرہ اختیار کرتا ہے تاکہ اگر اندھیرا یا گرد اڑ رہی ہو تو بھی نعرے کے ذریعے دوست و دشمن کی پہچان ہو سکے۔ اور فضول ضرب نہ لگائی جائے۔ اس طرح ایک روایت کے مطابق جنگ بدر اور جنگ احد میں اصحاب رسولخداؐ کا نعرہ یا نصر اللہ اقترب یعنی خدا کی مدد قریب آ۔ اور جنگ بنی نضیر میں ''یا روح القدس ارح'' یعنی اے روح القدس راحت دے، اور جنگ بنی قینقاع میں ''یا رب لیغلبنک'' تھا یعنی اے خدایا کفار تیرے لشکر پر کامیابی حاصل نہ کریں، اور جنگ طائف میں 'یا رضوان' تھا۔ جنگ حنین میں ''یا بنی عبداللہ'' جنگ احزاب میں ''حم لا ینصرون'' تھا۔ جنگ بنی قریظہ میں ''یا سلام اسلمھم'' جنگ

مریسیع میں جو جنگ بنی المصطلق ہے "الا الی اللہ الامر" تھا۔ جنگ حدیبیہ میں الا لعنۃ اللہ علی الظالمین" تھا اور جنگ خیبر میں "یا علی اتیھم من غل" تھا اور فتح مکہ میں "نحن عباد اللہ حقا" تھا اور جنگ تبوک میں "یا احد یا صمد" تھا۔ رسولخداؐ گھڑ دوڑ، اونٹ دوڑ اور اس طرح کے دوسرے کھیلوں کے حامی تھے کیونکہ اس سے جہاد کی تیاری میں مدد ملتی تھی۔ پہلا خدائی حکم یہ تھا کہ سو مسلمان ہزار کفار کے ساتھ جنگ کریں گے اور ہرگز نہیں بھاگیں گے۔ خداوند تعالی نے اپنے فضل و کرم سے یہ حکم منسوخ فرمایا۔ لہذا اس طرح ہوا کہ سو مسلمان دو سو کافر سے جنگ کریں گے اور نہیں بھاگیں گے۔ اور اگر دشمن دو گنا سے زیادہ ہو تو اس صورت میں مسلمانوں کو لڑائی یا فرار کی اجازت تھی اور رسولخداؐ جنگی سفر میں عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ تاکہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کریں۔

اب بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ہر ایک غزوہ یا سریا کا ذکر کرتے ہیں۔

غزوا ابوا کا ذکر:

اس آیت کے ذریعے جہاد پر جانے کا حکم صادر ہوا۔

"یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِینَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ" (قرآن کریم ۹-۷۳)

"اے نبیؐ کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو"

اس طرح اس آیت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قتل و جدال کا حکم آیا "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِینَ حَیْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (قرآن کریم ۔۹۔۵)

"تو مشرکین کو جہاں جہاں تم پاؤ قتل کر ڈالنا اور ان کو گرفتار کر لینا اور ان کا محاصرہ کرنا اور ہر راستہ پر ان کے لئے گھات میں بیٹھ جانا"

لامحالہ رسولخداؐ نے جہاد کے لئے عزم بالجزم کیا۔ آپؐ نے مشرکین کے ساتھ جنگ کے لئے تیاری شروع کر دی اور پھر سن دوسری ہجری کے ستر دن بعد غزوا ابوا پیش آیا۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں ایک اور قریہ بھی ہے جس کا نام ودان ہے لہذا اس غزوہ

کوغزوہ ودان بھی کہا جاتا ہے۔الغرضیکہ رسولخداؐ نے سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور خود اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ قریش کے لئے نکل پڑے یہ جہاد بنی ضمرۃ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کے خلاف تھا۔آپ نے سفید جھنڈا حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے سپرد کیا ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں پہلا جھنڈا حمزہ کے ہاتھ میں تھا اور لغت دان رایت اور لوا را کے ایک ہی معنی کرتے ہیں اسے کبھی لشکر کا امیر اٹھاتا اور کبھی کوئی دوسرا اٹھاتا۔بعض نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ: آپ کا بینر سیاہ اور آپ کا جھنڈا سفید رنگ تھا۔

قصہ مختصر رسولخداؐ اپنے ساٹھ صحابہ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ''ابوا'' کی سرزمین پر پہنچے۔مثنی بن عمرو الضمری جو بنی حمزہ کا سردار اور قریہ ''ابوا'' کا نمبردار تھا۔جب اس نے یہ دیکھا تو ڈر گیا اور صلح صفائی پر اتر آیا۔آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ رسولخداؐ نے پندرہ دن ابوا میں قیام کیا اور کسی جنگ وجدل کے بغیر واپس تشریف لائے۔

سریہ حمزہ:

اس کے بعد ماہ رمضان میں سریہ حمزہ بن عبدالمطلب پیش آیا اور وہ یوں کہ مدینہ میں افواہ پھیلی کہ قریش کی ایک جماعت شام سے واپس آ کر مکہ کی طرف جا رہی ہے۔رسولخداؐ نے حمزہ کو تیس مہاجر دے کر اور سفید علم باندھ کر ابو مرثد غنوی کو لشکر کا علمدار بنا کر بھیجا۔حمزہ اس لشکر کو لے کر سیف البحر جو جہینہ کی سرزمین کہلاتی ہے، کی طرف گئے۔یہاں تک کہ بحر شام کے ساحل تک جا پہنچے اور وہاں کفار سے مڈبھیڑ ہوئی۔قریش کے مردوں کی تعداد تین سو تھی،ابوجہل ان کا سردار تھا۔اسے حمزہ کی بھنک پڑی تو احتیاطاً اپنے آدمیوں کو لے کر قریبی دیہات گیا اور وہاں جا کر مورچے بنا لئے اس طرف حمزہ بھی صف آرا ہو گئے۔

مجد بن عمر جہنی جو اس گاؤں کا نمبردار تھا۔اس کے فریقین سے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس نے جا کر ابوجہل کو حمزہ کے غیض وغضب اور بہادری سے ڈرایا اور اس طرف حمزہ کے قریب آیا اور عرض کی: دیکھئے! قریش آج تین سو آدمیوں پر مشتمل ہیں جب کہ آپ کے لشکر کی تعداد

صرف تیس ہے لہذا آپ کا اور ان کا جوڑ نہیں ایسی صورت میں جنگ لڑنا ہرگز مناسب نہیں۔

اس نے فریقین سے مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھا۔ابومرثد بولا: میں مسلمانوں کے علم کو غنیمت کے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔حمزہ نے فرمایا: خاموش رہو۔ایسے موقع پر جب کہ ہماری تعداد دشمن سے بہت کم ہے، صحیح وسلامت واپسی ہی بڑی غنیمت ہے۔یہ کہا اور واپس لوٹ آئے۔ پس ابوجہل اپنے کارواں کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوا۔اور حمزہ اپنے آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف چل پڑے۔آپ نے واپس جا کر سارا ماجرا رسولخدا کو کہہ سنایا۔رسولخدا نے اس خیرخواہی پر مجد کو داد وتحسین ارسال فرمائی۔

سریہ ابوعبیدۃ:

اور اس کے بعد سریہ ابوعبیدہ بن الحارث پیش آیا اور وہ اسطرح کہ چونکہ ابوجہل کی حضرت حمزہ سے صلح وصفائی ہوئی اور وہ بحفاظت مکہ پہنچ گیا تو اس نے قریش مکہ کو جمع کر کے کہا: محمدؐ کو جنگ وجدال کی سوجھی ہے وہ لڑائی پر اتر آیا تھا اس سے قبل کہ وہ ہمیں آلے ہم اسکا کام تمام کر دیں۔لوگوں نے اس کی تدبیر کی داد دی پس اس نے دو سو آدمیوں کا لشکر تیار کیا، اپنے بیٹے عکرمہ کو اس کی سربراہی سونپی اور روانہ کر دیا تا کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہوں اور پیغمبرؐ کو جتنا نقصان پہنچا سکیں پہنچائیں۔پس عکرمہ مکہ سے چل پڑا ادھر پیغمبر اکرمؐ کو اطلاع ملی کہ مکہ سے قریش کا لشکر روانہ ہو چکا ہے قریب ہے کہ وہ مدینے پر چڑھائی کر دیں۔ رسولخداؐ نے ابوعبیدہ بن الحارث کو مہاجرین کے ساٹھ جوان دے کر روانہ فرمایا۔اور سفید علم مطح بن اثاثہ کے ہاتھ میں دے کر اسے علمدار بنایا۔ایک روایت کے مطابق یہ پہلا سریہ تھا جس میں اسلام کا پہلا پرچم بلند کیا گیا۔مختصر یہ کہ مسلمانوں نے قریش سے جہاد کے ارادے سے مدینہ سے کوچ کیا اور مکہ کے آدھے راستے تک آ گئے۔انہوں نے احیا نامی کنوین کے کنارے اپنا پڑاؤ ڈالا دوسرے دن لشکر قریش بھی وہاں آ گیا۔اب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے۔عکرمہ بن ابوجہل جو لشکر کا کمانڈر تھا اور ایک دوسری روایت کے مطابق ابوسفیان نے مکرز بن الحفص بن الاحنف کے ہمراہ لشکر کو جنگ کے لئے صف

آرا کیا۔ جب دونوں فریقین صفیں درست کر چکے تو مقداد بن عمرو اور عتبہ بن عمرو جنہوں نے اپنا اسلام چھپایا ہوا تھا اور مکہ سے لشکر قریش کے ساتھ آئے تھے، موقع غنیمت جان کر اپنے گھوڑے دوڑائے اور لشکر کفار سے جدا ہو کر لشکر اسلام سے آملے۔ جب عکرمہ نے یہ صورتحال دیکھی تو غضبناک ہو گیا اور جنگ کا حکم دیا۔ پس دونوں لشکروں نے تیر و کمان نکال کر ایک دوسرے کا نشانہ لینا شروع کر دیا۔

پہلا تیر سعد بن ابی وقاص نے قریش کی سمت پھینکا اور یہ شعر کہا:

فما یعتد رام فی عدو   بسہم یا رسول اللہ قبلی

وذلک ان دینک دین حق   وذو صدق اتییت بہ عدل

اور وہ پہلا شخص تھا جس نے مشرکین کی طرف تیر بھیجا ابھی اس نے نیام سے تلوار نہیں نکالی تھی کہ کفار کے دل میں آیا کہ مسلمانوں نے گھات لگالیا ہے اور پیچھے سے ایک بڑی فوج ان سے آملے گی اور ہماری شامت آجائیگی، ورنہ ہمارے دوسو کے لشکر کے مقابلے میں یہ مٹھی بھر جوان نہ آتے۔ یہ بات ان کے دل میں گھر کر گئی اور اس طرح ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ جنگ سے فرار کر گئے۔ جب مسلمانوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو مسلمانوں نے اسے ایک عظیم فتح قرار دیا، ان کے پیچھے نہیں بھاگے اور انہیں جانے دیا یہ لشکر واپس مدینہ آنخضرت کی خدمت میں آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا یہ سریہ ماہ شوال میں پیش آیا۔

مختصر یہ کہ اس کے بعد ماہ ذیقعد میں سریہ سعد بن ابی وقاص پیش آیا۔ اور وہ اس طرح کہ مدینہ میں اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کارواں تجارت کی غرض سے سفر کرنے والا ہے۔ پس رسولخداؐ نے سعد بن ابی وقاص کو بیس افراد پر مشتمل پیدل دستے کے ساتھ سفید علم باندھ کر روانہ فرمایا، مقداد بن الاسودان کا علمدار تھا۔ سعد کو حکم دیا کہ سرزمین جحفہ کے قریب منزل ضرار سے آگے نہ جائے۔ وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ قریش گذشتہ دن وہاں سے گذر گئے ہیں۔

غزوہ بواط:

اس کے بعد ماہ ربیع الآخر میں غزوہ "بواط" پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ مدینہ میں اطلاع ملی کہ امیہ بن خلف جمحی قریش کے پانچ سو افراد اور پچیس سو دوسرے افراد کے ہمراہ اونٹوں پر سوار جا رہے ہیں۔ پس رسولخداؐ نے سایب بن عثمان بن مظعون کو اور ایک روایت کے مطابق سعد بن معاذ کو خلافت سونپی اور مدینے ٹھہرایا اور سفید جھنڈا سعد بن ابی وقاص کو عطا فرما کر اسے لشکر کا علمدار بنایا اور خود اپنے دو سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے اور قریش کے کارواں کا پیچھا کرنے کے ارادے سے ارض بواط تک کا سفر طے کیا۔ لیکن انہیں دشمن کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔ کیونکہ امیہ اپنے لوگوں کے ساتھ وہاں سے گذر چکا تھا۔ اسطرح لامحالہ وہاں سے مدینہ واپس لوٹ چلے۔

غزوہ ذوالعشیرہ:

اور اس کے بعد ماہ جمادی الاول میں غزوہ ذوالعشیرہ پیش آیا۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ایک گاؤں ہے۔ یہ اس طرح واقع ہوا کہ رسولخداؐ نے سنا کہ ابوسفیان قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام کا ارادہ رکھتا ہے پس آپ نے ابو سلمۃ بن عبد الاسد المخزومی کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینے میں چھوڑا اور خود ڈیڑھ سو یا دو سو جوانوں کے ہمراہ مدینہ سے کوچ فرمایا آپ نے علم حمزہ بن عبدالمطلب کے سپرد کیا۔ آپ کے ساتھ تیس اونٹ تھے۔ اسطرح آپ فاصلے طے کرتے ہوئے ذوالعشیرہ کی سرزمین تک پہنچے اور وہاں چند دنوں کے لئے پڑاؤ ڈالا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ قریش اس سرزمین سے گذر چکے ہیں۔ اب وہاں سے دائیں طرف چلے گئے چونکہ انہیں قریش وہاں بھی نہ ملے لہذا وہ وہاں سے سقیاء النخل کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں ایک بڑے درخت جس کا نام ذات الساق تھا اس کے سائے میں ڈیرے ڈال دیئے اور نماز پڑھی پھر وہاں سے دیکدان جا پہنچے۔ چنانچہ وہاں اب تک مسجد اور دیگ کا نشان موجود ہے۔ الغرضیکہ وہاں سے پھر قریش کا پیچھا کیا اور سرزمین ضرغد آگئے اور ضرغد سے سرزمین صحیر الرماد پہنچے۔ آپ ان مقامات سے قریش کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آگے بڑھتے گئے پس ایک کنوئیں کے پاس جا پہنچے جس کا نام مشیرب تھا۔ وہاں پانی پیا اور پھر صحیر واپس آ گئے۔ مختصر یہ

کہ یہ لشکر تمام صحراؤں میں قریش کو ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے۔ لامحالہ وہاں سے واپس لوٹے اور ذات العشیر آئے اور وہاں لشکر کو ترتیب دیا۔ اس دوران بنی لخم کے اکابرین جو ذوالعشیرہ کے مقام پر سکونت پذیر تھے۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح صفائی کا مشورہ دیا۔

حضرت علیؑ کو ابوتراب کی کنیت عطا ہوئی :

سنی و شیعہ دونوں کی روایات شاہد ہیں کہ اس سفر میں ایک دن حضرت علیؑ عمار یاسرؓ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ آپؑ کے سر کے قریب سے رسولخداؐ گذر رہے تھے تو فرمایا: ''قم یا اباتراب'' اے ابوتراب اٹھو۔ اور ایک روایت ہے کہ جب آپؑ نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا ''اجلس یا اباتراب'' یا یہ فرمایا ''مالک یا اباتراب''۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اے علیؑ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ بد بخت ترین لوگ کون ہیں؟ علیؑ نے عرض کیا: فرمایئے یا رسول اللہؐ، آنحضرتؐ نے فرمایا: ایک وہ جس نے حضرت صالحؑ کے ناقہ کے ہاتھ و پاؤں کاٹ دیئے اور دوسرا وہ جو تمہارے چہرے اور داڑھی کو خون سے رنگین کر دے گا۔ یہ کہا اور اپنے ہاتھ مبارک علیؑ کے سر اور چہرے پر پھیرے اور آپؑ کی پیشانی سے گرد جھاڑی۔ قصہ مختصر اس سفر کے دوران علیؑ نے ابوتراب کا لقب پایا اور اس کے بعد پیغمبرؐ مدینہ آئے۔

پہلا غزوہ بدر:

اور ماہ جمادی الآخر میں غزوہ بدر الاولی کہ جسے بدر الصغیر بھی کہا جاتا ہے پیش آیا۔ اس طرح کہ پیغمبرؐ کو اطلاع ملی کہ زبن الجابر الفہری مکہ سے ایک گروہ کے ہمراہ نکلا اور مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر آیا اور آنحضرتؐ کے اونٹوں اور دوسرے لوگوں کے حیوانات کو چراگاہوں سے زبردستی مکہ لے گیا ہے۔ رسولخداؐ نے جنگ کے علم کو علیؑ کے سپرد کیا اور خود مہاجرین کی ایک جماعت کو لے کر عازم سفر ہو چلے۔ آپ بدر کے نواح میں سفوان کی منزل پر اتر گئے۔ یہاں پانی کا ایک کنواں بھی تھا۔ آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا۔ آپؐ نے ہر طرف سے مشرکین کے

بارے میں معلومات کیں لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ لامحالہ واپس مدینہ کی راہ لی۔ یہ ماہ جمادی الثانی تھا۔

سریہ عبداللہ بن جحش

ماہ رجب میں سریہ عبداللہ بن جحش بن رباب اسدی پیش آیا۔ یہ عبداللہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا تھا۔

الغرضیکہ پیغمبرؐ نے ماہ رجب کی ایک رات کو، نماز عشاء کے بعد عبداللہ بن جحش کو طلب فرمایا۔ اور حکم دیا کہ صبح میرے پاس آنا مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔ پس وہ صبح سویرے ابی بن کعب کے ہمراہ رسولخداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیغمبرؐ نے سعد بن ابی وقاص الزہری اور عکاشۃ بن محص بن حرثان اسدی اور عتبہ بن غزوان بن جابر السلمی، ابوحذیفہ بن عتبۃ بن ربیعہ ابن عبدالشمس بن عبد مناف، سہیل بن بیضا الحارثی، عامر بن ربیعہ الرائلی، واقد بن عبدالہ الیر بوعی، خالد بن بکیر لیثی اور کچھ دوسرے افراد یعنی کل بارہ افراد کے ہمراہ عبداللہ کے ہمرکاب فرمائے۔ پھر ابی بن کعب کو حکم دیا کہ ایک خط لکھے۔ آپؐ نے اس خط میں مہر لگائی اور عبداللہ کو دے کر فرمایا۔ مکہ کی طرف کوچ کرنے کے تین دن بعد بعد اس خط کو کھول کر اس پر عمل کرو اور یہ جو تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہاری اطاعت نہ کریں تو انہیں تکلیف مت دینا۔ پس عبداللہ مدینہ سے چل پڑا جب تین دن گذر گئے تو خط کھولا۔ اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔ جب بطن نخلہ کے مقام پر پہنچو تو وہاں قریش کے کاروان کا انتظار کرو۔ شاید آپ کو کارواں کے بارے میں کوئی اطلاع ملے۔ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو زبردستی آگے نہ لے جاؤ بلکہ جو واپس جانا چاہے اسے واپس کردو۔ عبداللہ نے جب اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ خط پڑھا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہمیں خدا اور رسولؐ کا فرمان اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے اور آپؐ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ یہ کہہ کر عزم بالجزم کیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس دوران سعد بن وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ جس پر سامان لدا ہوا تھا گم ہو گیا۔ انہوں نے عبداللہ سے اجازت لی اور اونٹ تلاش کرنے کے لئے چل پڑے اور دوسرے عبداللہ کے ساتھ مسافت

طے کر کے بطن نخلہ کے مقام پر آ گئے اور ایک دو دن آرام کیا۔

اسی اثناء میں قریش کا کارواں، جنہوں نے طایف سے واپس آنا تھا آ گئے۔ اُن کے پاس سازوسامان بھی تھا۔ اس قافلے میں عمرو بن الحزرمی، حکم بن کیان، عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ الحزرمی تھے۔ جب انہوں نے اصحاب رسولؐ کو دیکھا تو ڈر گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ یہاں سے جلدی کوچ کر جاؤ مبادا یہ لوگ ہم سے کینہ و عداوت پر اتر آئیں۔ عکاشہ بن محصن اسدی نے لشکر اسلام سے کفار کو دھوکہ دینے کے لئے سر مونڈھوالیا تا کہ وہ یہ سمجھیں کہ یہ لوگ عمرہ کی غرض سے مکہ جا رہے ہیں۔ پس وہی ہوا کہ کفار نے خیال کیا کہ یہ لوگ حج کے ارادے سے مکہ جا رہے ہیں لہذا انہوں نے آرام سے اپنے اونٹوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور کھانے کی دیگیں چڑھا دیں۔

لیکن مسلمانوں کو یہ بھی شک تھا کہ اس دن رجب کی آخری تاریخ یا پہلی شعبان ہے کیونکہ عربوں میں ماہ رجب میں قتل حرام تھا۔ خیر انہوں نے اس قانون کی پرواہ نہ کی اور کفار پر حملہ آور ہو گئے۔ ان میں سے واحد بن عبداللہ تمیمی خوب بہادری سے لڑے اور عمرو بن الحضرمی جو اکابر قریش سے تھا کو حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کر کے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ جب نوفل نے یہ دیکھا تو سارا سازوسامان چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اور اسطرح مسلمان کسی رکاوٹ کے بغیر غنایم اور قیدی لے کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن جب یہ خبر مکہ پہنچی کہ مسلمانوں نے کفار قریش سے لڑائی کی عمرو کو قتل کر ڈالا اور اموال لوٹ لیا تو انہوں نے بہت برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ نے حرام کو حلال کر دیا اور ماہ حرام میں قتل عام کو جائز قرار دے دیا۔ اس کے نتیجے میں مکہ میں مقیم مسلمان بہت شرمندہ ہوئے اور یہودیوں نے اس قتال کو مسلمانوں کے لئے برا شگون قرار دیا اور کہا! اب محمدؐ اور قریش کے درمیان جنگ کی آگ کبھی ٹھنڈی نہ ہوگی۔ وہ ان الفاظ سے برا فال نکالتے اور کہتے تھے۔ ''و اقد عمرو حضر میرا کشت'' یہی وقود آگ جلانے کے معنوں میں آیا ہے۔ پس ''قدت العرب''۔ وہ لفظ عمرو سے جنگ پر دلالت

کرنے کے معنوں میں لیتے اور کہتے تھے: عمرت الحرب اور لفظ حضرمی سے حضرت الحرب لاتے تھے۔ وہ اس طرح کی فضولیات بکتے اور خوش ہوتے تھے۔

المختصر یہ کہ جب عبداللہ جحش مدینے کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے مال غنیمت سے پیغمبرؐ کے لئے خمس علیحدہ کرلیا ابھی تک آیت خمس نہیں نازل ہوئی تھی اور جو کچھ باقی بچا اسے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کیا۔ یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں میں تقسیم ہوا اور پہلا خمس تھا جو جدا کیا گیا۔

غنائم کی تقسیم کے بعد وہ مدینہ میں داخل ہوئے اور سارا ماجرا رسولخداؐ کی خدمت میں بیان کردیا۔ اب آنحضرت کو مشرکین کے طعنے اور یہودیوں کے برا فال نکالنے کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ پس آپؐ نے عبداللہ سے فرمایا: میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ حرام ماہ میں لڑائی مت کریں۔ یہ فرمایا اور حکم دیا کہ کوئی ان غنائم کو ہاتھ نہ لگائے اور قیدی فی الحال قید میں رہیں جب تک حکم خدا نہ آجائے۔ اس وقت اصحاب سریہ اپنے کئے پر نادم ہوئے وہ چند دن بہت پریشان رہے کہ مبادا ان پر کوئی غضب نازل ہو۔ اسی اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"یَسْئَلُونَکَ عَنِ الشَّھرِ الحَرامِ قِتالٍ فِیهِ قُلْ قِتالٌ فِیهِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الحَرامِ وَاِخْراجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ وَالفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ" (قرآن کریم ۲-۲۱۴)

یعنی آپ سے ماہ حرام اور اس میں قتال کے بارے سوال کرتے ہیں۔ کہو اگر چہ ماہ حرام میں جنگ سخت بری بات ہے اور انسان کو راہ خدا سے دور لے جاتی اور کفر ہے۔ لیکن لوگوں کو مسجد حرام سے نکالنا خدا کے نزدیک اس سے بھی بری بات اور قتل سے بھی زیادہ بڑا فتنہ ہے۔

نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت جس میں خدا فرماتا ہے:

"فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ" (قرآن کریم ۹-۵)

منسوخ ہوگئی۔ الغرضیکہ عبداللہ بن جحش اور اصحاب سریہ غم سے رہا اور خوش وخرم

ہو گئے۔ایک روایت کے مطابق یہ اشعار عبداللہ بن جحش کے ہیں:

یعدون قتلا فی الحرام عظیمۃ	واعظم منہ لویری الرشد راشد
صدود کم عما یقول محمد	وکفر بہ واللہ رآہ شاھد
واخراجکم من مسجد اللہ اھلہ	لئلا یری للہ فی البیت ساجد
شھینا من ابن الحضرمی رماحنا	بنخلۃ لما اوقد الحرب واقد
رماوابن عبداللہ عثمان بیننا	ینازعہ غل من القد عائد

اس وقت رسولخداؐ نے اس مال کا خمس قبول کیا اور جو کچھ بچا تھا جس طرح عبداللہ نے تقسیم کیا تھا، تقسیم ہوا۔ایک روایت کہتی ہے یہ اموال وقف کر کے تقسیم کیا گیا۔

المختصر یہ کہ اس طرف سے مکہ والوں نے مشورہ دیا کہ حکم بن کیسان اور عبداللہ جو مدینہ میں قید ہیں، کو رہا کر دیا جائے انہوں نے ان کا جذیہ بھی ادا کیا۔جب ان کا بھیجا ہوا شخص مدینہ آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا تو رسولخداؐ نے فرمایا: اب کچھ روز ہمارے پاس ٹھہریں تا کہ سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان جو اونٹ کی تلاش میں گئے تھے، کی اطلاع ملے۔اگر وہ صحیح سلامت واپس آجائیں تو ہم آپ کے قیدیوں کو رہا کر دیں گے وگر نہ قصاص لیں گے۔وہ چونکہ چند دنوں کے بعد صحیح سلامت واپس آ گئے۔رسولخداؐ نے حکم اور عثمان کو اپنے پاس بلایا اور ہر دو کو اسلام کی دعوت دی۔حکم بن کیسان اسلام لائے اور یہاں ہی رہ گئے یہاں تک کہ غزوہ بئر معونہ میں شہید ہوئے جبکہ عثمان نے فدیہ دیا، مکہ چلا گیا اور آخر کار کافر مرا۔

غزوہ بدر کبریٰ

اور اسی دوسرے سال ہجرت غزوہ بدر کبریٰ پیش آیا جسے بدر قتال بھی کہا جاتا ہے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے جب رسولخداؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو ابو جہل نے آپ کو مندرجہ ذیل پیغام بھیجا: ''قال یا محمد ......

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے کہا اے محمدؐ! یہ ان باطل خیالات کی وجہ سے جنہوں

نے آپؐ کے دماغ میں گھر کرلیا ہے سر زمین مکہ آپؐ پر تنگ ہوئی اور آپ ؐ کو مجبوراً مدینہ جانا پڑا اور یہ خوبی آپ سے اس وقت تک دور نہ ہوگی جب تک آپ ؐ کو ہلاک نہ کردے ۔اور قریش کو بڑھکا کر آپ ؐ کا ساتھی و مددگار نہ بنالے تا کہ آپؐ کے نقصان کا ازالہ کریں۔اور یہ گروہ جو آپ ؐ کی مدد کررہاہے آپؐ پر عاشق نہیں بلکہ آپ ؐ کی مدد کرنے پر مجبور ہیں ۔کیونکہ انہیں دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ کہیں ان پر قہر نہ آجائے اور دشمن کا لشکر ان پر غالب نہ آجائے ۔انہیں دوست، دشمن اور خادم اور غدار کا کچھ پتہ نہیں میں آپؐ سے معذرت خواہ ہوں کہ آپ ؐ کو اس امر کے نقصان سے خبردار کرنا اور اس عمل کی برائی کھول کر بیان کرتا ہوں ۔اب آپؐ کی مرضی ہے جو چاہیں سو کریں ۔

جب یہ پیغام پہنچا تو رسولخداؐ نے قاصد سے کہاتم نے اپنی ڈیوٹی انجام دے دی ہے ۔اب اس کا جواب لیکر جاؤ۔

''اِنَّ اَبَا جَھل بالمکارہ و العطب یھددنی ،و رب العالمین بالنصر و الظفر یعدنی وخبر اللہ اصدق والقبول من اللہ احق ۔لن یضر محمداً من خذلہ او یغضب علیہ بعد ان ینصر اللہ و یتفضل بجودہ و کرمہ علیہ ۔قل لہ یا اباجہل ! انک راسلتنی بما القاہ فی خاطرک الشیطان و انا اجیبک بما القاہ فی خاطری الرحمٰن ۔ان الحرب بیننا و بینک کاینۃ الی تسعۃ و عشرین یوماً و ان اللہ سیقتلک فیھا باضعف اصحابی و ستلقی انت و عتبۃ و شیبۃ و الولید و فلان فی قلیب بدرٍ مقتلین ۔اقتل منکم سبعین و اٰسر منکم سبعین ۔احملھم علی الفداء الثقیل''

فرماتے ہیں ابوجہل مجھے موت سے ڈراتا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ نصرت کا وعدہ فرماتا ہے پس میرے لئے خداوند تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کرنا ہی بہتر ہے نہ کہ ابوجہل کی جھوٹی باتوں پر اعتبار کرنا ۔ابوجہل سے کہو کہ جو کچھ تم نے مجھے پہنچایا ہے وہ شیطان کی تلقین تھی ۔بعد میں جو کچھ کہتا ہوں رحمان کا حکم ہے ۔ٹھیک، انتیس دن بعد ہمارے درمیان موجود آتش جنگ علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور تم کمزور تر لوگوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے ۔اسی طرح عتبہ و شیبہ اور اسطرح ولید بن عتبہ سے لیکر ستر افراد تک شمار کئے کہ یہ سب قتل ہوجائیں گے ۔اور انہیں بدر

کے کنویں میں دفن کر دیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ آپ کے ستر افراد قید ہوں گے اور ان کی رہائی کے لئے آپ کو ایک بڑی رقم فدیہ کے طور پر ادا کرنا پڑے گی۔

پھر اس وقت وہاں موجود مومن، مشرک اور یہود کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا آپ قریش کے مقتل کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ کہا: اگر دکھا دیں تو اچھا ہے۔ فرمایا: بدر کی طرف کوچ کی تیاری کرو تا کہ تمہیں قریش کے زمین پر گرنے کے مقامات کو ایسے روشن کروں کہ ذرا بھر بھی کم و بیش نہ ہو۔

پہلے علیؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے، بسم اللہ، جبکہ دوسروں نے کہا: یہاں سے بدر کا فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ لہذا ہم سواریوں کے بغیر جانے سے تو رہے۔ اور اس سلسلے میں ہمیں کھانے پینے کا سامان اور گھاس وغیرہ کی بھی ضرورت پڑے گی۔ یہودیوں نے کہا: ہم اپنے گھر میں ہی اچھے ہیں اور ہمیں ایسے مشاہدے کی ضرورت نہیں۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں اٹھانا پڑے گی۔ آپ ایک قدم اٹھائیں گے تو دوسرا قدم بدر میں ہوگا۔ کیونکہ خداوند تعالی آپ کے لئے زمین کی طنابیں کھینچ لے گا۔ اس وقت مومنین نے سچے دل اور مشرکین نے امتحان کی خاطر اپنے پاؤں اٹھائے تو اپنے آپ کو بدر میں پایا۔ اب وہ سخت حیران ہوئے۔ پھر فرمایا: کنویں سے لے کر زراعت والی زمین تک پیمائش کرو اور ہر مقام پر فرمایا ''ھذا مصرع ابو جہل و ھذا مصرع فلان'' یہاں تک کہ مشرکین کے ستر افراد کا نام لیا کہ وہ کہاں خاک و خون میں نہائیں گے اور ان کا قاتل کون ہوگا؟

پھر فرمایا: جو کچھ کہا ہے جان لیا ہے۔ عرض کیا: جی ہاں، بالکل۔

فرمایا: ان کلمات کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لو جب تک وہ گھڑی نہیں آ پہنچتی۔ اس وقت آپ کو سمجھ آئے گی کہ میں نے کیا کہا تھا؟ عرض کیا: ہمارے پاس نہ تو قلم ہے اور نہ کاغذ: یہ دیکھو ملائکہ لکھ رہے ہیں۔

''قال: یا ملائکہ ربی! اکتبوا ما سمعتم من ھذہ القصۃ فی اکتاف واجعلوا فی کم کل واحد منھم کتفا من ذلک''

یعنی اے میرے پروردگار کے ملائکہ! جو کچھ آپ نے سنا ہے اسے لکھ کر ان کی آستینوں اور کندھوں میں رکھ دو۔ پھر اس گروہ سے فرمایا: آپ اپنی آستینوں اور کندھوں میں تلاش کریں۔ پس جس کسی نے ہاتھ ڈالا تو ایک رقع لکھا ہوا پایا جس میں ساری صورتحال رقم تھی اور مزید فرمایا:

''ثم قال: ان ذلک لحق کائن بعد ثمانیۃ وعشرین یوماً من الیوم فی الیوم التاسع والعشرین وعداً من اللہ مفعولاً وقضاءً حتماً لازماً''

پس لوگ دن گننے میں لگ گئے یہاں تک کہ اٹھائیس دن بیت گئے اور انتیسویں دن جنگ بدر پیش آئی۔ اب سب نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ وجہ یہ تھی کہ چونکہ غزوہ ذوالعشیرہ میں رسولخداؐ نے قریش کے کارواں کو نہ پایا تھا لہذا جبرائیلؑ نے وعدہ کیا تھا کہ ان کا تصادم آپ سے ضرور ہوگا۔

پس اُس وقت جب ابوسفیان دوسرے چالیس اکابرین کے ہمراہ شام سے مکہ واپس ہو رہا تھا تو مدینہ میں اس کی اطلاع ملی۔ رسولخداؐ نے طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ لوگ جب مدینہ سے باہر نکلے تو راستہ بھول گئے اور اپنی منزل تک نہ پہنچ سکے۔ پس احمد بن عاصم الجہنی و عدی بن عمر اور ایک روایت کے مطابق بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغبا کو مامور کیا اور یہ لوگ نجبار کی سرزمین پر گئے اور ایک شخص کے گھر میں داخل ہوئے جس کا نام کشد جہنی تھا، داخل ہوئے اور کشد نے ان دونوں کو چھپا کر اپنے گھر میں پناہ دی۔ کاروان کے آنے سے ایک رات قبل احمد اور عدی نے سنا کہ دو عورتیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں ایک کہہ رہی تھی: وہ رقم جو مجھ سے تم نے قرض لی تھی، واپس کرو۔ دوسری نے جواب میں کہا: ٹھہرو، قریش کے کارواں کو آنے دو۔ میں نے ان کے ہاتھ اپنا سامان فروخت کر کے تمہارا قرض اتار دوں گی۔ اس نے کارواں کی آمد کے بارے پوچھا: کہا ''انما العیر غداً و بعد غد قد نزلت'' یعنی کارواں کل یا پرسوں آئے گا۔ جب احمد و عدی نے یہ باتیں سنیں تو مدینہ کی راہ

لی۔ ان کے ساتھ کھشد جہینی بھی آیا تا کہ خطرناک مقام تک ان کی راہنمائی کرے۔ لیکن اس طرف سے جب ابوسفیان دوسرے دن بدر پہنچا تو اس نے مجدی بن عمرو جہینی کو دیکھا کہ وہاں موجود ہے۔ عربوں کے ہاں رسم و رواج تھا کہ جب کارواں کی خبر ملتی تو گھاس و خوراک وغیرہ لے کر وہاں پہنچ جاتے اور اسطرح اسے بیچ کر خوب کمائی کرتے۔ پس ابوسفیان نے مجدی سے پوچھا: کیا تمہیں محمدؐ کے جاسوسوں اور مدینہ کے ڈاکوؤں کے بارے میں علم ہے؟ کہا: میں نے وہ نہیں دیکھے لیکن دو اونٹ سوار دیکھے تھے۔ جو یہاں آئے، پانی کی مشکیں بھریں اور چلتے بنے۔ ابوسفیان تھکا ماندہ تھا وہیں بیٹھ گیا اور اونٹوں کے گوبر کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے ایک کو توڑ کر دیکھا تو اس میں کھجور گٹھلی پائی۔ اس نے قسم اٹھائی کہ ان اونٹوں نے یثرب کی گھاس کھائی ہے۔ ہو نہ ہو محمدؐ کے جاسوس یہاں ٹھہرے ہیں اور بعید نہیں کہ ان کا لشکر یہیں کہیں چھپا ہوا ہو۔ یہ کہہ کر وہاں سے شام کے راستے پر چل پڑا، جب سرزمین نقرہ پہنچا تو اس نے ضمضم بن عمرو خزاعی کو اپنے پاس بلایا، اسے ایک تیز رفتار اونٹ اور دس دینار زر سرخ دے کر ہدایت کی کہ وہاں سے مکہ تک چھ دن کی مسافت کو تین دن میں طے کرے اور قریش مکہ کو کہیں کہ اپنے اموال کی حفاظت کی خاطر کارواں قریش سے آ ملیں اور اس کے علاوہ وہ مسلمانوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھے اور ان سے قریش مکہ کو مطلع کرے۔

اسی اثناء میں اتفاق سے عمرو بن عاص کارواں لیکر ساحل کے کنارے کنارے چلتے ہوئے جدہ آ پہنچا اور وہاں سے تین دن کا فاصلہ طے کر کے مکہ وارد ہو چکا تھا۔ چنانچہ نہ تو اس کو پیغمبرؐ کی اور نہ ہی قریش کو اس کی اطلاع تھی۔ جس وقت وہ مکہ پہنچا تو قریش کا لشکر باہر جا چکا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر ابھی آئے گا۔ لیکن اس طرف سے چونکہ احمد اور رعدی کو نکلے ہوئے دس دن ہو چلے تھے۔ لہذا آپ نے عمرو بن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے، پیر کے دن ماہ رمضان کی تیسری تاریخ کو، قیس بن صعصعہ کو پیدل فوج کا کمانڈر مقرر کر کے مدینہ سے ایک میل کی مسافت طے کر کے ابوعنبہ کے کنویں کے پاس خیمے گاڑ لئے۔ یاد رہے کہ ابی صعصعہ کا نام عمرو بن یزید بن

عوف بن مبذول ہے۔ آپ نے یہاں کم سن بچوں جن میں عبداللہ بن عمرو، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، اسید بن ظہیر، عمیر بن ابی وقاص، براء بن عازب، زید بن ارقم اور زید بن ثابت کو مدینہ واپس جانے کے لئے کہا، ان میں سے عمیر بن ابی وقاص رہ گئے کیونکہ انہوں نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص سے ٹھہرنے کی سفارش کروائی جوان کے حق میں قبول کر لی گئی۔ اس وقت عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اس جنگ میں فاتح آپؐ ہوں گے۔ کیونکہ جب ہمیں کوہ حسیکہ (مدینے کے قریب ایک پہاڑ) کے قریب جنگ درپیش ہوئی تو ہم نے ان کم عمر نوجوانوں کو اکٹھا کر کے ایک لشکر ترتیب دیا تو وہ ان پر غالب آ گئے اور اس طرح ہمیں بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

جب پیغمبرؐ بیوت سقیا میں اترے تو اصحاب سے فرمایا: کنویں سے پانی لائیں پہلے آپ نے خود پیا اور نماز ادا کی اور مدینہ کے لوگوں کے لئے دعائے خیر فرمائی اور کہا:

''اللھم اِنَّ ابراھیم عبدک وخلیلک ونبیک دعاک لاھل مکۃ وانی محمد عبدک ونبیک ادعوک لاھل المدینۃ: ان تبارک لھم فی صاعھم ومدھم وثمارھم۔ اللھم حبب الینا المدینۃ واجعل ما بھا من الوبا بخم اللھم انی حرمت مابین لابتیھا کما حرم ابراھیم خلیلک مکۃ''

آپؐ نے مدینہ سے باہر نکلتے ہی فرمایا: اصحاب اپنا روزہ کھول دیں لیکن بعض نے آپؐ کی اطاعت میں پس و پیش کیا تو دوسرے دن پھر منادی کروائی کہ: یا معشر العصاق انی مفطر فافطروا'' یعنی اے میرے نافرمانو! میں نے روزہ افطار کرلیا ہے لہذا تم بھی افطار کرلو۔ پس انہوں نے اس تاکید پر افطار کیا۔ اس لئے شیعہ علماء کہتے ہیں کہ صحابہ رسولخداؐ کے زمانے میں نافرمانی کرتے تھے۔ لہذ البعید نہیں کہ وہ آنحضرتؐ کے بعد گناہ کرتے رہے ہوں۔

بدری لشکر کے نام:

قصہ یہ کہ رسولخداؐ نے قیس بن ابی صعصعہ سے جا ملنے کے لئے لشکر ترتیب دیا۔ کہا جاتا ہے جو کوئی بدری صحابہ کے ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے خدا کو یاد کرے اور اس دوران خدا سے جو

سوال کرے گا پورا ہوگا۔ مزید یہ کہ میں نے اس کتاب "ناسخ التواریخ" کو اس انداز میں رقم کیا ہے کہ اس کے قاری کو کسی دوسری کتاب سے رجوع کی حاجت نہ رہے۔

الغرض یہ کہ بدری صحابہ جو جنگ میں موجود تھے اور چند وہ افراد جو غائب تھے لیکن انہوں نے بھی لڑنے والوں کی مانند مال غنیمت سے حصہ لیا۔ رسولخداؐ کو ملا کر کل تعداد ۳۱۴ تھی۔ مہاجرین کے گروہ سے ۸۳ افراد، قبیلہ اوس سے ۶۱ افراد اور خزرج قبیلہ سے ۱۷۰ افراد، اب مزید ان کی تشریح کرتے ہیں۔

مہاجرین قریش سے بنی ہاشم، بنی مطب بن عبد مناف، کل بارہ افراد: پہلے رسولخداؐ دوسرے علیؑ ابن ابیطالبؑ، تیسرے حمزہ بن عبدالمطلب، چوتھے زید بن حارثہ بن شرجیل الکلبی، پانچویں انسۃ الحبشی، رسولخداؐ کے غلام، چھٹے ابوکشتہ الفارسی، رسولخداؐ کے غلام، ساتویں ابومرثد کنانہ بن حصین، آٹھویں مرثد بن ابی مرثد، حمزہ کے ساتھی، نہویں عبیدۃ بن الحارث بن عبدالمطلب، دسویں عبیدہ کے بھائی طفیل بن الحارث، گیارھویں ان کے دوسرے بھائی حصین بن الحارث، بارھویں مسطح، ھوعوف بن اثاثہ بن عباد بن المطلب اور سولھواں افراد بنی عبد شمس سے تھے، پہلے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ، دوسرے ابوحذیفہ بن ربیعہ بن عبد شمس، ابوحذیفہ کا نام مہشم تھا۔

تیسرے ابوحذیفہ کے غلام سالم اور سالم کی والدہ ثبیہ، یعار بن زید بن سبیہ کی بیٹی تھیں اور بعض کا خیال ہے کہ ابی العاص بن امیہ کے غلام صبیح بھی بدر کی طرف گئے تھے لیکن راستے میں بیمار پڑ گئے تو انہیں ابوسلمہ بن عبدالاسد اپنے اونٹ پر سوار کر کے بدر لائے۔ چوتھے بنی عبدالشمس کے خلفاء سے تھے جن کا نام عبداللہ بن جحش بن رباب الاسدی ہے۔ پانچویں عکاشہ بن محصن بن حرثان اسد، چھٹے شجاع بن وہب اسدی، ساتویں ان کے بھائی عقبہ بن وہب آٹھویں یزید بن رقیش بن رباب الاسدی، نہویں عکاشہ کے بھائی ابوسنان، دسویں ان کے بیٹے سنان بن ابی سنان گیارھویں محرز بن فصلۃ الاسدی، بارھویں ربیعہ بن اکثم الاسدی، تیرھویں بنی کبیر بن غنم کے

خلفاء سے تھے۔ جن کا نام ثقف بن عمرو، چودھویں ان کے بھائی مالک بن عمرو، پندرھویں ان کے دوسرے بھائی مدلج بن عمرو اور ان کا تعلق آل بنی سلیم سے تھا، سولھویں ان کے ساتھی ابو مخشی الطائی جن کا نام ابو مخشی سوید بن مخشی ہے۔

اور بنی نوفل بن عبد مناف سے دو افراد تھے۔ پہلے عتبہ بن غزوان دوسرے ان کے غلام خباب۔

اور بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کے تین افراد تھے، زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد دوسرے حاطب بن ابی بلتعۃ لخمی، ابی بلتعہ کا نام عمرو ہے۔ تیسرے حاطب کے غلام سعد الکلبی۔

اور بنی عبد الدار بن قصی سے دو افراد تھے: پہلے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی، دوسرے سویبط بن سعد بن حرملہ اور بنی زہرۃ بن کلاب آٹھ افراد تھے: پہلے عبد الرحمان بن عبد الحارث بن زہرہ، دوسرے سعد بن ابی وقاص اور ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب زہری ہے۔ تیسرے ان کے بھائی عمیر بن ابی وقاص چوتھے ان کے خلفاء مقداد بن عمر بن بلتعہ، پانچویں عبد اللہ بن مسعود بن حارث، چھٹے مسعود بن ربیعہ بن عمر، یہ گروہ قارہ سے تھے اور کماندار کے عہدے پر فائز تھے۔ ساتویں ذو الشمالین اور ان کا نام عمیر بن عبد عمرو ہے۔ آپ بائیں ہاتھ سے کام کرتے تھے اس لئے اعسر کہلاتے تھے۔ اور ان کو ذو الشمالین کہا جاتا تھا۔ آٹھویں بنی تمیم سے جناب بن ارت تھے اور ایک روایت کے مطابق خزاعہ سے تھا۔

اور بنی تمیم بن مرہ کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابو بکر جن کا نام عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم اور لقب عتیق تھا۔ دوسرے ابو بکر کے غلام بلال بن رباح تھے۔ انہوں نے انہیں امیہ بن خلف سے خریدا تھا۔

تیسرے ابو بکر کے غلام عامر بن فہیرہ، چوتھے صہیب بن سنان بن النمر بن قاسط، عبد اللہ بن جدعان بن عمرو، پانچویں طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم جو شام میں تھے لیکن بعد میں لوٹ کر بدر آگئے تھے اور پیغمبرؐ نے انہیں ان کا حصہ دیا۔

بنی مخزوم بن یقظۃ بن مرۃ کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابو سلمۃ بن عبد الاسد جن کا نام عبید اللہ تھا۔ دوسرے شماس بن عثمان بن الشوید کہ جن کا نام بھی عثمان بن عثمان تھا۔ اپنی سخاوت اور خوبصورتی کی بنا پر یہ نام پایا۔ تیسرے ارقم بن ابی ارقم ابی ارقم کا نام عبد اللہ بن مناف ہے۔ چوتھے عمار بن یاسر عبسی قبیلہ مذحج سے تھے۔ پانچویں معصب بن عوف بن عامر وہ جماعت خزاعہ سے ان کے ساتھی تھے۔

گروہ بن عدی بن کعب سے چودہ افراد تھے۔ پہلے عمر بن الخطاب بن نوفل بن عبد العزی بن عبد اللہ بن قرط بن رباح بن رزاح، دوسرے ان کے بھائی زید بن الخطاب، تیسرے عمر بن الخطاب کے غلام مجمع، آپ یمنی تھے۔ چوتھے عمرو بن سراقہ بن المعتمر بن انس، پانچویں ان کے بھائی عبد اللہ بن سراقہ، چھٹے واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف اور ان کے ساتھی یہ تھے۔ ساتویں خولی بن ابی خولی، آٹھویں مالک بن ابی خولی کے بھائی اور ان کے خلیفہ بھی تھے۔ ابی خولی کا قبیلہ بنی عجل سے تھے۔ نہویں عامر بن ربیعہ جو قبیلہ عنز بن وائل سے تھے اور بنی خطاب کے ساتھی تھے۔ دسویں، عامر بن بکیر بن عبد یالیل، گیارھویں ان کے بھائی عاقل بن بکیر، بارھویں ان کے دوسرے بھائی خالد بن بکیر، تیرھویں ان کے دوسرے بھائی ایاس بن بکیر یہ بھی خلفائے بنی عدی سے ہیں۔ چودھویں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، یہ بھی پیغمبرؐ کے بدر سے واپس آنے کے بعد سفر شام سے لوٹے اور مجاہدین کے زمرے میں شمار ہوئے اور مال غنیمت سے حصہ لیا۔

گروہ بنی جمح عمرو بن ھصیص بن کعب سے پانچ افراد تھے: پہلے عثمان بن مظعون بن حبیب، دوسرے ان کے فرزند سایب بن عثمان، تیسرے ان کے بھائی قدامۃ بن مظعون، چوتھے ان کے ایک اور بھائی عبد اللہ بن مظعون، پانچویں معمر بن الحارث بن معمر بن حبیب بن وہب۔

اور بنی سہم گروہ سے ایک ہی شخص تھا: خنیس بن حذاقہ بن قیس۔

اور قبیلہ بنی عامر بن لوی اور بنی مالک کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابو اسیرۃ بن

ابو درہم بن عبد العزی، دوسرے عبد اللہ بن مخرمۃ بن عبد العزی بن ابی قیس، تیسرے عبد اللہ بن سہیل ابن عمرو بن عبد شمس، چوتھے سہیل بن عمرو کے غلام عمر بن عوف، پانچویں سعد بن خولد، آپ یمنی اور ان کے ساتھی تھے۔

اور گروہ بنی حارث بن فہر سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابوعبیدہ بن عبد اللہ بن الجراح، ابوعبیدہ کا نام عامر ہے۔ دوسرے عمرو بن الحارث بن زہیر، تیسرے سہیل بن وہب بن ربیعہ، چوتھے ان کے بھائی صفوان بن وہب، پانچویں عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ۔

یہ کل ۸۳ افراد کا گروہ تھا، ابن اسحٰق جس کا شمار اکابر مورخین میں ہوتا ہے۔ یہی کہتا ہے اور بعض مورخین نے بدر میں مہاجرین کی تعداد ۸۶ افراد بتائی ہے اور ان تین افراد کا اضافہ کیا ہے۔ پہلے وہب بن ابی سرح دوسرے حاطب بن عمرو اور بنی عامر بن لوی بن غالب سے تھا۔ تیسرے غیاظ بن ابی زہیر اور وہ بنی حارث بن فہر کے گروہ سے تھے۔

اب دوبارہ قبائل انصار کی طرف واپس آتے ہیں۔ پہلے اوس کے افراد کو گنتے ہیں گروہ اوس بن حارثہ کے پندرہ افراد تھے۔ پہلے سعد بن معاذ بن النعمان بن امرءالقیس بن زید بن عبد الاشہل، دوسرے ان کے بھائی عمرو بن معاذ بن النعمان، تیسرے حارث بن اوس بن معاذ بن النعمان، چوتھے حارث بن انس بن رافع بن امراءالقیس، پانچویں سعد بن زید بن مالک بن عبید بن کعب بن عبد الاشہل، چھٹے سلمۃ بن سلامۃ بن وقش بن زغبۃ بن زعوراء بن عبد الاشہل، ساتویں سلمۃ بن ثابت بن وقش، آٹھویں رافع بن کرز بن سکن بن زعوراء، نہویں حارث بن ضرمۃ بن عدی آپ کے ساتھی عوف بن غزرج سے تھے۔ دسویں محمد بن سلمۃ بن خالد بن عدی جو بنی حارث بن الحارث کے گروہ سے تھے۔ گیارہویں سلمۃ بن اسلم بن حریش بن خالد بن عدی، گروہ بنی حارث بن الحارث سے یہ دو افراد ان کے ساتھی تھے۔ بارہویں ابوالہیثم بن التیہان، تیرہویں ان کے بھائی عتبہ بن التیہان، چودہویں ایک روایت کے مطابق علیک ابن التیہان تھے۔ پندرہویں عبد اللہ بن سہل جو بنی زعورا سے تھے اور ایک روایت کے مطابق قبیلہ غسان سے

تھے۔

بنی ظفر کے گروہ سے جن کا نسب سواد بن کعب سے جا ملتا ہے دو افراد تھے۔ پہلے قتادہ بن النعمان بن زید بن عامر بن سواد، دوسرے عبیدہ بن اوس بن مالک بن سواد و اور آپ کو مقرن کہتے تھے۔ ''لانہ قرن اربعۃ اسری یوم بدر''

اور بنی عبد بن رزاح بن کعب کے گروہ سے تین افراد تھے پہلے نضر بن الحارث ابن عبد دوسرے معتب بن عبد، تیسرے بنی بلی کے گروہ سے عبداللہ بن طارق ان کے ساتھی تھے۔

اور گروہ حارث بن خزرج سے تین افراد تھے: پہلے مسعود بن سعد بن عامر بن عدی، ایک اور روایت کے مطابق مسعود بن عبد سعد ہیں۔ دوسرے ابوعبس بن جبیر بن عمرو تیسرے ابو بردۃ بن نیاز اوران کے نام ہانی ہے جو بنی بلی سے ان کے ساتھی تھے۔

بنی عمر بن عوف بن مالک بن الاوس کے گروہ اور قبیلہ بنی صنیعۃ بن زید ابن مالک بن عوف سے پانچ افراد تھے۔ پہلے عاصم بن ثابت بن القیس بن ابوالافلح بن عصمۃ بن مالک بن امیہ بن صنیعۃ بن زید، دوسرے معتب بن قشیر بن مالک بن ملیک ابن زید بن العطاف بن صنیعۃ، تیسرے ابوملیک بن الازعر بن زید بن العطاف بن صنیعۃ، چوتھے عمرو بن سعید بن الازعر، اور ایک روایت کے مطابق انہیں عمیر بن معبد کہا جاتا ہے۔ پانچویں سہل بن حنیف بن واہب بن العکیم۔

اور بنی امیہ بن زید بن مالک کے گروہ سے نو افراد تھے۔ پہلے بشیر بن عبدالمنذر بن زبیر بن امیہ، دوسرے رواعۃ بن عبدالمنذر بن زبیر، تیسرے سعد بن عبید بن النعمان بن قیس، چوتھے عویم بن ساعدہ، پانچویں رافع بن عنجدہ کہا جاتا ہے۔ کہ عنجدہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ چھٹے عبید بن ابی عبید، ساتویں ثعلبۃ بن حاطب، آٹھویں ابا لبابہ بن بشیر بن عبدالمنذر، نہویں حارث بن حاطب بن عمرو بن عبد۔ کہا جاتا ہے کہ ابالبابہ اور حارث رسولخداؐ کے ساتھ باہر نکلے اور روحا کی منزل سے ان کی واپسی کا حکم دیا، پیغمبر اکرمؐ نے ان دونوں کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔

اور بنی عبید بن زید بن مالک کے گروہ سے سات افراد تھے۔ پہلے انیس بن قتادہ بن ربیعۃ بن خالد، دوسرے ان کے ساتھی جو بنی معن بن عدی بن جدرۃ بن عجلان بن صنیعہ اور ثابت بنی اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن العجلان، تیسرے ربعی بن رافع بن زید بن الحارثہ بن جدرہ بن عجلان، چوتھے عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن الحارث بن عدی بن العجلان، پانچویں زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن العجلان، چھٹے عاصم بن عدی بن جدرہ بن العجلان، ان کو رسولخدا نے دوبارہ مدینہ بھیجا اور مجاہدین کا حصہ دیا۔

اور بنی جحجبی بن کلفۃ بن عوف کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحۃ بن الجلاح، دوسرے ان کے ساتھی بنی امیق سے ابو عقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ۔

گروہ بنی غنم بن اسلم بن امرءالقیس بن مالک بن اوس سے پانچ افراد تھے۔ پہلے سعد بن خثیمہ بن الحارث دوسرے منذر بن قدامۃ تیسرے مالک بن قدامۃ ابن عرفجہ چوتھے حارث بن عرفجہ پانچویں غنم کے غلام تمیم اور ایک روایت کے مطابق سعد بن ابن خثیمہ کے غلام۔

بنی معاویہ بن مالک بن عوف کے گروہ سے تین افراد تھے۔ پہلے جابر بن عتیک ابن الحارث بن قیس، دوسرے مالک بن نمیلہ جو بنی مزینہ سے ان کے ساتھی تھے۔ تیسرے نعمان بن عصر بھی جو بلی گروہ سے تھے۔ ان کے ساتھی تھے۔ یہ سارے اوس قبائل کے افراد تھے جن کی کل تعداد ۱۶ افراد تھے۔

اب دوبارہ خزرج کے گروہ کی طرف آتے ہیں۔ بنی خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ کے چار افراد تھے۔ پہلے خارجۃ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرءالقیس، دوسرے سعد بن ربیع بن عمرو بن عمرو بن ابی زہیر، تیسرے عبداللہ بن رواحہ بن امراء بن امرءالقیس، چوتھے خلاد بن سویہ بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثۃ بن امرءالقیس۔

بنی زید بن مالک بن ثعلبہ کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے بشیر بن سعد بن ثعلبہ دوسرے ان کے بھائی سماک بن سعد اور بنی عدی بن الکعب بن الخزرج سے تین افراد تھے۔ پہلے

سبیع بن قیس بن عشیہ، دوسرے ان کے بھائی عباد بن قیس تیسرے عبداللہ بن قیس اور بنی احمر بن حارثہ بن ثعلبہ کے گروہ سے ایک شخص تھا: یزید بن حارث ابن قیس۔

اور بنی جشم بن حارث بن خزرج و زید بن حارث کے گروہ سے چار افراد تھے: پہلے حبیب بن سیاف بن عتبۃ بن عمرو، دوسرے عبداللہ بن زید بن ثعلبہ، تیسرے ان کے بھائی حریث بن زید چوتھے سفیان بن بشر اور ایک روایت کے مطابق بشیر۔

بنی جدادۃ بن عوف کے گروہ سے چار افراد تھے۔ پہلے تمیم بن یعار بن عدی، دوسرے عبداللہ بن عمیر جو بنی

حارثہ سے تھے۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق عبداللہ بن عمیر بن عدی بن امیہ بن جذادہ۔

اور بنی الابجر کے گروہ سے جنہیں بنی جدرۃ بھی کہا جاتا ہے، سے بنی جدرۃ بن عوف بن حارث بن خزرجند سے ایک شخص تھا: عبداللہ بن قیس بن عمرو بن عباد بن الابجر۔

اور بنی عوف بن خزرج کے گروہ سے جو بنی عبید بن مالک بن سالم بن غنم ابن عرف بن خزرج جنہیں بنی حبلی کہا جاتا ہے ان کا نسب سالم بن غنم بن عوف تک جا پہنچتا ہے اور سالم کو حبلی کا نام دیتے تھے اور یہ دو افراد تھے: پہلے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن مالک بن الحارث بن عبید اللہ جو ابن سلول کے نام سے مشہور تھے۔ اور یہ ابن ابی کی ماں کا نام ہے۔ اس وجہ سے کبھی عبداللہ کو ابن سلول کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات اسے والد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی عبداللہ بن ابی۔ یہ شخص خود منافق تھا اور اس کا بیٹا جس کا نام بھی عبداللہ تھا مومن و موحد تھا۔ دوسرے اوس بن خولی بن عبداللہ بن الحارث ابن عبید تھے۔

اور بنی جزی بن عدی بن مالک کے گروہ سے چھ افراد تھے: پہلے زید بن ودیعۃ ابن عمرو بن قیس بن جزی دوسرے اس کے ساتھی عقبۃ بن وہب بن کلدہ۔ اور وہ بنی عبداللہ بن غطفان سے تھے تیسرے رفاعۃ بن عمرو بن زید، چوتھے ان کے ساتھی تھے عامر بن سلمہ بن عامر، جن کا تعلق یمن سے تھا۔

ابن ہشام کا قول ہے کہ ان کا نام عمرو بن سلمہ تھا وہ بلی کے گروہ اور قضاعہ قبیلے سے تھے

۔پانچویں ابوخمیصہ معبد بن عباد بن قشیر، چھٹے عامر بن الکبیر، یہ بھی مذکورہ افراد کے ساتھی تھے۔ابن ہشام کہتا ہے: ان کا نام عامر بن العکیر تھا اور انہیں عاصم بن العکیر بھی کہا جاتا ہے۔

بنی سالم بن عوف بن عمرو کے گروہ سے ایک شخص تھا: نوفل بن عبداللہ ابن فضلہ۔

اور بنی اصرم بن فہیر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف اور ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق یہ سالم کے فرزند ہیں اور ابن ہشام کی روایت کے مطابق سالم کے بھائی ہیں یہ دو افراد تھے: پہلے عباد بن الصامت بن قیس بن اصرم دوسرے ان کے بھائی اوس بن الصامت اور بنی دعد بن فہیر بن ثعلبہ بن غنم کے گروہ سے ایک شخص تھا نعمان بن مالک بن ثعلبہ، نعمان کو قوتل کہتے تھے۔

اور بنی قربوش بن غنم بن امیہ سے ایک روایت کے مطابق غنم بن ثابت تھے یہاں قربوس سین مہملہ کے ساتھ بھی آتی ہے۔

اور بنی مرضحۃ کے گروہ سے ایک شخص تھا اور مالک بن الاحشم ابن مرضحہ تھے۔

اور بنی لوی بن سالم کے گروہ سے تین افراد تھے۔ پہلے ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم، دوسرے ان کے بھائی ورقہ بن ایاس، تیسرے عمرو بن ایاس جو ان کے ساتھی بھی تھے۔ان کا تعلق یمن سے تھا۔ابن ہشام کہتا ہے ان کی والدہ کا نام غصینہ اور والد کا نام عمرو بن عمارہ ہے اور گروہ خزرج سے پانچ افراد تھے: پہلے مجدورحمن کا نام عبداللہ بن زیاد بن عمرو بن رمرمہ ہے۔دوسرے عباد بن الخشخاش بن عمرو بن رمرمہ، تیسرے بخاف بن ثعلبہ بن خزمہ، چوتھے عبداللہ بن ثعلبہ بن خزمہ، پانچویں ان کے ساتھی عتبہ بن ربیعہ بن خالد تھے۔

بنی ساعد بن کعب بن الخزرج کے گروہ سے اور بنی ثعلبہ بن الخزرج کے قبیلہ سے دو افراد تھے: پہلے ابودجانہ جو سماک بن خرشہ کہلاتے تھے ابن ہشام کہتا ہے سماک بن اوس بن خرشہ، دوسرے منذر بن عمرو بن خنیش، ابن ہشام کہتا ہے عمرو بن خنیش۔

اور بنی الید بن عامر بن عوف کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے ابواسید مالک بن ربیعہ

دوسرے مالک بن مسعود اور وہ ابوالیدی اور ایک روایت کے مطابق مسعود بن الیدی تھے۔

اور بنی طریف بن الخزرج بن ساعدہ کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے کعب بن خمان بن ثعلبہ، یہ جہینہ کے رہنے والے اور ان کے ساتھی تھے۔ ابن ہشام کے بقول کعب بن جماز اور وہ غبشان سے تھے۔ دوسرے حمزہ تیسرے زیاد، چوتھے بسبس اور وہ بنی عمرو ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں: ضمیرہ اور بشر کے بہت سے فرزند ہیں چوتھے عبداللہ بن عامر جن کا تعلق قبیلہ بلی سے ہے۔

اور گروہ بنی جشم الخزرج اور بنی سلمہ بن سعد سے بارہ افراد تھے۔ پہلے خراش بن الصمت بن عمرو بن الجموع، دوسرے حباب بن المنذر بن الجموع، تیسرے عمیر بن الحمام بن الجموع چوتھے خراش بن الصمت کے غلام تمیم، پانچویں عبداللہ بن عمرو بن خزام، چھٹے معاذ بن عمرو بن الجموع، ساتویں معوذ بن عمرو بن الجموع، آٹھویں خلاد بن عمرو بن الجموع، نہویں عقبہ بن عامر بن نالی، دسویں ان کے غلام حبیب بن اسود، گیارہویں ثابت بن ثعلبہ بن زید، ان ثعلبہ کو جزع کہا گیا ہے۔ بارہویں عمیر بن الحارث بن ثعلبہ، ابن ہشام نے ان کا نام ونسب اسطرح لکھا ہے: عمیر بن الحارث بن لبدۃ بن ثعلبہ۔

اور بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب سے نو افراد تھے: پہلے بشر بن البراء بن معرور بن صغر بن خنسا، دوسرے طفیل بن مالک بن حنسا، تیسرے طفیل بن نعمان بن حنسا، چوتھے سنان بن صیفی بن صغر بن خنسا پانچویں عبداللہ بن جدرہ بن قیس ابن صغر بن خنسا چھٹے عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن حنسا، ساتویں جبار بن صغر بن امیہ بن خنسا، آٹھویں خارجہ بن حمیر، نہویں عبداللہ بن حمیر، خارجہ وعبداللہ ان کے ساتھی تھے۔

قبیلہ بن دھمان سے اشجع کا گروہ۔

بنی خناس بن سنان بن عبید سے سات افراد تھے۔ پہلے یزید بن منذر ابن سرح بن خناس، دوسرے معقل بن منذر بن سرح بن خناس، تیسرے عبداللہ بن النعمان ابن بلدمہ اور

بلذمہ بذال معجمہ بھی کہا گیا ہے ۔چوتھے ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ ۔پانچویں سواد بن زریق بن ثعلبہ۔ ابن ہشام کہتا ہے: سواد بن ازرم بن زید بن ثعلبہ، چھٹے معبد بن قیس بن صخر بن حزام، ابن ہشام کے بقول: معبد بن صیفی بن صخر بن خرام، ساتویں عبداللہ صخر بن خرام۔

اور بنی نعمان بن سنان بن عبداللہ کے گروہ سے چار افراد تھے۔ پہلے عبداللہ بن مناف بن النعمان، دوسرے جابر بن عبداللہ بن رباب بن النعمان، تیسرے خلیدہ بن قیس بن النعمان چوتھے ان کے غلام نعمان بن سنان۔

بنی سواد بن تمیم بن کعب بن سلمہ بن تمیم بن کعب بن سلمہ اور بنی عدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد، یہاں ابن ہشام کا قول ہے کہ عمرو بن سواد تھے۔اور ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ جس کا نام غنم ہو، بہرکیف ان سے چار افراد تھے: پہلے ابوالمنذر رجویزید بن عامر بن حدیدہ، دوسرے سلیم بن عمرو بن حدیدہ، تیسرے قطبہ بن عامر بن حدیدہ، چوتھے سلیم بن عمرو کے غلام عنترہ، ابن ہشام کے بقول عنترہ بن سلیم بن منصور جن کا گروہ بنی ذکوان ہے۔

اور بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے چھ افراد تھے۔ پہلے ثعلبہ بن عنمہ بن عدی، دوسرے عبس بن عامر بن عدی، تیسرے ابوالیسر جو کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد، چوتھے سہل بن قیس بن نابی بن کعب بن قیس بن کعب بن سواد، پانچویں عمرو بن طلق بن زید بن امیہ، چھٹے معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس۔

اور بنی نصیر بن عامر کی جماعت سے سات افراد تھے۔ پہلے قیس بن محصن بن خالد بن مخلد۔اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ قیس بن حصین تھے۔دوسرے ابو خالد جن کا نام حارث بن قیس بن خالد بن مخلد، تیسرے جبیر بن ایاس بن خالد بن مخلد، چوتھے ابوعبادہ اور ان کا نام سعد بن عثمان ابن خلدہ بن مخلد تھا۔پانچویں ان کے بھائی عقبہ بن عثمان تھے۔ چھٹے ذکوان بن عبد بن قیس بن خلدہ بن مخلد ساتویں مسعود بن خلدہ بن عامر بن مخلد۔

اور بنی خالد بن عامر بن زریق کی جماعت سے ایک شخص تھے، جن کا نام عبادۃ بن قیس

بن خالد تھا۔

بنی خلدۃ بن عامر بن زریق کی جماعت سے پانچ افراد تھے۔ پہلے اسعد بن یزید بن فاکہہ بن یزید بن خلدہ، دوسرے فاکہتہ بن بشر بن الفاکہتہ بن زید بن خلدۃ، ابن ہشام کہتا ہے: بشر بن فاکہتہ، تیسرے معاذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ، چوتھے عابد بن ماحص بن قیس بن خلدہ، پانچویں مسعود بن سعد بن خلدۃ۔

بنی العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے تین افراد تھے۔ پہلے رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان، دوسرے ان کے بھائی خلاد بن رافع، تیسرے عبید بن زید بن عامر بن العجلان۔

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ افراد تھے۔ پہلے زیاد بن لبید بن ثعلبہ ابن سنان دوسرے فروۃ بن عامرۃ بن ودقہ اور ایک روایت کے مطابق ورقہ تیسرے خالد بن قیس بن مالک بن العجلان، چوتھے رجیلہ بن نعلبۃ بن خالد۔ ابن ہشام کہتا ہے ان کا نام دجیلہ تھا۔ پانچویں عطیہ بن نویرۃ بن عامر، چھٹے خلیفہ بن عدی بن عمرو۔ ابن ہشام انہیں علیفہ لکھتا ہے۔

اور بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک کی جماعت کے ایک فرد تھے جن کا نام رافع بن المعلی ابن لوذان بن حارثہ تھا۔ اور بنی النجار کے گروہ سے تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج اور پھر بنی غنم سے مالک بن النجار، پھر نعلبہ بن عوف بن غنم سے ایک شخص تھے۔ ابوایوب، جن کا نام و نسب، خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ تھا۔

بنی عسیرہ بن عبد بن عوف بن غنم کے گروہ سے ایک شخص تھا جس کا نام ثابت بن خالد بن العمان بن خنساء بن عسیرہ ہے۔ ابن ہشام انہیں عشیرہ سے یاد کرتا ہے۔

اور بنی عسیرہ بن عبد بن عوف بن غنم کی جماعت سے ایک شخص تھا جس کا نام ثابت بن خالد بن العمان بن خنساء بن عسیرہ ہے ابن ہشام ان کو عشیرہ سے یاد کرتا ہے۔

بنی عمرو بن عبد عوف بن غنم کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے عمارۃ بن عزم ابن زید بن

لوذان بن عمرو اور دوسرے سراحۃ بن کعب بن عبد العزی۔

بنی عبید بن ثعلبہ بن غنم کے گروہ سے دو اشخاص تھے: پہلے حارثہ بن النعمان ابن زید بن عبید۔ ابن ہشام انہیں نعمان بن نفع بن زید کے نام سے یاد کرتا ہے۔ دوسرے سلیم بن قیس بن فہد اور بنی عائذ بن ثعلبہ کے گروہ سے دو افراد تھے۔ (ابن ہشام نے ان کا نام بنی عابد لکھا ہے)۔ بہر حال دو افراد یہ تھے۔ پہلے سہیل بن رافع بن ابی عمرو بن عائذ دوسرے عدی بن ابی الزغباء، یہ افراد قبیلہ جہینہ سے تھے۔

بنی زید بن ثعلبہ بن غنم سے تین افراد تھی: پہلے مسعود بن اوس بن زید، دوسرے ابوخزیمہ بن اوس بن زید بن اصرم بن زید، تیسرے رافع بن الحارث۔

اور بنی سواد بن مالک بن غنم سے دس افراد تھے، پہلے عوف، دوسرے معوذ، تیسرے معاذ، چوتھے نعمان بن عمرو، پانچویں عامر بن مخلد بن الحارث بن سواد، چھٹے عبداللہ بن قیس بن خالد بن خلدۃ بن الحارث بن سواد، ساتویں اشجع قبیلے سے عصیمہ ان کے ساتھی تھے۔ آٹھویں جہینہ سے ان کے دو ساتھی تھے۔ ودیعۃ بن عمرو، نہویں ثابت بن عمر بھی ان کے ساتھی تھے۔ حارث بن عفرا کے غلام ابوالحمراء اور ایک روایت کے مطابق حارثہ بن رفاعہ تھے۔

بنی عامر بن مالک النجار و عامر مبذول، اور بنی عتیک ابن عمر بن مبذول سے تین افراد تھے: پہلے ثعلبہ بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک، دوسرے سہیل بن عتیک بن النعمان بن عمرو بن عتیک، تیسرے حارث بن الصمۃ بن عمرو بن عتیک۔ حارث منزل روحا سے آگے نہیں جا سکے لیکن پیغمبرؐ نے انہیں بھی ان کا حصہ عطا فرمایا اور بن عمرو بن مالک بن النجار جنہیں بنی جزیلہ کہا جاتا ہے۔

پھر بنی قیس بن عبد بن زید بن عمرو بن مالک بن النجار سے دو اشخاص تھے پہلے ابی بن کعب بن قیس اور دوسرے انس بن معاذ بن انس بن قیس۔

اور بنی عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کے گروہ سے ابن ہشام کہتا ہے: یہ بنی مغالہ

ہیں اور مغالہ عوف بن عبد مناۃ بن عمرو کی بیٹی ہیں۔ اور مغالہ بن زریق قبیلہ سے ہے۔ یہ عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کی والدہ ہیں۔ اور بنی عدی، مقالہ سے منسوب ہیں ان کی طرف سے تین افراد تھے۔ پہلے اوس بن ثابت بن منذر بن حزام، دوسرے ابو شیخ بن ابی ثابت بن منذر بن حزام، ابن ہشام کہتا ہے: ابو شیخ حسان بن ثابت کے بھائی ہیں، تیسرے ابو طلحہ ہیں جن کا نام زید بن سہل بن الاسود بن حزام ہے۔

بنی حزام بن مبذول بن عامر بن غنم بن النجار کے گروہ سے چار افراد تھے۔ پہلے ابو زید قیس بن سکن بن قیس بن زعوراء بن حزام، دوسرے ابو الاعور بن الحارث بن ظالم بن عبس بن حزام اور ایک روایت کے مطابق ابو الاعور حارث کی کنیت ہے۔ تیسرے سلیم بن ملحان، چوتھے حرام بن ملحان اور ملحان کا نام مالک بن خالد بن زید بن حزام ہے۔

بنی ماذن بن النجار اور بنی عوف بن مبذول کے گروہ سے تین افراد تھے، پہلے قیس بن ابی صعصعہ اور ابو صعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف ہے۔ دوسرے عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف، تیسرے عصیمہ ان کے ساتھی تھے، جو بنی اسد بن خزیمہ سے تھے۔

اور بنی خنساء بن مبذول بن غنم بن عمرو بن ماذن کے گروہ سے دو افراد تھے، پہلے ابو داؤد عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء دوسرے سراقہ بن عمرو بن عطیہ ابن خنساء۔

اور بنی دینار کی جماعت سے بنی النجار پھر بنی مسعود بن عبد الاشہل بن حارثہ بن دینار بن النجار سے پانچ افراد تھے: پہلے نعمان بن عبد عمرو بن مسعود، دوسرے ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود، تیسرے سلیم بن الحارث بن ثعلبہ اور یہ ضحاک اور نعمان کے مادری بھائی تھے۔ چوتھے جابر بن خالد بن الاشہل۔

اور بنی ثعلبہ بن ماذن بن النجار کے گروہ سے ایک شخص تھا، قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب اور بنی حبیب اور بنی قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن النجار بن دینار کے گروہ سے دو افراد تھے: پہلے کعب بن قیس، دوسرے بجیر بن ابی بجیر جو اُن کے ساتھی تھے۔ ابن ہشام کا قول

ہے: بجیر کا تعلق قبیلہ عبس بن مغیض بن ریث بن غطفان سے اور بنی خزیمہ بن رواحہ سے ہے اور یہ جماعت بنی خزرج تھی جن کی تعداد ۱۷۰ افراد ہے اور اسحٰق کی روایت کے مطابق رسولخدا سمیت تمام بدریوں کی تعداد ۳۱۴ ہے۔ لیکن ابن ہشام نے اس تعداد پر چار افراد کا اضافہ کیا ہے۔ تین افراد قبیلہ بنی العجلان سے جو خزرجند قبائل سے ہیں: پہلے عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان، دوسرے سلیل بن ویرۃ بن خالد بن العجلان، تیسرے عصمۃ بن الحصین بن ویرۃ بن خالد بن العجلان۔

اور بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج جو بنی زریق سے شمار کیئے جاتے ہیں۔ یہاں ایک شخص کا اضافہ کیا گیا ہے جو ہلال بن المعلی بن لوذان بن حارثہ ہیں۔ انشاءاللہ جو کوئی ان ناموں کو پڑھے گا خداوند تعالی اس کی جائز و شرعی حاجات پوری فرمائے گا۔ چنانچہ مطالعہ میں سہولت کی خاطر بدری صحابہ کے نام ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

شرجیل قصی مذجج خولہ مرشد حباب نوفل سرح مسطح
بلتعۃ
غیاظ عوف مصعب قرط حریش یعار سویبط رزاح کرز
سبیۃ
عمیر مجع وقش عکاشہ ارت عو زغبۃ محصن
خزاعۃ عجل
زعورا حرثان مرۃ بکیر سکن محرز تیم بالیل ھثیم
غنم
جدعان ججع ضرمۃ ثقف رباح خنیس قتادۃ مدلج نمر
ھصیص
بلی عتبۃ شماس لوی ابوبردۃ غزوان شرید قدامۃ نیار

ملیک

نمیلہ جزی حزام ازعر مزینة کلدة قطبة عطاف عصر

خمیصة

ہشام قشیر رواحة قوقل عنترة عکیم خلاد غزمة

ذکوان رواحة

سماک خرشة غمنة عویم سبیح طریف عبس عنجدة جشم

غبشان

طلق روحا خبیب بشر جبیر جدرة یساف ضمرة ورقة

صباح

عرفطة خراش ودقة ابوحبة حریث جموح نویرة خوات یعار

حباب

لوزان ابحبة ابجر دہمان معلیٰ مجبجبی رفاعة خناس حزم

خثیمة

سلول حمیر سراقة عتیک خولی زریق صمة جزیلة

عصیمة بجیر

عتبان سلیط ملحان بغیض جشم حسحاس حرام ریث اعور

حزام

غطمان

غرضیکہ بدری صحابہ کے نام یہ تھے اگر بالفرض محال کسی نام میں ردو بدل پائیں تو راقم الحروف کوالزام نہ دیں کیونکہ ان کے ناموں کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور میں نے کسی دلیل و برہان کے بغیر کسی نام کو درج نہیں کیا بلکہ ایسی صورت میں اس نام کا تذکرہ

نہیں کیا۔

اب آیئے داستان غزوہ بدر کی طرف، یہ پہلا غزوہ تھا جس میں انصار آپؐ کے ہم رکاب تھے۔ جب آپؐ نے نظر اٹھا کر دشمن کی تعداد کو مشاہدہ فرمایا اور اپنے ساتھیوں کی کم تعداد کو ملاحظہ فرمایا تو ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

''یارب انھم حفاۃ فاحملھم وجیاع فاشبعھم وعراۃ فاکسھم وعالۃ فاغنھم من فضلک''

یہی وجہ تھی کہ اس جنگ سے خالی ہاتھ واپس نہ آیا بلکہ بڑی مقدار میں مال ومتاع اور بہترین پہناوے لے کر واپس لوٹا۔ صحابہ میں سے آٹھ افراد یا تو غائب تھے یا سستی کی وجہ سے بیٹھ گئے تھے انہیں بھی بدر کے غازیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور انہیں بدر کے مال غنیمت سے باقاعدہ حصہ ملا۔ اس جماعت میں تین افراد مہاجرین سے تھے پہلے عثمان بن عفان تھے جنہوں نے رسولخداؐ سے اپنی بیوی کی بیماری کا بہانہ کیا اور واپس چلے گئے، دوسرے طلحہ وسعید جنہیں جاسوسی پر مامور کیا لیکن راستہ گم کر بیٹھے۔

اور جو پانچ افراد انصار سے تھے ان کے نام یہ ہیں: پہلے ابولبابہ تھے جنہیں رسولخداؐ نے ابن ام مکتوم کی جگہ خلیفہ مقرر کر کے اور آدھے راستے سے مدینہ واپس بھیجا۔ دوسرے عاصمہ بن عدی العجلانی تھے، جنہیں عالیہ کے لوگوں پر خلافت ملی، تیسرے حارث بن حاطب جو روحا کی منزل سے بنی عمرو بن عوف کے درمیان مقرر کئے گئے۔ چوتھے حارث بن الصمۃ، پانچویں خوات بن جبیر ان دونوں کو راستے میں پتھروں سے ٹکرانے کی وجہ سے چوٹیں آئیں لہذا یہ مدینہ سے واپس چلے گئے۔

اس طرح رسولخداؐ نے لشکر کے ہمراہ کوچ فرمایا۔ آپؐ کے لشکر میں ستر اونٹ اور گھوڑے تھے۔ زبیر کے گھوڑے کا نام یعسوب تھا اور مرثد ابن مرثد کے گھوڑے کا نام سیل تھا اور پھر مقداد کے پاس بھی گھوڑا تھا۔ جنگی ہتھیاروں میں آپؐ کے پاس چھ زرہیں اور سات تلواریں تھیں اور چونکہ ان کے پاس سواریاں کم تھیں لہذا دو یا تین آدمی باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

آپؐ جس اونٹ پر سوار تھے اس کا نام عضبا تھا۔ اگر چہ اس کا کان کٹا ہوا نہیں تھا لیکن پھر بھی اس کو عضبا کہتے تھے کیونکہ عربی میں عضبا اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کا کان کٹا ہوا ہو۔ آپ کی باری علیؑ کے ساتھ تھی اور اس سے قبل کہ ابولبابہ کو مدینہ میں ڈیوٹی دی جاتی وہ بھی پیغمبرؐ کی سواری میں شریک تھے۔ جب آپ کو مدینہ روانہ کیا گیا تو ان کی باری زید بن حارثہ کو دے دی گئی اور جب پیغمبرؐ پیدل چلنا چاہتے تو علیؑ اور ابولبابہ عرض کرتے تھے: اس طرح سوار رہو کیونکہ ہم آپ سے تیز چل رہے ہیں۔ آنحضرتؐ جواب میں فرماتے:

''ما انتما باحری منی وانا غنی عن الاجر منکما''

اور حمزہ بن عبدالمطلب کے پاس رسولخداؐ کے غلاموں ابو کبشہ اور انسہ کے اشتراک سے ایک اونٹ تھا۔ اور عبید بن حارث، طفیل وحصین حارث کے بیٹوں کے پاس ایک اونٹ تھا۔ اور عفرا کے بیٹوں معاذ، عوف اور معوذ اور ان کے غلام ابوالحمراء کی شراکت سے ایک اونٹ تھا۔ ابن ابی کعب وعمارۃ بن حزام و حارثہ بن نعمان ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے، اسی طرح ابن ابی کعب، عمارۃ بن حزام اور حارثہ بن نعمان کا ایک ہی مشترکہ اونٹ تھا۔ اور خراش بن صمہ وقطبہ بن عامر بن حدیدہ اور عبداللہ بن عمرو بن حزام ایک اونٹ پر تھے۔ اور عتبہ بن غزوان وطلیب بن عمیر کے پاس ایک اونٹ تھا۔ مصعب بن عمیر اور سویبط بن حرملہ اور مسعود بن ربیع کا ایک اونٹ تھا۔ عبداللہ بن کعب، ابو داود ماذن اور سلیط بن قیس کا ایک ہی اونٹ تھا۔ قدامہ بن مظعون، عبداللہ اور سایب بن عثمان کا ایک ہی اونٹ تھا۔ ابوبکر، عمر اور عبدالرحمٰن بن عوف کا ایک اونٹ تھا۔ سعد بن معاذ، ان کے بھائی اور بھتیجے، حارث بن اوس اور حارث بن انس کا ایک ہی اونٹ تھا۔ اور سعید بن زید، سلمہ بن سلامۃ ابن وقشی، عباد بن بشر اور رافع بن زید کا ایک ہی اونٹ تھا۔ ان کا زاد راہ تین کلو سے زیادہ نہ تھا۔ اور معاذ بن رفاعہ، خلاد بن رافع، عبیدہ بن یزید بن عامر کا ایک ہی اونٹ تھا۔ جب یہ لوگ روحا کی منزل پر پہنچے تو ان کا اونٹ راستے میں لیٹ گیا اور فریاد کرنے لگا۔ خلاد نے کہا: خدایا میں منت مانتا ہوں کہ اگر ہم صحیح سلامت اس اونٹ کے ساتھ واپس مدینہ

آئے تو میں اسے تیری راہ میں ذبح کروں گا۔

اس وقت پیغمبرؐ ان کے پاس سے گذرے اور انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپؐ نے پانی کو منہ میں ڈال کر گھمایا اور پھر ایک برتن میں ڈال دیا اور اس سے تھوڑا سا پانی لے کر اونٹ کے منہ میں ڈالا گیا اور کچھ پانی گردن، سر، کوہان اور ران پر ڈالا گیا۔ جس سے اونٹ اٹھ کھڑا ہوا اور راستے پر چل پڑا۔ واپسی کے وقت مدینہ کے آخری کونے میں آ کر اونٹ بے قابو ہو گیا اور مصلی کے مقام پر لیٹ گیا۔ پس اسے ذبح کیا گیا اور اس کا گوشت مستحقین میں تقسیم کیا گیا اور جب منزل روحا پر پہنچے تو رمضان کی چودھویں رات تھی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: یہ عرب کی بہترین وادیاں ہیں، اس طرح عشاء کی نماز پڑھی اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ جن کے اسلام کے بارے میں قریش کو علم اور انہیں مکہ میں نظر بند کیا گیا تھا دعائے خیر کہی اور مشرکوں میں سے ایک ایک کا نام لے کر ان سے نفرت کا اظہار کیا۔ اور صبح وہاں سے کوچ کیا اور خبیب ابن یساف، قیس بن الحارث اس کے باوجود کہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ عقیق کے مقام پر مسلمانوں سے آملے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: ما اخرجکما؟ کونسی چیز آپ کو باہر لائی؟ کہنے لگے ہم مال غنیمت حاصل کرنے کی غرض سے آپ سے آملے ہیں۔ شاید آپ کو فتح حاصل ہو اور مال غنیمت میں سے ہمیں بھی حصہ ملے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: لاتخرجن معا رجل لیس علی دینھا"

خبیب نے جب یہ سنا تو اسلام لے آیا اور آپؐ کے ہمرکاب ہو گیا۔ لیکن قیس واپس چلا گیا۔ اور جب مسلمان بدر سے واپس آئے تو مسلمان ہو گیا اور احد میں شہید ہوا۔ جس کا ذکر آئے گا۔

اسطرف ضمضم بن عمرو خزاعی ابوسفیان کے حکم سے نہایت تیز رفتاری سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اور ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین دن قبل عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہ نے خواب میں دیکھا کہ ابطح کے مقام پر ایک اونٹ سوار نے آواز دی کہ اے قریش! جلدی کرو، تمہیں اپنی مقتل گاہ

تک پہنچنے میں تین دن لگیں گے۔ اس نے اپنا اونٹ مسجد الحرام کی طرف دوڑایا۔ لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے اور یہ شخص کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور وہاں سے آواز دی، وہاں سے ابوقبیس پہاڑ پر گیا اور وہی آواز دی۔ اس وقت پہاڑ سے ایک پتھر لڑھکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ اس کے چھوٹی چھوٹی کنکریاں مکہ کے تمام گھروں میں جا پہنچیں۔

صبح سویرے اس خواب کو اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا۔ اور کہا: یہ راز کسی سے نہ کہیں۔ دو پہر کے وقت ولید بن عتبہ نے دیکھا عباس کسی سوچ میں مبتلا ہے۔ اور چونکہ وہ اس کا بہترین دوست تھا لہذا اس نے عباس سے پوچھا کہ کیوں اس قدر گہری سوچ میں مبتلا ہو؟ عباس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ جب ولید اس کے پاس سے گیا تو اس نے یہ بات جا کر اپنے بھائی کو بتادی۔ اب زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور ابو جہل نے بھی سن لی۔ اس نے عباس سے کہا: اے ابوالفضل تمہاری یہ خاتون کب سے پیغمبر ہوگئی ہے؟ اور یہ خواب اس نے کیسے گھڑا ہے؟ یہ بات کافی نہیں کہ تمہارے مرد نبوت کا دعوی کریں۔ اب عورتوں نے بھی یہ کام شروع کر دیا ہے۔ اگر تین دن تک اس خواب کی حقیقت سامنے نہ آئی تو میں عرب کے تمام قبائل کو خط لکھوں گا کہ تم بنی ہاشم عربوں میں سب سے بڑے جھوٹے ہو۔ عباس نے کہا: عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ اس طرح معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ رات کو بنی عبدالمطلب کی خواتین عباس کے ہاں جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: اب تک یہ ابو جہل فاسق وخبیث تمہارے مردوں کو تکلیف پہنچاتا رہا ہے۔ اب تمہاری خواتین کا نام بھی زبان پر لے آیا ہے۔ کیا عباس تم میں غیرت نہیں کہ اسے سمجھاتے اور منع کرتے؟ عباس شرمسار ہوگئے۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ اب کی بار میں اس کا قصہ تمام کروں گا۔ اور تیسرے دن چہ جائیکہ وہ ابو جہل کی طرف جاتے اور اس کی گوشمالی کرتے مسجد الحرام کی طرف چلے آئے۔ جس وقت وہ حرم میں داخل ہوئے ابو جہل جلدی سے دوسرے دروازے سے باہر نکل بھاگا۔ عباس سمجھے کہ شاید اسی نے اس دن الٹی سیدھی باتیں کردی ہیں لہذا اب وہ ڈر کے مارے باہر چلا گیا ہے، جبکہ حقیقت یہ نہ تھی۔ اس نے اسی آواز

کو ضمضم بن عمرو سے سنا تھا جو گریبان چاک کئے اور اپنے اونٹ کے کان و ناک کٹے ہوئے وہاں آدھمکا تھا، یہ اس بات کی علامات تھیں کہ ایک بڑا حادثہ رونما ہونے والا ہے۔ وہ اونچی آواز سے کہہ رہا تھا: اے گروہ قریش! جاؤ اپنے کارواں کی مدد کو پہنچو کیونکہ محمد یوں نے اس کے خلاف برا ارادہ کیا ہوا ہے۔ مجھے بعید لگتا ہے کہ تم ان کی مدد کو پہنچ سکو اور مسئلے کا حل نکالو۔

جب یہ اطلاع پھیلی تو اب ابوجہل میں دم خم نہ تھا کہ عباس سے جھگڑا کرتا۔ لوگ اپنے قافلے کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے اور سوچنے لگے کہ کیا کریں؟ ابوجہل نے کہا: محمدؐ اور ان کے اصحاب کا گمان ہے کہ یہ قافلہ عمرو بن الحضرمی کا ہے۔ جب کہ ایسا نہیں۔ اب ہر کوئی اپنی رائے دینے لگا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ ہر دو افراد میں سے ایک شخص یا قبیلے کا ایک شخص گھر سے نکل پڑے۔ سہیل بن عمرو کہنے لگا: اے قریش! دیکھو! تم نے محمدؐ کا مقابلہ کرنا اور اپنے مال کا دفاع کرنا ہے۔ اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا اس مال میں حصہ نہ ہو لہذا اٹھو اور ہتھیار سجا کر نکل پڑو۔ زمعہ بن الاسود نے کہا: مجھے لات وعزیٰ کی قسم ہے کہ اگر محمدؐ اور اس کے اصحاب ہمارے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں تو ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ طعیمہ بن عدی چیخا: اے قریش! بنی عبد مناف میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا اس کاروان میں سامان نہ ہو۔ لہذا رخت سفر باندھ لو اور چل پڑو۔ امیہ بن خلف، عتبہ اور شیبہ ھبل کے نزدیک ہو گئے اور قرعہ اندازی کرنے لگے۔ دیکھا کہ قرعہ منع آیا۔ اسی اثناء میں ابوجہل آیا اور کہنے لگا۔ قرعہ اندازی نہ کرو۔ مشترکہ فیصلے کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اسی طرح زمعۃ بن اسود نے ذی طوی میں قرعہ ڈالا تو منفی آیا، غصے میں آ گیا۔ اور دو مزید قرعے ڈالے وہ بھی منع آئے۔ پس انہوں نے جس تیر سے قرعہ نکالا تھا اسے توڑ ڈالا اور کہا: آج تک ایسا جھوٹا قرعہ نہیں نکلا۔ اس طرح قریش کی اکثریت اس جنگ پر آمادہ نہیں تھی۔ حارث بن عامر نے بھی کہا: میں چاہتا ہوں کہ اگرچہ کارواں سے میرا مال لوٹ لیا جائے لیکن میں مکہ سے باہر نہ جاؤں۔ حکیم بن حزام، ابوالبختری اور عاص بن منیہ بھی ہچکچا رہے تھے۔ اور حنظلہ بن ابی سفیان اس کا بھائی عمرو اور نوفل بن معاویہ، دیلی اور حویطب بن عبدالعزی لشکر کو مسلح

کرنے لگ گئے۔

الغرضیکہ ہرایک نے رخت سفر باندھنے کی ٹھان لی ماسوائے قبیلہ عدی بن کعب بن مرہ جن کا شمار اکابرین میں ہوتا ہے۔چنانچہ وہ امیۃ بن خلف کی حکومت کوقطعاً اہمیت نہیں دیتے تھے۔ نیز کارواں میں ان کا سازوسامان بھی نہ تھالہذا انہوں نے اس جنگ میں حصہ لینے سے اجتناب کیا۔اورمزید یہ کہ ابولہب بیماری کی وجہ سے سفر کرنے سے رہ گیا۔اور عاص بن ہشام بن المغیرہ سے کہا:تم نے میرے چار ہزار درہم دینا ہیں اگر شہر سے باہر کا ارادہ کروتو پہلے میری رقم دے کرجاؤ وایہ عاص بن ہشام جس کا لقب احمق قریش تھاچونکہ اس نے ابولہب کے ساتھ جوا کھیلا تھا۔جو کچھ اس کے پاس تھاوہ جوئے میں ہار گیا تھا۔پھراپنے آپ کوبھی داؤپر لگایااوراپنے آپ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھ کراس کا غلام بن گیا تھا۔اب وہ ابولہب کی جگہ جنگ میں آیا اور علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔حسان بن ثابت نے اس کی ہجو کہی۔

بنی القین هلا اذ فخرتم بر بعکم فخرتم بکیر عند باب ابن جندع
بناه ابو کم قبل بنیان داره بجرس فانخوا ذکر قین مدفع
والغوار ماد الکیر یعرف وسطلکم لدی مجلس منکم لئیم مجمع

اب میں تم سے وہ رقم نہیں مانگوں گا۔عاص نے کسی کی جگہ سامان سفر باندھا،سعد بن معاذ ان دنوں مدینہ سے مکہ آیا تھا۔ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ امیہ بن خلف نے سعد سے سنا۔وہ کہہ رہا تھا:پیغمبرؐ نے فرمایاہے:امیہ ہمارے جوانوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔امیہ نے کہا:اے سعد!کیاتو نے یہ بات خود محمدؐ سے سنی ہے؟کہا:بالکل ایسا ہی ہے۔لامحالہ امیہ کے دل میں ڈر گھر کر گیا۔وہ مکہ سے باہر نہ جانے کے لئے بہانے ڈھونڈنے لگا۔ اس نے اپنے موٹاپے اور بڑھاپے کو بہانہ بنایا،اور چاہا کہ اپنے بیٹوں صفوان وعبداللہ کو بھیجے۔ابوجہل نے کہا: اے ابوصفوان!تم تو وادی کے سردار ہواگر تم غلطی کروگےتو سارے لوگ تمہاری پیروی کرینگے۔اور اسطرح ہمارا کام خراب اور چوپٹ ہو جائے گا۔عقبہ بن ابی معیط نے اسے خوشبولگائی اور کہا:اگر

نہیں جانا چاہتے تو عورتوں کی طرح خوشبو لگا کر گھر میں بیٹھ جاؤ۔ امیہ نے کہا: اے عقبہ! قبحک اللہ وقبح ماجئت بہ، مجبوراً سفر پر روانہ ہو گیا۔

اور یہ عقبہ وہ شخص تھا جو امیہ کے کہنے اور چاہنے پر پیغمبرؐ پر تھوکتا تھا۔ جب عباس بن عبدالمطلب سے کہا گیا کہ سفر پر چلو تو فرمایا: میں بوڑھا انسان ہوں جنگ کے قابل نہیں ہوں، لہذا اپنے بیٹوں فضل، عبداللہ، عثمان اور عبیداللہ کو بھیجتا ہوں۔ ابو جہل نے کہا: مجھے پتہ ہے کہ تمہارا دل محمدؐ کے ساتھ ہے اور مکہ میں ان کے جاسوس ہو۔ اگر اس جنگ سے فاتح واپس آئے تو بنی ہاشم کو مکہ سے نکال باہر کریں گے۔ اس کی سب اکابرین قریش نے تائید کی۔ عباس غصے میں آ گئے انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ تم ٹھہرو! خود رخت سفر باندھا اور ماسوائے اپنے غلام کے کسی کو ہمراہ چلنے کی اجازت نہ دی۔ نوفل بن حارث کو علم تھا کہ عباس قریش کے غصہ دلانے کی وجہ سے اب اپنی اولاد سے کسی کو ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لہذا انہوں نے کہا: آپ ایک معمر انسان ہیں اور ہم آپ کو اس طرح تن تنہا نہیں جانے دیں گے۔ لہذا انہوں نے بھی رخت سفر باندھا اور ہمراہ ہو چلے۔

غرضیکہ قریش اس طرح اپنے آپ کو تیار کر کے مکہ سے باہر نکل گئے۔ وہ اپنے ساتھ گانے بجانے اور رقص و سرور کی محفل برپا کرنے کے لئے گانے والیوں کو بھی ساتھ لے گئے۔

یہ موسیقارائیں، سارہ، عمرو کی کنیز، الاسود کی لونڈی غزہ اور امیہ بن خلف کی کنیز فلانۃ تھیں جو گانے بجانے کے ساز و سامان اپنے ہمراہ لے کر لشکر گاہ کی طرف چل پڑیں۔ کم عمر نوجوانوں کو واپس بھیج دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہر رات کو ذی طویٰ میں موسیقی کی محفل منعقد کرتے تھے۔ قریش کی شکست سے تین دن قبل انہوں نے چند اشعار سنے اور شعر کہنے والے کو نہیں دیکھا وہ اشعار یہ ہیں۔

ازار حنیفیون بدراً وقیعۃ   سینقض منہا رکن کسریٰ وقیصرا

ارنت لہاصم الجبال وافرغت　　قبایل مابین الوتیر وخیبرا

اباد ت رجالاً من لوی وابرزت　　خرابدیھضر بن التوائب حسراً

فیاویح من امسی عدو محمد　　لقد حادعن قصد الہدی وتحیراً

یہ لوگ ڈر گئے ہر ایک سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ایک بوڑھے نے انہیں بتلایا کہ حنیفیوں قوم محمدؐ اور ان کے اصحاب ہیں۔قصہ یہ کہ قریش نے فرات بن خیال العجلی کو صورتحال معلوم کرنے کے لئے ابوسفیان کی طرف بھیجا تا کہ اس کولشکر کے آنے کی اطلاع بھی دے دے یہ نوسو پچاس جنگجو نوجوان تھے۔ان کے ساتھ سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے اور انہوں نے طے کیا کہ اکابرین قریش سے ایک ہر دن گھاس اور لشکر کے کھانے پینے کا انتظام کرے گا اور دس شتر ہر دن ذبح کئے جائیں گے۔ان اکابرین کی تعداد بارہ تھی۔جن کے نام یہ ہیں۔ عباس بن عبدالمطلب، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابی بن خلف، حکیم بن حزام نضر بن الحارث، زمعۃ بن الاسود، ابوجہل، ابوالبختری بن ہشام، حارث ابن عامر بن نوفل، بنیہ اور رمنیہ فرزندان حجاج، جنگ کے دن لشکر کو کھانا کھلانے کی باری عباس کی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ جس وقت قریش لشکر کو لڑنے کے لئے آمادہ کر رہے تھے اور جنگی سازوسامان کی تیاری میں مصروف تھے۔عتبہ اور شیبہ بھی اپنی زرہ کو تیار کر رہے تھے انہوں نے اپنے غلام عداس کو جوان کے سامنے کھڑا تھا کہا: ہاں تو اے عداس! ذرا اس شخص کا حال نہیں پوچھو گے جس کے لئے ہم نے تمہارے طائف کے باغ میں انگور بھیجے تھے؟ عداس رو پڑا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! وہ خدا کا رسول ہے۔اس کے ساتھ جنگ لڑنا ٹھیک نہیں۔غرضیکہ جب قریش اپنے امور کو انجام دے چکے اور تہیہ باندھ چکے تو راستے پر چل پڑے انہیں ایک اور فکر بھی دامن گیر تھی کیونکہ اس جماعت کی قبیلہ بن کنانہ سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔لہذا جب وہ مکہ سے جونہی باہر نکلے تو انہیں دھڑکا لگا کہ کہیں بنی کنانہ مکے پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔یا ان کے پیچھے سے ان پر حملہ نہ کر دیں۔کیونکہ ان کے درمیان قصاص کا ایک جھگڑا چل رہا تھا۔کیونکہ بنی معیص ابن عامر بن

لوی کا ایک آدمی جس کا نام حفص بن احنف تھا، کا ایک پیارا سا بیٹا تھا جس کی دو پیاری پیاری زلفیں تھیں۔ ایک دن وہ بیٹا کہیں گم ہوگیا اور ضجنان کی سرزمین، (جو مکہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے) کی طرف نکل گیا۔ عامر بن یزید بن عامر بن الملوح بن یعمر جو بنی کنانہ کا سردار تھا، نے اسے دیکھ لیا اور پہچان گیا۔ اس نے بنی بکر کی طرف مڑ کر کہا: کیا تمہارا قریش پر کوئی خون ہے کہ اس کے بدلے میں اس لڑکے کو قتل کر ڈالو؟ ایک آدمی بولا: میرا ہے لہذا اس نے اس بچے کو پکڑا اور اس کا سر کاٹ ڈالا۔ قریش کو جب علم ہوا تو انہوں نے باز پرس کی۔ عامر نے کہا: تم نے ہمارے کافی افراد قتل کئے ہوئے ہیں اور خون کا بدلہ خون ہے اگر دیت دینا چاہتے ہو تو دیت دو تا کہ ہم بھی اس لڑکے کے خون کی دیت ادا کریں۔

قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کہنے لگے: ٹھیک کہتا ہے، آدمی کا بدلہ آدمی ہے۔ ایک دن مقتول کا بھائی مکرز بن حفص کے نزدیک دریائے ظہران کو عبور کر رہا تھا کہ اس نے وہاں عامر کو دیکھ لیا، اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اپنے اونٹ سے اتر کر تلوار نکالی اور عامر کو قتل کر ڈالا۔ اس نے اس کی تلوار بھی ساتھ لے لی اور مکہ لے آیا۔ اور اسے آدھی رات کے وقت کعبے کی دیوار سے لٹکا دیا۔ صبح قریش کو پتہ چلا کہ مکرز بن حفص نے سردار کنانہ کو قتل کر ڈالا۔ اور اس طرف بنی کنانہ اپنے سردار کی موت پر روئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ اس قتل کے بدلے میں اکابرین قریش کے دو یا تین آدمی قتل کر کے چھوڑیں گے۔ اس لئے قریش اپنے اہل وعیال کے بارے میں خوفزدہ تھے۔ اچانک شیطان سراقہ بن مالک بن جُشعم کہ کنانہ کا سردار تھا کی صورت میں سامنے آیا اور اونچی آواز سے پکارا، اے گروہ قریش! اپنے کام میں جُت جاؤ کیونکہ میں نے تمہیں امان دے دی ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ'' قرآن کریم (۸۔۵۰)

یعنی ''آج کوئی تم پر غالب نہیں آئے گا کیونکہ میں تمہارا امان دہندہ ہوں اور کہا: ہاں اے قریش! خوش ہو جاؤ کہ میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا اور جنگ لڑوں گا''

اس نے کچھ شیاطین کو بنی کنانہ کے افراد کی شکل بنا کر اپنے پیچھے لگا لیا اور مشرکین کے ساتھ چلنے لگا۔قریش خوش ہو گئے اور تیز تیز چلنے لگے اور اس طرف سے جبرائیل نے رسولخدا کو مطلع کیا کہ قریش اپنے کارواں کی حفاظت کے لئے مکہ سے چل پڑے ہیں۔اور جنگی ساز و سامان سے لیس دن بدن آگے بڑھتے آ رہے ہیں۔پیغمبرؐ نے اصحاب کبار کو اپنے پاس بلایا اور جنگ کے بارے میں ان سے مشورے کرنے شروع کر دیئے۔ان میں سے ہر ایک اپنی رائے دیتا تھا۔

پہلے ابوبکر اٹھے اور کہا: یا رسول اللہ! یہ قریش کے مردوں کا لشکر ہے جو ماہر جنگجو اور تجربہ کار ہیں اور لڑائی کے پختہ ارادے سے گھروں سے نکل پڑے ہیں جبکہ ہم نے ان کے مقابلے کے لئے خاطر خواہ تیاری نہیں کی اور بصیرت سے کام نہیں لیا۔

رسولخدا کو یہ باتیں پسند نہ آئیں۔آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔اس کے بعد عمر بن الخطاب اٹھے انہوں نے بھی ابوبکر کی پیروی کی،اسی طرح چند افراد نے اسی روش کو اپنایا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"کَمَا أَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِن بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِیقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِینَ لَکَارِهُونَ" قرآن مجید (۸۔۵)

چنانچہ خدا نے تجھے حق و سچائی کے ساتھ گھر سے نکالا،جبکہ مومنین کا ایک گروہ باہر نکلنے کو پسند نہیں کر رہا تھا۔

"یُجَادِلُونَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ کَأَنَّمَا یُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ یَنظُرُونَ" قرآن کریم (۸۔۶)

فرماتا ہے: اے محمدؐ یہ تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہیں کیونکہ ایسا کرنا ہی حق کو اختیار کرنا ہے۔اس کے بعد ان پر ظاہر ہو چکا کہ جہاد کرنا چاہیئے۔گویا ان کو موت کی طرف لے جایا جاتا ہے جبکہ یہ دشمن پر فتح پائیں گے کیونکہ اس کا وعدہ خدا نے کیا ہے۔

اس موقع پر مقداد بن اسود کندی اٹھے اور کہا: یا رسول اللہؐ! اس طرح کرو جس طرح خدا

کا حکم ہے۔ خدا کی قسم! ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہی تھی۔

''اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ'' قرآن کریم (۵۔۲۷)

یعنی تو اور تیرا خدا جا کر جنگ کرے اور ہم یہیں ٹھہرے رہیں گے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں:۔

''اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ''

''اَشِيْرُوا عَلَيَّ اَيُّهَا النَّاسُ!

اس خطاب سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ لیلۃ العقبہ میں بیعت انصار اس پر تھی کہ پیغمبرؐ کی مدینہ میں اپنی جانوں کی مانند حفاظت کریں گے۔ مبادا کہیں یہ سمجھ نہ بیٹھیں کہ مدینہ سے باہر اس وعدے کا پاس کرنا ضروری نہیں۔

سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کیا: گویا آپ کے مخاطب ہم ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: ہاں شاید ایسا ہی ہے۔ عرض کیا: ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور آپؐ کی تصدیق کی ہے۔ اب آپؐ جہاں کہیں بھی ہوں اور جو حکم دیں ہم حاضر ہیں۔ خدا کی قسم! اگر آپؐ ہمیں سمندر میں بھی لے جائیں ہم پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ یہ جنگ و لڑائی کیا چیز ہے۔ ہم جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور ہمیں امید ہے کہ خدا ہمارے ہاتھوں ایسا کام انجام دلائے گا جس سے آپؐ مسرور ہو جائیں گے۔ پیغمبرؐ خوش ہوئے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یا سعد جزاک اللہ عن بیعتک وعن مروتک وعہدک وعقدک خیرا''

حسان بن ثابت نے بدر کے دن انصار کی اطاعت کو ان اشعار میں قلمبند کیا ہے۔

الا یالقومی ھل لما حم دافع	وھل ما مضٰی من صالح العیش راجع
تذکرت عصر اقد مضٰی فھافت	بنات الحشا وانہل منی المدامع
صبابۃ وجد ذکرتنی احبۃ	وقتلا مضوا فیھم نفیع ورافع
وسعد فاضحوا فی الجنان واوحشت	منازلھم والارض منھم بلاقع
وفوا یوم بدر للرسول وفوقھم	ظلال المنایا والسیوف اللوامع

دعا فاجابوہ بحق وکلھم مطیع لہ فی کل امر وسامع

فمابدلوا حتی توافوا جماعۃ ولا یقطع الاجال الا المصارع

لانھم یرجون منہ شفاعۃ اذ الم یکن الا النبیون شافع

وذلک یا خیر العباد بلائنا وشہدنا فی اللہ والموت نافع

لنا القدم الاولی الیک وخلفنا لاولنا فی طاعۃ اللہ تابع

ونعلم ان الملک للہ وحدہ وان قضاء اللہ لابد واقع

پس راستے پر چل پڑنے کی ٹھان لی۔ راہ چلتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا: تمہیں مبارک ہو کہ حق جلہ جلالہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یا کاروان قریش ہمارے ہاتھ لگے گا یا ان کے لشکر کو ہم قیدی بنالیں گے۔ مجھے اسی خدا کی قسم کہ میں ان کے مقتل کو گویا دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت یہ آیہ نازل ہوئی۔

''وَاِذْ یَعِدُکُم اللہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُم وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُم ....'' قرآن کریم (۸۔۷)

فرماتا ہے: خدا تم سے وعدہ کرتا ہے کہ یا تم ان کے قافلے کو پکڑ لو گے یا لشکر پر کامیابی حاصل کرو گے۔ اور تم چاہتے ہو کہ جنگ نہ کرو اور کارواں کا مال سمیٹ لو جبکہ خداوند تعالٰی دشمنوں کو ذلیل اور دین حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔

غرضیکہ رسولخداؐ مسافت طے کرتے ہوئے صفرا کی سرزمین تک پہنچے۔ اور یہ دو پہاڑوں کے درمیان جن کے نام مسلح اور مخری تھے ایک دیہات تھا۔ یہاں دو قبیلے سکونت پذیر تھے جن میں سے ایک کو بنوالنار اور دوسرے کو بنوحراق کہا جاتا تھا۔ اور عقار قبیلے کی دو شاخیں تھیں۔ ایک کو عفان اور دوسری کو بنی بیجان کہتے تھے۔ پیغمبرؐ نے ان سب کے نام پوچھے اور ان ناموں کو نیک شگون خیال کیا۔ آپ ان دو پہاڑوں کے درمیان دائیں سمت کو چلتے ہوئے ذات قرن نامی ایک کنوئیں کے کنارے جا پہنچے۔ یہاں سے قتادہ بن نعمان یا معاذ بن جبل کو ساتھ لیا اور قریش کے

حالات معلوم کرنے کے لئے ان کے ٹھکانے کی سمت چل پڑے۔ اچانک آپؐ کی نظر ایک بوڑھے شخص پر پڑی جس کا نام سفیان ضمری تھا۔ فرمایا: ہاں اے شیخ! ذرا ہمیں محمدؐ، اس کے دوستوں اور قریش اور ان کے جتھے کے بارے میں کچھ بتاؤ؟ کہا: جب تک آپ اپنا تعارف نہیں کرائیں گے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: پہلے آپ بتائیں۔ سفیان نے کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ قریش فلاں دن مکہ سے چل پڑے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ آج فلاں منزل پر ہوں گے۔ اور یہ بھی پتہ چلا ہے کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی فلاں دن مدینہ سے کوچ کر کے آ رہے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ آج فلاں قریہ میں ہوں گے۔ اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں آنحضرتؐ کے لشکر نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ پھر کہا: اب آپ بتائیں کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: "نحن من ماء" یعنی ہم پانی سے ہیں۔ سفیان نے سمجھا کہ یہ اہل عراق ہیں کیونکہ اس سرزمین میں پانی زیادہ ہے لہذا عرب، اہل عراق کو اہل الماء بھی کہتے تھے۔ اس کے بعد رسولخداؐ لشکر گاہ کی طرف واپس آئے۔ رات کے وقت علیؑ کی ڈیوٹی لگائی کہ قریش کی جستجو کرے اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو چند دوسرے اصحاب کے ساتھ ان کے ہمراہ کر دیا۔ یہ لوگ ابھی تھوڑے فاصلے تک گئے تھے کہ انہوں نے قریش کے پانی لے جانے والے اونٹوں کو دیکھا۔ اونٹوں کے ساتھ گروہ بھاگ کھڑا ہوا ان میں سے میتہ الحجاج کا غلام اسلم اور ابو یسار جن کا نام سعید بن العاص تھا کا غلام عریض اور امیہ بن خلف کا غلام ابو یسار اور امیہ بن خلف کا غلام ابو رافع تھا گرفتار ہوئے۔ بھاگنے والوں میں عجیر نامی ایک شخص بھی تھا۔ پہلے وہ قریش کے پاس گیا اور کہا: اے آل غالب: ابو کبشہ کے فرزند کے لوگوں نے تمہارے غلاموں کو پکڑ لیا ہے۔ قریش یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور اس طرف جب قیدیوں کو آنحضرتؐ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے سوال کیا؟ کس کس کے غلام ہو؟ کہنے لگے: ہم پانی کی ڈیوٹی پر مامور ہیں۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ابوسفیان کے غلام ہیں۔ اس طرح کاروان پر ہاتھ ڈالیں گے اور مال غنیمت سمیٹ لیں گے۔ پس انہوں نے ان پر سختی کی کہ سچ بتاؤ۔ ہمارا خیال ہے کہ تم

ابوسفیان کے غلام ہو۔انہوں نے ڈر کر کہا ہم ابوسفیان کے غلام ہیں ۔جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: پہلے انہوں نے سچ بتایا تھا لیکن جب سختی کی گئی تو انہوں نے جھوٹ بول کر اپنی جان چھڑا لی ۔پس آپؐ نے غلاموں سے سوال کیا، یہ بتاؤ کہ قریش نے کہاں ڈیرے ڈال رکھے ہیں؟ کہنے لگے اس ٹیلے کے پیچھے، عدوہ قصوی، کثیب جنہیں عقنقل بھی کہا جاتا ہے۔ٹھہرے ہوئے ہیں ۔فرمایا یہ بتاؤ کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟ کہنے لگے، ہمیں تعداد کا علم نہیں۔فرمایا، دن میں کتنے اونٹ ذبح کئے جاتے ہیں؟ کہنے لگے: ایک دن نو اور دوسرے دن دس اونٹ ۔فرمایا: ان کی تعداد ہزار سے کم اور نو سے زیادہ ہے ۔مزید پوچھا کہ اشراف قریش سے کون کون اس لشکر میں شامل ہے؟ کہا: ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ، ابوالبختری، حکم بن حزام، حارث بن عامر، طعمۃ بن عدی، نضر بن الحارث، زمعۃ بن الاسود، ابوجہل، امیہ بن خلف، حجاج کے بیٹے بنیہ اور رمنیہ، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔

اس وقت پیامبر اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: مکہ نے اپنے جگر گوشے تمہارے اختیار میں دے دیئے ہیں ۔پس ان قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا اور جب رات ہوئی تو آپؐ نے عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود سے فرمایا: اگر ہو سکے تو قریش کے لشکر کا پتہ لگاؤ۔وہ گئے اور انہوں نے قریش کی چھاؤنی کا اچھی طرح معائنہ کیا اور واپس آ کر رپورٹ پیش کی کہ مشرکین سخت خوفزدہ ہیں ۔وہ اپنے گھوڑوں کو ہنہنانے بھی نہیں دیتے کہ مبادا! کسی کو ان کا پتہ چل جائے۔

اس طرف قریش نے اپنی چھاؤنی کے اردگرد کے علاقے میں اغیار کے پاؤں دیکھے۔ منبۃ بن حجاج جو پاؤں کے نشانات کی پہچان کا ماہر تھا۔قسم اٹھا کر کہنے لگا، پاؤں کا یہ نشان ابن یاسر کا ہے اور وہ دوسرا ابن مسعود کا ہے۔پھر انہوں نے لشکر کو جنگ پر اکسایا اور کہا لوگو! ڈرنے کی کوئی بات نہیں، یہ تمہارے حملے کی تاب نہیں لا سکتے ۔بہتر یہ ہوگا کہ انہیں قتل نہ کرنا بلکہ قیدی بنا کر زندہ مکے لے جانا تا کہ لوگ انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور اپنے اسلاف کے دین سے انحراف کی جرات نہ کر سکیں ۔اس طرح وہ لوگوں کو تسلی دیتا اور ابھارتا رہا۔

کہا جاتا ہے کہ جہیم بن الصلب بن مخرم بن الطلب بن عبد مناف نے منزل جحفہ پر خواب میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار آ رہا ہے اس کے ساتھ ایک اونٹ بھی ہے اور آواز دے رہا ہے کہ عتبہ، شیبہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ اور اکابرین قریش سے کچھ دوسرے لوگ قتل ہو گئے ہیں اور اس کے بعد وہ اپنے اونٹ پر چھری پھیر کر اسے چھوڑ دیتا ہے اس کے خون کی چھینٹیں قریش کے تمام خیموں میں پہنچتی ہیں۔ جب ابوجہل کو اس خواب کے بارے معلوم ہوا تو اس نے کہا لو! بنی عبدالمطلب سے ایک اور پیغمبر نکل آیا۔ جلد ہی انہیں پتہ چل جائے گا کہ مقتول کون ہیں؟ لیکن اس طرف جب ابوسفیان کا کارواں صحیح سلامت وہاں سے گذر گیا تو اس نے قیس بن امراءالقیس کو قریش کے پاس روانہ کیا کہ جونہی تم لوگ کارواں کی حفاظت کے لئے مکہ سے نکل گئے یہ کارواں مکہ پہنچ چکا تھا۔

بہتر یہی ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور محمدیوں کے ساتھ جنگ نہ کرو۔ اگر لڑائی لڑنے پر مجبور ہو تو کم از کم خواتین کو واپس بھیج دو تا کہ وہ قیدی نہ بنالی جائیں۔ یہ قاصد ۳۹ میل کا سفر طے کر کے منزل ھدہ پر قریش سے جا ملا اور اس طرح اس نے ابوسفیان کا پیغام دیا۔ ابوجہل نے قسم اٹھائی کہ جب تک بدر میں داخل نہ ہوں گے، اونٹ نحر نہ کریں گے، شراب نہ پیئیں گے اور رقص و سرور کی محفل برپا نہ کرینگے واپس نہیں جائیں گے۔ یہ اس لیئے کہ ہماری شان و شوکت کا چرچا ہو جائے اور محمدیوں کے دل میں ہمارا رعب بیٹھ جائے اور پھر یہ کہ یہ تو وہی موسم ہے جس میں بدر کے مقام پر عرب اجتماع کرتے اور بازار لگاتے ہیں لہذا ہم کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہیں۔ پس قریش نے تمام عورتوں کو واپس مکہ روانہ کر دیا اور خود جنگ کی تیاری کرنے لگے۔

اس دوران اخنس بن شریق نے کہا: اے بنی زہرہ! اب جب کہ ہمارا مال و متاع صحیح سلامت ہے ابوجہل کی اتباع نہیں کریں گے۔ یہاں ہمیں ایسی تدبیر کرنا چاہیئے کہ سیخ بھی نہ جلے اور کباب بھی پک جائے۔ جب رات ہو گی تو میں اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دوں گا اور تم شور کرنا

کہ اخنس کو سانپ نے کاٹ دیا ہے لہٰذا اسے مکہ واپس بھیج دیا جائے ۔ جب ابو جہل یہ سنے گا تو تمہیں روکنے کی کوشش کرے گا لیکن تم کہنا کہ ہم زندگی اور موت میں اخنس کو نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ یہ ہمارا سردار ہے ۔لہٰذا جب رات ہوئی تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔لیکن جب بنی زہرہ کی واپسی کی خبر پیغمبرؐ کو ملی تو آپؐ نے فرمایا:''ارشدھم وما کان برشید''صحیح راستہ اختیار کیا جبکہ خود صحیح نہیں ہے بنی زہرہ کی تعداد ۱۵۰ تھی جو تمام آلات حرب سے لیس تھے ۔ایک اور روایت کے مطابق ان کی واپسی کے بعد قریش کے لشکر کی تعداد ۹۵۰ افراد رہ گئی ۔

قصہ یہ کہ جب اخنس واپس مکہ آیا تو ابو سفیان سے ملا اس نے اسے ساری صورتحال کے بارے بتایا۔ابو سفیان کہنے لگا ''یا بنی زُھرَۃ لا فی العیر ولا فی النفر''اور یہ جملہ عرب میں مشہور ہو گیا ۔اخنس کو اس لئے اخنس کہا جاتا ہے کہ وہ لڑائی سے بھاگ نکلے ۔غرضیکہ ابو سفیان نے اس وقت کہا''واقوماہ ھذا عمل ابن ہشام''یہی کہا اور چونکہ اسے قریش کی پیروی کے علاوہ چارہ نہ تھا لہٰذا جنگی تیاری کرنے کے بعد مشرکین سے جا ملا ۔وہ جنگ بدر میں زخمی بھی ہوا اور پھر وہاں سے راہ فرار اختیار کی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

غرضیکہ رسولخداؐ دوسرے دن کوچ کر کے سر زمین اثیل چلے گئے اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے اور وہاں سے کفار بھی نزدیک ہو گئے ۔ جب رات پڑی تو پیغمبرؐ نے فرمایا: کون آج رات لشکر کا خیال رکھے؟ ایک شخص اٹھا اور کہا: جناب میں حاضر ہوں ۔فرمایا: تم کون ہو؟ کہا: ذکوان بن عبد قیس ،فرمایا: بیٹھ جاؤ۔پھر یہ بات دہرائی ،پھر ایک شخص اٹھا،فرمایا: تم کون ہو؟ کہا: ابن عبد قیس ۔فرمایا: اپنی جگہ پر بیٹھو ۔اور پھر اپنی بات کی تکرار کی ،پھر ایک شخص اٹھا اور کہا میں حاضر ہوں۔ فرمایا! کون ہو؟ کہا: میں ابو سبیع ہوں۔

اس وقت رسولخداؐ نے فرمایا: تینوں جاؤ اور لشکر کی دیکھ بھال کرو۔ابو سبیع نے عرض کیا: تینوں دفعہ میں ہی کھڑا ہوا تھا ۔میں نے اپنے آپ کو اپنے نام ،لقب اور کنیت سے متعارف کروایا تھا۔ پیغمبرؐ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی ۔اور اسطرح وہ لشکر کی حفاظت کی ڈیوٹی مستعدی

سے انجام دینے لگا۔ مسلمان پانی سے بہت دور تھے انہیں وضو، غسل اور دوسرے کاموں کے لئے پانی کی شدید قلت محسوس ہو رہی تھی۔ شیطان ان کے دل میں وسوسے ڈالتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو اور رسولخداؐ تمہاری فتح کی اطلاع دے رہے ہیں تو تم کیوں پیاسے ہو اور کفار سیراب ہیں۔ جب مسلمانوں میں اس سوچ نے جنم لیا تو وہ واقعی گھبرا گئے۔ اس دوران بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل ہوگیا۔ اب مسلمانوں کا ایک بڑا مسئلہ حل ہوگیا۔ ان کے لئے نہ صرف رفع حاجت میں آسانی ہوگئی بلکہ ریگستانی زمین بھی سخت ہوگئی جس پر چلنا آسان ہوگیا۔ جبکہ کفار مشکل میں پڑ گئے کیونکہ جہاں ان کا قیام تھا وہاں مٹی والی زمین تھی لہذا ان کے لئے اس میں چلنا دوبھر ہوگیا اور یہ آیت مبارکہ اس موقع پر نازل ہوئی۔

"إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ............" قرآن کریم (۸۔۱۱)

اس کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ سونے کے پہلے اوقات میں تم پر بارش برسی تاکہ تمہاری گندگی کو پاک کرے اور تمہارے دلوں کو استحکام بخشے اور تمہارے قدموں کو استقرار۔

اس آیت سے مسلمانوں کی قلبی کیفیت مضبوط ہوگئی اور پھر صبح وہاں سے کوچ کر گئے۔ رمضان کی سترہ تاریخ کو بدر کی سرزمین پر وارد ہوئے۔ رسولخداؐ نے فرمایا: پہلے کنوئیں کے قریب ڈیرے ڈال دو۔ حباب بن المندر نے عرض کیا: کیا حکم خدا ہے یہاں ڈیرے ڈال دیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: حکم نہیں آیا۔ عرض کیا: اگر اجازت دیں تو آخری کنوئیں کے قریب جا وارد ہوں اور اپنے گروہ کے لئے پانی بھی وہاں سے نکالیں اور دوسرے کنوئیں بند کردیں۔ تاکہ ہماری اور دشمن کی لڑائی پانی پر نہ ہو۔ جبرائیل آ گئے اور عرض کیا: حباب کی رائے کو اہمیت دیں۔ پس رسولخداؐ نے ایسے ہی کیا۔ آپؐ نے ماسوائے ایک کنوئیں کے سارے کنوؤں کو بند کردیا۔ آپؐ کا لشکر اس مقام پر ٹھہرا۔ اور اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے پانی نکالنا شروع کیا۔ چونکہ وہاں رسولخداؐ کچھ دیر کے لئے ستائے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ لشکر کا شیرازہ بکھر گیا اور پیغمبرؐ کے نزدیک صرف

تھوڑے لوگ رہ گئے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ تھی کہ قریش فرار کر جائیں گے اور مسلمان ان کا پیچھا کریں گے۔ خداوند تعالی نے فرمایا:

"اِذْ یُرِیْکَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا وَلَوْ اَرٰىکَهُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ............" قرآن کریم (۸۔ ۴۵)

یعنی خداوند تعالی نے خواب میں انہیں کم کر کے دکھایا اور اگر ان کی تعداد زیادہ کر کے دکھائی جاتی تو لشکر اسلام ڈر جاتا، اسی طرح وہ اپنے کام متحد و متفق ہو کر انجام نہ دے پاتے۔ یہاں بہتر یہ ہے کہ رسولخدا کی مدینے سے بدر تک کی منازل کا ذکر کر دیا جائے۔

چونکہ آپ کا ارادہ کاروان قریش کا پیچھا کرنا تھا لہٰذا آپ نے مدینہ سے مکہ جانے والے روٹ پر سفر کرنا تھا۔ اس طرح آپ کی منزل "نقب" پڑتی تھی اور دوسری عقیق، تیسری ذوالحلیفہ، چوتھی ذات الجیش، پانچویں تربان، چھٹی ملل، ساتویں غمیس الحمایم، آٹھویں صخیرات الثمام، نہویں سیالہ، دسویں فج الروحا، گیارھویں شنو جو بعرق بنی الظبیہ کے نزدیک ہے۔ وہاں ایک اعرابی آیا۔ اسے کہا گیا کہ رسولخداؐ پر سلام کرو۔ اس نے سلام کیا اور عرض کیا: اگر آپ رسولخداؐ ہیں تو جو کچھ میرے ناقہ کے پیٹ میں ہے اس کے بارے میں بتاؤ۔ سلمہ بن سلامۃ بن وقتش نے کہا: یہ سوال پیغمبرؐ سے مت کرو۔ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اس طرح کرو ناقہ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اندر بکرا ہے یا بکری کا بچہ!

رسولخداؐ نے ارشاد فرمایا: "ای سلمۃ مہ فحشت علی الرجل"

یعنی اے سلمہ! خاموش رہو۔ تم نے اسے گالی دے دی ہے۔ پس سلمہ نے اس سے درگذر کیا۔ بارھویں بئر روحا، اس منزل سے ابن اریقط جو انصار کا ساتھی تھا۔ رسولخداؐ کے فرمان کے مطابق جہینہ گیا۔ اور کارواں قریش کے چلے جانے کی اطلاع لے کر آیا۔ پس رسولخداؐ نے راہ مکہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور دائیں جانب سے منزل نازیہ پر آئے اور بدر کی طرف چل پڑے۔ آپ رحقان کی سرزمین پر پہنچے جو مضیق صفرا اور نازیہ کے درمیان واقع ہے۔ اس طرح

آپ صفرا کے نزدیک مضیق کی سرزمین پر اتر پڑے اور آپؐ نے اسی منزل سے بسبس بن عمرو جہنی اور عدی بن ابی الزغبا کو جو بنی ساعدہ اور بنی النجار کے ساتھی تھے جاسوسی کے لئے بدر کی طرف روانہ فرمایا۔ وہاں سے ذفران کی سرزمین پر اترے اور یہاں جبرائیلؑ اترے اور قریش پر فتح و نصرت کی بشارت یا کارواں کے ہاتھ لگنے کی خوشخبری لائے اور اسی مقام پر پیغمبرؐ نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ وادی ذفران کے بعد اصافر کے ٹیلوں تک پہنچے اور وہاں نشیب کی طرف چلے اور ریگستانی سرزمین ''دبہ'' کو عبور کر کے ریت کے ایک بڑے ٹیلے جس کا نام کثیب حنان ہے، کو اس سے اپنے دائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے بدر جا پہنچے۔

قصہ یہ کہ جب تمام لشکر نے ڈیرے ڈال دیئے تو پیغمبرؐ نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر ان تمام مقامات کی نشاندہی کی جہاں اکابرین قریش قتل ہونے تھے فرمایا ''ھذا مصرع فلان''

پیغمبر اسلامؐ کے لئے سائبان بنانا:

اس وقت سعد بن معاذ نے عرض کیا: اگر آپ اجازت دیں تو آپؐ کے لئے کھجور کی لکڑی سے سائبان تیار کریں جس کے نیچے آپؐ ستا سکیں؟ اور چند گھوڑے اور اونٹ آپ کے پاس چھوڑ دیں تا کہ اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے اور دشمنوں کی مدد آ جائے تو ان میں سے ایک سواری پر بیٹھ کر آپؐ مدینہ کے لئے روانہ ہو جائیں کیونکہ ہمارے دوست جو مدینہ میں ہیں ہماری طرح آپ پر جان دیتے ہیں۔ اگر انہیں پتہ چل جاتا کہ آپؐ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ ہرگز پیچھے نہ ہٹتے پیغمبرؐ نے اسے دعائے خیر دی۔ پس اس نے سائبان بنایا اور سواریاں باندھ دیں۔

کفار کا بدر کی سرزمین پر ورود:

اب دشمن کا لشکر دکھائی دینے لگا۔ یہ لشکر پہلے ایک ٹیلے پر ظاہر ہوا۔ مسلمانوں کا لشکر بھی انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی نظر میں کفار کا لشکر بہت معمولی اور قلیل تعداد میں دکھائی دیا۔ اس طرح کفار کی نظر میں وہ قلیل دکھائی دیئے۔ چنانچہ خداوند تعالی ارشاد فرماتا ہے:

''وَاِذْ یُرِیْکُمُوْھُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلاً وَّیُقَلِّلُکُمْ فِیْ اَعْیُنِھِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلاً'' قرآن کریم (۸۔۴۴)

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی نظر میں مسلمان بہت قلیل تعداد میں دکھائی دیئے اسی طرح مسلمانوں کی نظر میں کفار بھی بہت قلیل تعداد میں نظر آئے ۔ لیکن چونکہ رسولخداؐ ان کو ملاحظہ فرما رہے تھے ۔لہذا فرمایا:

''اللھم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلائھا وفخرھا تحادک وتکذب رسولک، اللھم فنصرک الذی وعدتنی''

بارالہا! یہ قریش جو اس گھمنڈ سے چلے آرہے ہیں اور تجھ سے جنگ کا ارادہ رکھتے اور تیرے رسولؐ کو جھٹلاتے ہیں ۔الٰہی میں تیرے وعدے کی بنا پر تجھ سے نصرت کا طالب ہوں ۔

قصہ یہ کہ قریش نے جب پیغمبرؐ کے لشکر کا نظارہ کیا تو وہ ٹیلے کے پیچھے چلے گئے وہ پانی سے دور تھے ۔چنانچہ اس بات کی گواہی یہ آیت دیتی ہے:

''اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ'' قرآن کریم (۸۔۴۲)

اور آپؐ ایک کنارے پر تھے اور وہ دوسری طرف، پانی سے دور اور سوار آپؐ سے اترائی میں تھے ۔لامحالہ چونکہ قریش کا پانی کے بغیر گذارا نہ تھا۔ان میں سے ابو جہل کے گروہ سے چند افراد آگے بڑھے تا کہ مسلمانوں کے پانی سے مستفید ہوں تو مسلمانوں نے مزاحمت کرنے کا ارادہ کیا تو پیغمبرؐ نے فرمایا: چھوڑ دو تا کہ یہ جی بھر کر پانی حاصل کرلیں ۔کہا جاتا ہے کہ جس کافر نے وہ پانی پیا یا تو مارا گیا یا قیدی بنا ۔ الا حکیم بن حزام جو اس معرکے میں وہاں سے فرار ہو گیا تھا اور بعد میں مسلمان ہوا جب تک زندہ رہا۔قسم اٹھاتا اور کہتا تھا: اس خدا کی قسم! جس نے مجھے بدر کے دن نجات عطا فرمائی ۔

قصہ یہ کہ اسود بن عبداللہ مخزومی نے قسم اٹھائی کہ میں جاؤں گا، مسلمانوں کے کنوئیں

سے پانی پی کر ان کے کنوئیں کو گندا کروں گا اور اگر میں اس راہ میں مارا بھی گیا تو مجھے پرواہ نہیں۔
وہ یہ کہہ کر کنوئیں کی سمت بڑھا حمزہ بن عبدالمطلب نے تلوار کھینچی اور آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر کے اس کی پنڈلی زخمی کر دی۔ وہ کہنیوں اور سینے کے بل رینگتا ہوا جا رہا تھا تا کہ کنوئیں میں تھوک دے اور اپنی قسم پوری کرے۔ اس نے ایسا ہی کیا اتنے میں حمزہ نے ایک مرتبہ پھر اس پر وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اب تک دونوں طرف سے لشکر چپ چاپ تھے گویا سکوت طاری تھا۔

اس وقت مشرکین نے عمیر بن وہب کو ایک جتھے کے ساتھ باہر بھیجا تا کہ اسلامی لشکر کے بارے میں معلومات اکٹھی کرے بلکہ ان کی تعداد بھی معلوم کرے۔ پس عمیر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے اردگرد چکر کاٹتا ہوا واپس قریش کے پاس چلا گیا۔ اور انہیں رپورٹ پیش کی کہ ان کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔ ایک مرتبہ پھر گیا اور اچھی طرح نظر دوڑائی کہ کہیں دشمن گھات لگائے ہوئے تو نہیں، واپس آ کر رپورٹ دی کہ ایسی بات نہیں اور ان کی تعداد میری بتائی ہوئی تعداد سے زیادہ نہیں لیکن

قد رأیت البلایا تحمل المنایا نواضح یثرب تحمل السم الناقع، اما ترونهم خرسا لا یتکلمون یتلمظون تلمظ الافاعی؟ مالهم ملجا الا سیوفهم و ما اریهم یولون حتی یقتلوا و لا یقتلون، حتی یقتلوا بعددهم، فاروا رایکم"

ان کے اونٹوں نے موت کا بار لادا ہوا ہے۔ ان کے بار میں مہلک زہر ہے۔ دیکھتے نہیں ہو کہ چپ سادھے ہوئے اور زہریلے سانپ کی مانند اپنی زبان کو اپنے منہ میں گھما رہے ہیں۔ یہ تلواروں کے سائے میں پناہ لئے ہوئے ہیں یہ جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے یہاںتک کہ قتل ہو جائیں اور اس وقت نہیں مریں گے جب تک اپنی تعداد کے برابر دشمنوں کو نہ کاٹ دیں۔ اس کام میں اچھی طرح دیکھ بھال کر ہاتھ ڈالیں کیونکہ ان کے ساتھ جنگ کرنا اتنا آسان کام نہیں ہوگا۔

جب حکیم بن حزام نے یہ بات سنی تو عتبہ کی طرف رخ کر کے کہا، اے ابوالولید! کیا تم

چاہتے ہو کہ تمہارا ذکر خیر تمہارے مرنے کے بعد باقی رہے؟ کہا: میں کیا کروں؟ کہا عمرو بن الحضرمی کی دیت اپنے سر لو اور لوگوں کو لڑائی سے بچا کر واپس لے چلو۔ اس نے کہا: ایسا ہی کرتا ہوں اس نے حکیم سے کہا: اگر تم کر سکتے ہو تو ایسا کرو کہ ابن حنظلہ یعنی ابو جہل سے کہو کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ لوگوں کو واپس لے جاؤ اور محمدؐ اور ان کے ساتھیوں سے جو تمہارے چچا کی اولاد ہیں، خواہ مخواہ کی لڑائی مول نہ لو؟ ابو جہل کی ماں کا حنظلیہ تھا۔ یہ بنی نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ کی جماعت سے تھی۔ حکیم نے یہ باتیں سنیں تو ابو جہل کے قریب آیا اس وقت وہ اپنی زرہ اور دوسرے جنگی ساز و سامان کو ترتیب دے رہا تھا، عامر بن الحضرمی نے اس کے سر پر کھڑے ہو کر کہا: میں نے بنی عبد شمس سے جو وعدہ کیا تھا اسے توڑا اور آ کر بنی مخزوم جو ابو جہل کا قبیلہ ہے، وابستہ ہو گیا۔ شاید میرے بھائی عمرو بن الحضرمی کا خون ضائع نہ جائے، غرضیکہ حکیم نے عتبہ کا پیغام ابو جہل کو پہنچایا۔ ابو جہل نے جواباً کہا: اسے تمہارے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ملا جسے میرے پاس اس پیغام کو پہنچانے کے لئے بھیج دیا۔ ''انتفخ سحرہ'' یعنی گھبرا گئے۔ یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی بد دل ہو گیا ہو اور کہا: دراصل عتبہ کو ڈر ہے کہ اس کا بیٹا کہیں محمدؐ سے جا ملے گا اور اسی کے ساتھ مدینہ چلا جائے گا، اور اسے یہ دھڑکا بھی لگا ہوا ہے کہ اگر وہ ہار گئے تو کہیں ان میں حذیفہ بھی نہ مارا جائے۔ پس حکیم بن حزام عتبہ کی طرف واپس آیا اور وہ اس وقت دس اونٹ لشکریوں کے حوالے کر رہا تھا تا کہ انہیں نحر کریں۔ کیونکہ ایک روایت کے مطابق آج کے دن اس کی باری تھی۔

غرضیکہ جب حکیم ابو جہل کا پیغام دے ہی رہا تھا کہ خود ابو جہل بھی آ ٹپکا۔ عتبہ نے اس کی جانب مڑ کر کہا: ''یا مصفر الاست'' میری برائی بیان کرتے ہو، پتہ چل جائیگا کہ کس کی ہمت جواب دے گئی ہے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا۔

هذا حبای وامرت امری   فبشری بالشکل ام عمرو ی

یعنی اے وہ شخص جس کی نشست گاہ سے ڈر کی وجہ سے آواز دینے والی گیس خارج ہو رہی ہے اور بعض روایت کرتے ہیں: چونکہ بچپن میں جب ابو جہل رسولخداؐ سے کشتی لڑتا تھا تو اس

کی نشست گاہ کی ایک رگ پھٹ جاتی اور اس سے خون بہنے لگتا جس سے اس کی شلوار رنگین ہو جاتی پھر یہ زعفران مل کر ان نشانات کو مٹانے کی کوشش کرتا کیونکہ عربوں میں زعفران رنگنے کی رسم بھی تھی۔ اس طرح لوگ ابوجہل کو مصفر الاست زرد نشست گاہ والے، کے نام سے پکارتے تھے۔ قصہ یہ کہ ابوجہل عتبہ کی باتیں سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اور دیوانہ وار اپنی جگہ سے اٹھا اور تلوار نکال کر گھوڑے کی پیٹھ پر دے ماری۔ ایماء بن رحضہ بولی: گھوڑے کو اس طرح حقیر کرنا بدشگونی ہے۔ اس وقت ابوجہل کو جنگ ابھارنے کی ایک اور تدبیر سوجھی۔ اس نے عامر بن الحضرمی کو پیغام بھیجا کہ تیرا ساتھی عتبہ لوگوں کو جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور میں تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ اب عامر تو جانو اور تمہارا کام۔ جونہی عامر نے یہ بات سنی تو اس نے پگڑی اتار پھینکی اور چلانے لگا۔ ''واعمرواہ'' وہ ہائے عمرو، ہائے عمر کہتے ہوئے سارے لشکر کے چکر لگا رہا تھا۔ اب لوگوں کے جذبات بھڑک گئے اور ان کے دلوں میں کینہ بھر گیا۔ ابوجہل کا تیر ٹھیک نشانے پر لگا۔ اب اس نے لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر یہ جملہ بولے:

''یارب انصر احب من الفئتین الیک، اللھم ربنا دیننا القدیم و دین محمد الحدیث، فای الدینین کان احب الیک وارضی عندک، فانصر اھلہ الیوم''

دو لشکروں کی صف آرائی:

مشرکوں کے تین علم تھے: ایک طلحہ بن ابی طلحہ اور دوسرا ابوعزیز بن نمیر اور تیسرا نضر بن الحارث کے پاس تھا۔ اور یہ تینوں بنی عبدالدار تھے۔ اسطرف رسولخداؐ نے بھی تین علم باندھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار کو عطا کیا ہوا تھا۔ اور خزرج کا علم حباب بن المنذر کے حوالے کیا ہوا تھا، اوس کا علم سعد بن معاذ کو عطا کیا اور فرمایا مہاجرین کا نعرہ (Code word) یا بنی عبدالرحمٰن ہے اور خزرج اور اوس کا نعرہ ''یا بنی عبداللہ'' ہے اور ایک دوسری روایت کہتی ہے کہ تمام اسلامی لشکر کا نعرہ ''یا منصور امت'' تھا۔ یعنی اے غازی موعود اپنے دشمن کی گردن اڑا دے۔ اسی اثناء میں پیغمبرؐ ایک لکڑی لے کر صفوں کو درست کرنے لگے

جب آپؐ کا گذر سواد بن عزید کے پاس سے ہوا تو آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کی صف درست نہیں تھی۔ آپ نے لکڑی کا سرا اس کے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے سواد صف درست کرو۔ سواد نے عرض کیا: یا رسول اللہ: آپ تو حق کے ساتھ آتے ہیں اور مجھے آپؐ نے ناحق چوٹ لگائی ہے۔ لہذا قصاص دیں۔ پیغمبرؐ نے اپنے سینہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: سواد قصاص لو، سواد دوڑے اور انہوں نے آنحضرتؐ کے سینہ کا بوسہ لیا اور کہا' دراصل میں اپنے آپ کو موت کے قریب پا رہا تھا تو چاہا کہ اس آخری وقت میں میرا بدن آپ کے بدن مبارک کو مس کرلے۔ رسولخداؐ نے آپ کو دعائے خیر دی۔

پھر رسولخداؐ نے عوام الناس کی طرف رخ کر کے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''امابعد فانی احثکم علی ما حثکم اللہ علیہ وانھیکم عما نھیکم اللہ عنہ، فان اللہ عظیم شانہ یامر بالحق و یحب الصدق و یعطی علی الخیر اھلہ اعلی منازلھم عندہ، بہ یذکرون و بہ یتفاضلون وانکم قد اصبحتم بمنزل من الحق ، لا یقبل اللہ فیہ من احد الا ما ابتغی

بہ وجہہ وان الصبر فی مواطن الباس مما یفرج اللہ بہ الہم و ینجی بہ من الغم ،تدرکون بہ النجاۃ فی الاخرۃ، فیکم نبی اللہ یحذرکم و یامرکم فاستحیوا الیوم ان یطلع اللہ علی شیء من امرکم یمقتکم علیہ فانہ تعالی یقول: ''لَمَقْتُ اللہِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ'' قرآن کریم (۴۰۔۱۰) انظروا الی الذی امرکم بہ من کتابہ وارا کم من آیاتہ و ما اعزکم بہ بعد الذلۃ، فاستمسکوا بہ، یرض ربکم عنکم وابلوا ربکم فی ھذہ المواطن امراً تستوجبوا بہ الذی وعدکم من رحمتہ و مغفرتہ، فان وعدہ حق وقولہ صدق و عقابہ شدید وانما انا وانتم للہ الحی القیوم ۔ الیہ الجانا ظہورنا و بہ اعتصمنا و علیہ توکلنا و الیہ المصیر و یغفر اللہ لی و للمسلمین''

آپؐ نے اپنے جانبازوں سے یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی بھی حملہ نہ کرے۔ اگر آپ کی طرف حملہ آور ہوں تو تیر چلاؤ اور ایسی حکمت عملی اختیار کریں کہ آپ کے تیر ختم نہ ہوں۔ اس کے بعد اپنے سائبان کی طرف آئے اور ابوقحافہ کا بیٹا بھی آپ کے ہمراہ سائبان کی طرف گیا اور سعد بن معاذ بعض دوسرے انصار کے ساتھ سائبان کے باہر آپؐ کی

حفاظت ونگہبانی کی خاطر اسے گھیرے رہے، اس وقت رسولخداؐ نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اِن جَنَحوا لِلسَّلمِ فَاجنَح لَها وَتَوَکَّل عَلَی اللہِ اِنَّہ ھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمُ'' قرآن کریم (۸-۶۳)

یعنی اگر وہ صلح پر اتر آئیں تو آپ بھی صلح کریں وہ خدا جو سننے والا اور جاننے والا ہے پر بھروسہ کرو۔ اگرچہ آپ کو پتہ تھا کہ قریش صلح کرنے والے نہیں لیکن اتمام حجت کی غرض سے عمر بن الخطاب کو ان کی طرف بھیجا اور پیغام دیا کہ ہمیں جنگ میں پہل نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ آپ میرے رشتہ دار اور قریبی ہیں۔ آپ بھی میرے پیچھے ہاتھ دھو کر نہ پڑیں اور میرا معاملہ دوسرے عربوں پر چھوڑ دیں اگر میں ان پر غالب آ گیا تو آپ کے لئے فخر کی بات ہوگی اور اگر انہوں نے میرا کام کردیا تو اسطرح آپ اپنی مراد کو پہنچیں گے اور آپ کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا۔ عمر گئے، انہوں نے قریش کی صفوں کے نزدیک جا کر یہ پیغام پہنچایا ان میں سے عتبہ نے زبان کھولی اور کہا: اے جماعت قریش! جو کوئی ضد پر اڑا رہے گا اور محمدؐ کا پیغام پر کان نہیں دھرے گا، کامیاب نہیں ہوگا۔ عتبہ اس دن سرخ بالوں والے اونٹ پر سوار تھا۔ پیغمبرؐ اپنی صفوں کا نظارہ کر رہے تھے اور فرمارہے تھے۔

''ان یک فی احد من القوم خیر فھی صاحب الجمل الاحمر ان یطیعوہ یرشدوا''

اگر قریش اس سرخ بالوں والے اونٹ سوار کی بات پر عمل کریں تو نجات پائیں گے اور عتبہ اسی طرح قریش کی صفوں میں گھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

''یا معشر قریش......

اے قریش: میری بات مان لو اور محمدؐ جو آپ کا چچا زاد، آپ سے بہتر اور اکابرین میں سے ہے، چھوڑ دو بطن نخلہ کے مقام پر آپ کا جو مال ضائع ہوا میں اپنے ذمہ لیتا ہوں کہ ادا کروں گا اور اسی طرح عمرو بن الحضرمی کے خون کی دیت بھی میں ادا کروں گا۔

جب ابوجہل نے یہ منظر دیکھا تو اسے کھٹکا لگا کہ کہیں یہ عوام الناس عتبہ کی بات مان کر

پلٹ نہ جائیں اور اسطرح وہ اس اقدام کا کریڈٹ بھی نہ لے لے، چیخ اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا، ہاں، اے عتبہ یہ تم نے کیا گڑبڑ پھیلا دی ہے؟ عتبہ نے بگڑ کر کہا: مجھے بزدل اور ڈرپوک کا خطاب دینے والے اسی کے ساتھ اپنے اونٹ سے نیچے اتر آ اور ابو جہل سے بھی کہا کہ ذرا نیچے اترو تو تمہیں دیکھوں۔ پہلے ہم دونوں لڑائی لڑتے ہیں تا کہ لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ ہم میں بزدل کون ہے اور بہادر کون ہے؟ قریش کے اکابرین آگے بڑھے اور انہوں نے ان دونوں کو الگ کیا۔ابو جہل ابوالحکم کے نام سے مشہور تھا۔البتہ اس میں جو جہالت تھی اس بنا پر اسے ابو جہل کہا جاتا تھا اور حسان بن ثابت نے اس کے لئے یہ اشعار کہے۔:

سماہ مغیرۃ ابا حکم	واللہ سماہ ابا جہل
فما تحیی الذہر معتمراً	الا ومرجل جہلہ یغلی
ابقت ریاستہ لمغیرۃ	غضب الالہ وذلۃ الاصل
ان ینتصر یدمی الجبین	وان یلبث قلیلا یعود بالرجل
قد رامنی الشعراء فانقلبوا	عنی بافوق ساقط النصل
وبصد عنی المحمون کما	صد البکارۃ عن جری الفحل

لڑائی کی ابتدا:

اب لڑائی نے زور پکڑا اور دونوں طرف سے جنگجو جوش میں آ گئے۔صحابہ میں سے چار افراد نشانہ باز تھے، جنہوں نے سر پر کپڑا باندھ رکھا تھا، علی نے سفید، ابو دجانہ نے سرخ، زبیر نے زرد رنگ کا کپڑا اور حمزہ نے شتر مرغ کے پر باندھ رکھے تھے۔

قصہ یہ کہ پہلے عتبہ میدان میں اترا اسے اس بات کا غصہ تھا کہ ابو جہل نے اسے بزدل کہا ہے۔پس اس نے ہانپتے کانپتے ہوئے زرہ پہنی اور چونکہ اس کا سر بڑا تھا لہٰذا اس کے سر پر کوئی خود پوری نہ آئی اور وہ عمامہ باندھ کر میدان میں آ گیا۔اس نے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو بھی حکم دیا کہ اس کے ساتھ میدان میں اتر آئیں اور اس کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوں۔پس

یہ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان اپنی شان وشوکت دکھانے کے لئے اِدھر سے اُدھر آنے جانے لگے۔انہوں نے للکارا تو مسلمانوں کی طرف سے حارث کے بیٹے عوف و معوذ اور عبداللہ بن رواحہ نبرد آزمائی کے لئے میدان میں اترے۔عتبہ نے کہا: تم کون ہو؟ اور کس قبیلے سے ہو؟ انہوں کہا: ہم انصاری ہیں۔عتبہ نے کہا: آپ کا اور ہمارا کوئی مقابلہ نہیں اور ہم آپ سے جنگ نہیں کریں گے۔اس نے پکارا: اے محمدؐ! بنی اعمام سے کسی کو باہر نکالو تا کہ ہم ان سے لڑائی لڑیں۔کیونکہ ہم پلہ نبرد آزماؤں کی لڑائی کا مزہ آئے۔اب رسولخداؐ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ پہلے انصار میدان جنگ میں کودیں۔پس آپؐ نے علیؑ، حمزہ بن عبدالمطلب اور عبیدۃ بن الحارث بن المطلب بن عبدمناف کو لڑائی کی اجازت مرحمت فرمائی اور یہ تینوں بپھرے ہوئے شیروں کی مانند میدان میں کود پڑے

اور حمزہ بولے:

''انا حمزہ بن عبدالمطلب اسداللہ واسد رسولہ،

پھر عتبہ نے کہا: عتبہ کفو کریم وانا اسد الحلفاء، اس طرح عتبہ نے اپنے آپ کو سید حلفاء مطیبین شمار کیا اور یہ بنی عبد مناف اور بنی اسد بن عبدالعزی و بنی تیم و بنی زہرہ و بنی الحارث بن فہر ہیں جو پانچ قبیلے تھے اور انہوں نے متفقہ طور پر حلف اٹھایا ہوا تھا، جو ایک الگ بحث ہے۔

قصہ یہ کہ امیر المومنینؑ کی مڈبھیڑ ولید سے ہوئی حمزہ کا تصادم شیبہ سے ہوا اور عبیدہ نے عتبہ کو جالیا پس علیؑ نے یہ رجز پڑھا۔

أَنَا ابْنُ ذِي الْحَوْضَيْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ وهاشم الْمُطْعِمِ فِي الْعَامِ السَّغِبْ

أُوفِي بِمِيثَاقِي وَأَحْمِي عَنْ حَسَبْ

میں اُس عبدالمطلب کا فرزند ہوں جس کے دو حوض ہیں اور اس ہاشم کا بیٹا ہوں جو قحط اور بھوک کے زمانے میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا میں اپنے وعدے کو وفا کرتا ہوں اور اپنے خاندان کا دفاع کرتا ہوں۔آپؑ نے ولید پر وار کیا۔اور اس پر زمین تنگ کر دی۔آپؑ نے پہلے ہی حملے

میں اس کا بایاں بازو کاٹ ڈالا۔ پس ولید نیچے جھکا اور اس نے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور علیؑ پر وار کرنے کے لئے بڑھا اور آنحضرتؐ کے سر پر ایسا وار کیا کہ آپ فرماتے ہیں کویا میرے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ اب وہ اپنے باپ عتبہ کی طرف بھاگا لیکن علیؑ نے اسے جالیا اور اسے اس کی ران پر دوسرا زخم لگایا کہ اسی لمحے وہ جان کی بازی ہار گیا۔ علیؑ نے کفار کی جانب رخ موڑ کر فرمایا:

قد عرف الحرب العوان انی	معی سلاحی و معی مجنی
بازل عامین حدیث سن	وصارم یذھب کل ضغن
سخنخ اللیل کانی جنی	اقصی بہ کل عدو عنی
استقبل الحرب بکل فن	لمثل ھذا ولدتنی امی

ان کا مفہوم ہے کہ جنگ پہلے سے جانتی ہے کہ اسلحہ اور ڈھال میرے ہمراہ ہے۔ میں ایک نہایت طاقتور جوان ہوں جس کی تلوار بغض و کینہ کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ راتوں کو نہیں سوتا اور دشمن کو ایک پر کی مانند کاٹ کر دور پھینک دیتا ہوں۔ میں اپنے تمام وسائل اور ہتھیاروں کے ساتھ میدان کا رخ کرتا ہوں۔ مجھے ماں نے اسی کام کے لئے جنا ہے۔

عبداللہ بن رواحہ نے یہ اشعار کہے:

لیھن علیا یوم بدر حضورہ	ومشھدہا لخیر ضربا مرعبلا
وکان لہ من مشھد غیر خامل	یظل لہ راس الکمی مجدلاً
وغادر کبش القوم فی القاع ثاویاً	تخال علیہ الزعفران المعملا
صریعاً ینوء الشعمان براسہ	وقد نوالیہ الضبع طولاتا کلا

حسان بن ثابت کے دو شعر بھی ملاحظہ ہوں۔

ولقد رایت غداۃ بدر عصبۃ	ضربوک ضربا غیر ضرب الحھر
اصبحت لاتدعی لیوم کریھۃ	یا عمرو ام لجسیم امر منکر

حسان بن ثابت کے ان اشعار کے جواب میں بنی عامر کے لوگوں نے چند اشعار کہے جن میں علیؑ کی شجاعت و دلاوری کا ذکر ہے۔

کذبتم و بیت اللہ لم تقتلونا　　ولکن بسیف الہاشمین فافخروا

بسیف ابن عبداللہ احمد فی الوغا　　بکف علی نلتم ذاک واقصروا

ولم تقتلوا عمرو بن وود لا ابنہ　　ولکنہ الکفو الکریم الغضنفر

علی الذی فی الفخر طال شاؤہ　　فلا تکثروا الدعوی علیہ فتحقروا

ببدر خرجتم للبراز فردکم　　شیوخ قریش جہرۃ فتاخروا

فلما اتیہم حمزۃ و عبیدۃ　　وجاء علی بالمہند تخطر

فقالوا نعم اکفاء صدق فاقبلوا　　الیہم سراعاً اذ بغوا و تجبروا

فجال علی جولۃ ہاشمیۃ　　فدمرھم لما عتوا و تکبروا

فلیس لکم فخر علینا بغیرنا　　ولیس لکم فخر یعدو یذکر

حسان بن ثابت کا تعلق مدینہ کے انصار سے تھا۔ آپ نے اپنے اشعار میں مسلمانوں کی بہادری کا تذکرہ کر کے کفار پر اپنی برتری جتلائی ہے۔ اس کے جواب میں بنی عامر کے ایک شخص نے جو اہل مکہ سے ہے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

خانہ خدا کی قسم جھوٹ بولتے ہو تم نے ہمیں قتل نہیں کیا، جاؤ علیؑ کی تلوار اور اس کے زور بازو پر فخر کرو۔ تم نے عمرو بن عبدوداور اس کے بیٹے کو قتل نہیں کیا بلکہ جری شیر علیؑ نے قتل کیا ہے۔ آپؑ جنگ بدر میں میدان میں آئے لیکن اکابرین قریش نے آپؑ کے ساتھ لڑائی نہیں لڑی بلکہ جب حمزہ، عبیدہ اور علیؑ اپنی ہندی تلوار کے ساتھ میدان میں کودے تو لڑائی پر آمادہ ہوئے اور ان سے جنگ لڑی۔ وہاں پر بھی علیؑ نے ہاشمی وار کیا اور سب کو خاک و خون میں ملا دیا۔ لہٰذا تم پر جو فخر جتلاتے ہو وہ ہمارے اپنوں کی وجہ سے ہے۔

اب اصل واقعہ کے طرف لوٹتے ہیں۔ اب علیؑ نے یہ رجز پڑھا۔

''صَبْرًا وَتَعْسًا لَكَ يَا ابْنَ عُتْبَةٍ   أَسْقِيكَ مِنْ كَأسِ الْمَنَايَا شَرْبَةً

وَلَا أُبَالِي بَعْدَ ذَاكَ عُتْبَةً

لیکن حمزہ اور شیبہ ایک دوسرے کو چت کرنے میں لگے تھے وہ ایک دوسرے پر اتنے شدید وار کرنے لگے کہ ان کی تلواریں ناکارہ ہوگئیں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں۔ پس انہوں نے تلواریں ایک طرف کو پھینکیں اور ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ مسلمان دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے انہوں نے آواز دی، علیؑ دیکھو یہ کتا کس طرح آپ کے چچا کو زیر کر رہا ہے۔ اب علیؑ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے چچا کو کہا کہ سر نیچے کرلیں کیونکہ حمزہ کا قد ربلند تھا۔ جونہی انہوں نے اپنا سر نیچے کیا علیؑ نے تلوار کے ایک ہی وار سے شیبہ کا بھیجا اڑا دیا۔ لیکن عبیدہ اور عتبہ کی لڑائی جاری تھی۔ یہ دونوں بڑے بہادر اور دلاور تھے۔ یہ ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ عبیدہ نے عتبہ کے سر پر تلوار کا ایک وار کیا جس سے اس کا آدھا سر کٹ گیا۔ اور اسی طرح عتبہ نے عبیدہ کی ٹانگوں پر وار کیا جس سے اس کی دونوں پنڈلیاں کٹ گئیں اور اس نے ایک دو شعر کہے جو یہ ہیں۔

فان قطعوا رجلی فانی مسلم   وارجو بہ عیشاً من اللہ عالیا

فالبسنی الرحمٰن من فضل منہ   لباساً من الاسلام غطی المساویا

اس طرف علیؑ شیبہ کے قتل سے فارغ ہوئے تو عتبہ کی طرف بڑھے جس عتبہ کے پاس پہنچے تو وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔

اس طرح ان تینوں کے قتل میں علیؑ کی بہادری کام آئی۔ یہی وجہ ہے کہ مصاف میں معاویہ ان کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

''وَعِنْدِی السَّیْفُ الَّذِی أَعْضَضْتُہُ أَخَاکَ وَخَالَکَ وَجَدَّکَ یَوْمَ بَدْرٍ''

عتبہ کی بیٹی ہندہ نے اپنے باپ کے مرثیہ میں یہ شعر کہے:

اعینی جودابدمع سرب   علی خیر خندف لم ینقلب

تداعی لہ رھطہ غدوۃ　　　　　بنو ہاشم وبنو المطلب

یذیقو نہ حراً سیافہم　　　　　یعلو نہ بعد ماقد شجب

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔علیؑ نے حمزہ کے ساتھ مل کر عبیدہ کو اٹھایا اور حضور کی خدمت میں لے آئے۔پیغمبرؐ نے اس کا سر تھاما اور اس قدر روئے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جو عبیدہ کے چہرے پر جا کر گرے۔اس پر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

''قال: اما واللہ لو کان ابو طالب حیّاً لعلم انّی احق بما قال حین یقول

کذبتم وبیت اللہ نخلی محمداً　　　　　ولما نطاعن دونہ ونناضل

وننصرہ حتی نصرع حولہ　　　　　ونذھل عن ابنائنا والحلائل

کہا خدا کی قسم! آج اگر ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو آج دیکھتے کہ ان کے اشعار کا میں کس قدر مصداق ہوں۔کیونکہ رسول خداؐ کی راہ میں جان دی ہے۔پیغمبرؐ کو ان کا ابو طالبؑ پر یہ چوٹ مارنا پسند نہ آیا۔لہذا انہیں اس بات سے منع فرمایا اور اس کے لئے اور ابو طالبؑ دونوں کے لئے استغفار طلب کی۔

اس وقت عبیدہ نے کہا: یا رسول اللہ ''اولست علی الاسلام''پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا''بلی وعلی الشہادۃ''عرض کیا: میں دین اسلام پر نہیں ہوں؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: مسلمان ہو اور شہید بھی ہو۔اس دوران عبیدہ کی پنڈلی سے خون رستا رہا۔اور بدر سے واپسی پر صفرا یا روحا کے مقام پر وفات پائی۔اور وہیں پر دفن ہوئے آپ پیغمبرؐ سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔

غرضیکہ خدا نے ان چھ اشخاص کے بارے یہ آیت نازل کی۔

''ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم، فالّذین کفروا قطّعت لھم ثیاب من نار یصبّ من فوق رءوسھم الحمیم''قرآن کریم (۲۲-۲۰)

یعنی ان دونوں دشمنوں میں ہر ایک نے اپنے خدا کے بارے میں دشمنی کی۔پس جو ان میں سے کافر ہوئے ان کے لئے آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے اور ان کے سر کے اوپر گرم

پانی ڈالا جائے گا۔قصہ یہ کہ جب قریش کے یہ تین افراد مارے گئے تو کفار کے لشکر پر رعب چھا گیا۔اور عاصم بن ابی عوف السہمی پکارا

''یا معشر قریش علیکم بالقاطع مفرق الجماعۃ اللاتی بما لا یعرف محمد لانجوت ان نجا''

کہ اے قریش محمدؐ سے ہاتھ نہ روکو کیونکہ یہ قطع رحمی کرنے والا اور بنی اعمام کا قاتل ہے۔ جب ابو دجانہ انصاری نے یہ آواز سنی تو دوڑے اور جا کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔اب جب معد بن وھب نے عاصم کا یہ حال دیکھا تو غصے میں آ گیا اور نہایت بہادری سے ابو دجانہ کے سامنے آ کر انہیں زخمی کیا۔آپ زانو کے بل گرے لیکن اپنے آپ کو سنبھالا اور معد پر حملہ آور ہوئے اور ایک غضبناک شیر کی مانند اسے دائیں اور بائیں ضربیں لگائیں وہ آپ کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ یہ اس کے پیچھے بھاگے اور اسے جا لیا آپ نے اسے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور پھر تلوار کے وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔اس موقع پر عدی بن ابی الزغیا نے یہ رجز پڑھا اور میدان جنگ میں کود پڑا۔

اناعدی والسحل امشی بہا مشی الفعل

زبیر بن العوام نے عبیدہ العاص کو ایک گھوڑے پر سوار دیکھا کہ ذرہ کے درمیان صرف اس کے آنکھیں دکھائی دیتی تھیں آپ نے اس کی آنکھوں میں اپنے جنگی ہتھیار سے وار کیا۔وار کاری لگا اور وہ گر پڑا اس پر اس کا بھی خاتمہ ہوا۔طعیمۃ بن عدی کو علیؑ نے نیزے سے ضرب لگائی اور فرمایا

''لَا تُخَاصِمُنَا فِی اللّٰہِ بَعْدَ الْیَوْمِ اَبَداً''

اس کے بعد عاص بن سعید علیؑ کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلا اور اپنے انجام کو پہنچا۔اور یہ وہ ہے جس کا بیٹا سعید بن العاص بن سعید،عثمان بن عفان کے ساتھ مل کر عمر کی خلافت میں اس کے قریب ہوا۔ایک دن سعید پریشانی کے عالم میں حضرت عمر کے پاس بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا کہ عمر نے اسے دیکھ کر کہا:

''مالی اراک معرضاً؟ کانی قتلت اباک۔انی لم اقتلہ ولکنہ قتلہ ابوالحسن''

یعنی تجھے کیا ہو گیا کہ مجھے اس طرح گھور کر دیکھ رہا ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تمہارا باپ قتل کیا ہو۔دیکھ! میں نے تیرے باپ کو نہیں مارا اسے تو ابوالحسنؑ نے قتل کیا تھا۔علیؑ وہاں موجود تھے فرمایا:

''یا عمر! محا الاسلام ماقبلہ فلما ذا تہاج القلوب؟''

یعنی اے عمر! کس لئے دلوں میں میرے خلاف کینہ بھرتے ہو؟ اسلام نے پرانی دشمنیوں کو مٹا دیا ہے۔سعید کہنے لگا۔

''لقد قتلہ کفو کریم وھو احب الی من ان یقتلہ من لیس من بنی عبد مناف''

یعنی اسے اس کے ہم پلہ مہربان نے قتل کیا۔میرے لئے بہتر ہے کہ اس کا قاتل بنی عبد مناف سے تھا۔

الغرضیکہ ابو داؤد مازنی نے ابو وھب مخزومی کو تلوار ماری،اسے خاک وخون میں غلطاں کیا اور واپس چلا گیا۔اس وقت ابو اسامہ جشمی اور اس کا بھائی مالک اور زہیر کے بیٹے کہ اس کے ساتھی تھے،آئے اور اس کو میدان سے اٹھا کر چلتے بنے۔رسولخداؐ نے ارشاد فرمایا۔''حماہ کلباہ الحلیفان''

اس وقت بنی مخزوم،ابو جہل کے ارد گرد جمع ہو گئے اور میدان جنگ کا رخ کرنے لگے۔عبداللہ بن منذر بن ابی رفاعہ نے ابو جہل کی زرہ پہنی اور میدان میں آ گیا۔ابو جہل کو اس کا کھٹکا لگا تھا۔علیؑ نے اس پر وار کر کے اسے خاک وخون میں غلطاں کر دیا۔اور فرمایا''انا ابن عبدالمطلب''اور اس کے بعد وہ زرہ ابو قیس بن الفاکہتہ نے پہنی اور میدان جنگ میں آیا۔حمزہؓ نے اسے وار کر کے فی النار کیا اور کہا:''خذھا وانا ابن عبدالمطلب''اس کے بعد حرملہ بن عمرو نے وہ زرہ پہنی اور وہ بھی علیؑ کے ہاتھوں مارا گیا اس کے بعد وہ زرہ جو کفن سے کم نہیں تھی۔خالد بن الاعلم کو پہنا کر میدان جنگ کی طرف روانہ کرنا چاہتے تھے کہ خالد اس کے لئے تیار نہ ہوا اور اپنے

آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالا۔مندرجہ ذیل اشعار اس جنگ بدر کے بارے میں علیؑ سے منسوب ہیں۔

اتحسب اولاد الجہالة اننا	علی الخیل لسنا مثلھم فی الفوارس
فسائل بنی بدر اذا ما لقیتھم	بقتلا ذوی الاقران یوم التمارس
وانا اناس لا نری الحرب سبة	ولا نثنی عند الرماح المداعس
وھذا رسول اللہ کالبدر بیننا	بہ کشف اللہ العدی بالتناکس
فما قیل فینا بعدھا من مقالة	فما غادرت منا حدید الملابس

کیا نادان بیٹے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہو کر ان کی مانند لڑ نہیں سکتے (یعنی ہم صرف عبادت و ریاضت کرنے والے ہیں)

اگر جنگ بدر میں موجود لوگوں سے ملو تو اس دن کے قتل عام کا پوچھو۔

ہم وہ ہیں جو جنگ کو عار نہیں سمجھتے اور نیزوں کے ساتھ پیٹھ نہیں دکھاتے۔

یہ خدا کا بھیجا ہوا ہے جو ہمارے درمیان چاند کی مانند چمک رہا ہے اور اس کے وسیلے سے خدا دشمنوں کو سرنگوں کرتا اور انہیں مٹاتا ہے۔

طالب ابن طالب جو اس وقت لشکر کفار میں تھے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

یا رب انی یغزون بطالب	فی مقنب من ھذہ المقانب
فی مقنب الغالب المحارب	فاجعلہ المسلوب غیر السالب

آپ اپنی قوم پر لعنت بھی کر رہے تھے اور مسلمانوں کے لئے دعائے خیر بھی کر رہے تھے۔مشرکین نے کہا اچھا تو تو مسلمان ہے اگر ایسا کرے گا تو ہم تمہیں مکہ کی طرف واپس بھیج دیں گے اس طرح انہیں مکہ واپس روانہ کر دیا گیا۔

اس وقت جب رسولخداؐ نے صحابہ کی کمی پر غور کیا تو دعا فرمائی۔ ''اللھم انجز ما وعدنی، اللھم انجز ما وعدتنی، اللھم انجز ما وعدنی ان تہلک ھذہ العصابة من الاسلام لا تعبد فی الارض ابداً''

آپ نے اس قدر عاجزی فرمائی کہ آپ کے مونڈھے پر موجود چادر لڑھک کر گر گئی۔

اہل سنت کی روایت کے مطابق اس دوران ابو بکر نے اپنا ہاتھ بڑھا کر آنحضرتؐ کے ہاتھ پکڑے اور کہا: یا رسول اللہؐ خدا سے ان کی تباہی کی دعا نہ مانگیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے ابو قحافہ کے بیٹے! ٹھہرو، میں خدا سے اس کا وعدہ چاہتا ہوں اور اسی طرح خدا کو پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو نیند آ گئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

''إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ'' قرآن کریم (۸-۹)

یعنی جس وقت آپؐ اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے تو پروردگار نے آپؐ کی دعا مستجاب کی کہ میں تمہاری مدد یکے بعد دیگرے ہزار فرشتے بھیج کر کروں گا۔ اس وقت فرمایا: اے ابو بکر فتح کی خوشخبری آ گئی اب جبرائیلؑ گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے آئے جس کے سامنے کے دانت غبار آلود تھے۔ آپؐ کے ساتھ ہزار فرشتے بھی تھے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہؐ! ہزار فرشتے، فرمایا: تین ہزار، کہا: تین ہزار فرمایا: پانچ ہزار۔ چنانچہ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔

''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ .... مُسَوِّمِينَ'' قرآن کریم (۳-۱۱۹و۱۲۰)

پس رسولخداؐ لوگوں کو جنگ کی ترغیب دے رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ جو کوئی کسی کافر کو قتل کرے تو اس کا مال و متاع اسی کا ہوگا اور وہ خدا جس کے قبضہ قدرت میں، میں محمدؐ کی جان ہے، جو کوئی ان کے ساتھ جنگ کرے اور جہاد میں پیٹھ نہ دکھائے اگر اس صورت میں مارا جائے تو ہمیشہ کی جنت پائے گا۔

جب عمیر بن الحمام نے یہ سنا تو اس نے جو کھجوریں ہاتھ میں کھانے کے لئے رکھی تھیں، انہیں پھینکا اور کہا: میرے اور اس کے درمیان جو جنت میں ہے کوئی رکاوٹ نہیں مگر فقط شہادت اور یہ شعر بولا:

رکھا الی اللہ بغیر زاد   الا التقی والعمل المعاد

والصبر فی اللہ علی الجہاد   وکل زاد عرضۃ النفاد

غیر التقی والبر والرشاد

اور شمشیر ہاتھ میں لی اور دائیں بائیں گھمائی یہاں تک کہ شہید ہوا اور رسولخداؐ نے یہ آیت پڑھی۔

''ام یقولون نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع ویولون الدبر'' قرآن کریم (۵۴-۴۴ و ۴۵)

یعنی کیا وہ کہتے ہیں: ہم قتل ہونے والے کا انتقام لیں گے، جلد ہی وہ شکست کھائیں گے اور اپنے مقامات کو لوٹ جائیں گے۔ آپؐ لوگوں کو جنگ کی رغبت دلاتے تھے۔ اس وقت حکیم بن حزام کو آسمان سے ایک آواز آئی۔ ایسی آواز جیسے کوئی کسی طشت میں کنکریاں پھینکتا ہے اور مولا علیؑ ایک بپھرے ہوئے شیر کی مانند ہر طرف حملہ کر رہے تھے۔ ان کے حملوں کی تاب نہ لا کر گھوڑے اور انسان گر رہے تھے۔ اب ایک وقت آیا کہ آپ نے چاہا کہ رسولخداؐ کو ملیں۔ آپ ان کی جھونپڑی کی طرف گئے دیکھا کہ آپ سجدے میں تھے اور فرما رہے تھے۔

''یا حیُّ یا قیُّومُ برحمتک استغیث''

حضرت علیؑ دوبارہ میدان جنگ کی طرف پلٹے اور لشکر کفار پر ٹوٹ پڑے اور ان میں چند مزید افراد کو گرایا اور پھر رسولخداؐ کے حالات معلوم کرنے ان کی طرف گئے تو پھر انہیں سجدے میں پایا۔ آپؐ وہی کلمات دھرا رہے تھے۔ تیسری مرتبہ پھر لڑائی کی غرض سے میدان جنگ کی طرف آئے اور ایک طوفانی لڑائی لڑی۔ اور زمعۃ بن الاسود، حارث بن زمعہ، عثمان بن کعب، عثمان بن مالک جو طلحہ کے بھائی تھے، تہ تیغ کیا۔

قصہ یہ کہ ان تین حملوں میں آپ نے ۳۶ قریش سورماؤں کو خاک وخون میں غلطاں کر دیا اور یہ اشعار بھی آنحضرتؐ نے روایت کیے گئے ہیں جو آپؑ نے ولید بن مغیرہ سے مخاطب

ہو کر کہے ہیں۔

یہددنی بالعظیم الولید	فقلت انا ابن ابی طالب
انا ابن المجبل بالابطحسین	وبالبیت من سلفی غالب
فلاتحسبنی اخاف الولید	ولاانی منہ بلھائب
فما ابن المغیرۃ انی امر	سموح الانامل بالقاضب
طویل اللسان علی الشانئین	قصیر اللسان علی الصاحب
خسرتم تم بتکذیبکم للرسول	تعیبون مالیس بالعائب
وکذبتموہ بوحی السماء	الا لعنۃ اللہ علی الکاذب

۱-ولید نے مجھ پر اپنی بڑائی جتلائی جبکہ میں نے اسے کہا کہ میں ابو طالبؑ کا فرزند ہوں۔

۲-میں مکہ، منٰی اور کعبہ کا فرزند ہوں اور میرے آباؤ اجداد نسلوں سے غالب ہیں۔

۳-یہ خیال نہ کرو کہ میں ولید سے ڈر جاؤں گا اور اس کی شان وشوکت میرے راستے میں رکاوٹ ڈالے گی۔

۴-اے مغیرہ کے فرزند! میں وہ شخص ہوں جس کی انگلیوں میں تلوار جڑی رہتی ہے۔

۵-میری زبان برائی بیان کرنے والوں کے لئے لمبی اور اپنے دوست کے لئے چھوٹی ہے۔

ہو بزم یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　　ہو رزم حق وباطل تو فولاد ہے مومن

۶-تم لوگوں نے خدا کے بھیجے ہوئے کو قبول نہ کیا اور اپنے آپ کو بد بخت کر دیا۔تم اس چیز کو بہت معمولی سمجھتے ہو جس میں کوئی نقص نہیں۔

۷-تم نے آسمانی وحی کے باوجود اس کو جھٹلایا اسلئے جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔

اور حسان بن ثابت نے ولید کی ہجو اسطرح کی:

متی تنسب قریش اوتحصل	فما لک فی ارومتہا نصاب
نفتک بنو ھصیص عن ابیہا	اشجع حیث تسترق العیاب

وانت ابن المغیرة عبد شول　　قد اندب حمل عاتقک الرطاب

اذا عدلا طائب من قریش　　تلاقت دون نسبتکم کلاب

وعمران بن مخزوم فدعہا　　ھناک السرو والحسب اللباب

اور حسان نے بھی ولید کی ہجو اسطرح کی:

اذا انتسبت یوما قریش نفتکم　　وان تنتسب شجع فانت نسیبہا

وان التی القتک من تحت رجلہا　　ولید اُمھجان الغذاء حلوبہا

وامک من قسر حباشۃ امہا　　لسمر آ فیہم آ سن البول طیبہا

اور حسان نے ہی یہ اشعار صفوان بن امیہ کی ہجو میں بیان کیے ہیں۔

من مبلغ صفوان ان عجوزہ　　امۃ لجارۃ معمر بن حبیب

امۃ یقال من البراجم اصلہا　　نسب من الانساب غیر قریب

اور وہ صفوان بن امیہ کے بارے میں کہتا ہے۔

رایت سوادا من بعید فراعنی　　ابو حنبل ینزو علی ام حنبل

کان الذی ینزو بہ فوق بطنہا　　ذراع قلوص من نتاج ابن عرحل

اور عمرو بن عاص السہمی کے متعلق کہتا ہے۔

زعم ابن نابغۃ اللئیم باننا　　لانجعل الاحساب دون محمد

اموالنا ونفوسنا من دونہ　　من یصطنع خیرا یثاب ویحمد

فتیان صدق کاللیوث مساعر　　من یلقہم علی صفیر المرعد

وبنا لہم بیتا ابوک مقصرا　　کفرا ولوما بئس بیت الحتد

الغرضیکہ جب آپؑ تیسری مرتبہ پیغمبرؐ کے نزدیک آئے تو بھی آنحضرتؐ کو سجدہ ریز دیکھا اور دیکھا کہ وہی کلمات دہرا رہے ہیں۔ اس بار فیصلہ کن لڑائی لڑنے کا تہیہ کر لیا اور دیکھا کہ ایک تیز ہوا چلی ہے اور جبرائیلؑ ہزار فرشتوں کے ساتھ پہنچ آئے۔ اس کے بعد مزید شدید ہوا چلی تو

میکائیل ہزار فرشتوں کے ہمراہ اور تیسری بار جب تیز ہوا چلی تو دیکھا کہ اسرافیل مزید ہزار فرشتوں کے ہمراہ زمین پر آئے۔چنانچہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا''(قرآن کریم ۸-۱۲)

یعنی اے محمدؐ! اس وقت کو یاد کریں جب خدا نے فرشتوں کو وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔مومنوں کے دل مضبوط کرو اس جنگ میں جو وہ کفار کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

''سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ............کُلَّ بَنَانٍ'' گذشتہ آیت کا اگلا حصہ

یعنی کافروں کے دل میں ڈر اور خوف ڈالتے ہیں۔اے فرشتو! ان کی گردنیں اور پور مارو۔اس جنگ میں فرشتوں نے سرخ، سبز اور زرد نور کی پگڑیاں باندھی ہوئی اور وہ چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے جن کی پیشانی پر بال تھے، سوار تھے اور مشرکین ان کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سن رہے تھے لیکن گھوڑوں کو نہیں دیکھ پا رہے تھے۔

اس معرکے کے دوران خبیب بن یساف نے امیہ بن خلف پر حملہ کر دیا۔ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ امیہ نے خبیب بن یساف پر وار کیا جس سے ان کا ہاتھ کندھے سے جدا ہو گیا۔وہ اس کٹے ہوئے بازو کو پیغمبر اسلامؐ کے پاس لے آئے۔آپؐ نے خدا کو یاد کر کے ہاتھ کو کندھے سے لگایا تو وہ جڑ گیا۔لیکن کٹے ہوئے مقام پر ایک لائن رہ گئی اور کچھ عرصے کے بعد خبیب نے امیہ کی بیٹی سے شادی کی۔اس نے ایک دن اس مقام کو دیکھا اور کہا ''لا یشل اللہ ید رجل فعل ھذا''

خبیب بولے: ''وانا واللہ قد اوردتہ شعوبا'' ان کے پیچھے عکاشہ بن محصن آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! جنگ میں میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔اب لڑنے کے لئے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔آنحضرتؐ نے انہیں ایک لکڑی عنایت فرمائی کہ اس سے جہاد کرو یہ لکڑی جب عکاشہ کے ہاتھ میں پہنچی تو نہایت چمکدار تلوار تھی۔اب وہ دوبارہ جہاد میں مصروف ہو گئے۔اس

کے بعد سلمہ بن اسلم آئے اور عرض کیا: میری تلوار بھی ٹوٹ گئی ہے۔ آپؐ نے انہیں بھی لکڑی کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا جوان کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی ننگی تلوار ہوگئی۔ اس طرح وہ بھی دوبارہ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ اچانک جب میدان جنگ میں ابو بکر کی نظر اپنے بیٹے عبدالرحمٰن پر پڑی جو مشرکین کے درمیان مسلمانوں سے لڑائی میں شریک تھے تو آواز دی: "أین إلی یا خبیث؟" عبدالرحمٰن نے باپ کے جواب میں یہ شعر کہا:

لم یبق غیر سکۃ لصوب وصارم یقلی ضلال الشیب

وہ لڑائی میں نہایت جوش و جذبے سے حصہ لے رہے تھے۔ لیکن حارث کے بیٹے معوذ اور معاذ جن کی ماں کا نام عفرا تھا جنگی صفوں میں اس قدر گھل مل گئے تھے کہ وہ عبدالرحمٰن بن عوف کے دائیں بائیں سے لڑ رہے تھے۔ پہلے معاذ نے عبدالرحمٰن کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے آہستگی سے سوال کیا، ابوجہل کون سا ہے؟ میں نے سنا ہے کہ اس نے ہمارے رسولخداؐ کو کافی تکالیف پہنچائیں ہیں۔ اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک ہم میں سے ایک مارا نہ جائے۔ جب معاذ کی بات ختم ہوئی تو معوذ نے اپنی بات کا آغاز کیا اور نہایت آہستگی سے یہی بات کی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابوجہل نمودار ہوا جو اپنے اونٹ پر سوار جنگ کو ابھار رہا تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: یہ رہا ابوجہل، اب آپ کے بازو میں جتنی طاقت ہے اسے آزمالیں۔ پس ان دونوں بھائیوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ببر شیر یا گرجنے والے بادل کی مانند نہایت گرجدار آواز میں نعرہ لگاتے ہوئے ابوجہل پر ٹوٹ پڑے۔ ابوجہل جان بچانے کی خاطر مردانہ وار مقابلہ کرنے لگا۔ اس دوران انہیں جب موقع ملتا وہ اسے کاری ضرب لگا جاتے۔ اچانک معاذ کو موقع ملا تو اس نے ابوجہل کے پاؤں پر تلوار ماری جس سے اس کی پنڈلی جدا ہوگئی جب عکرمہ نے یہ دیکھا تو دنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہوگئی۔ اس نے باپ کے خون کا انتقام لینے کے لئے معاذ پر حملہ کر دیا۔ اس نے اس کے بازو پر تلوار مار کر اسے علیحدہ کر دیا۔ لیکن معاذ جذبہ ایمانی سے سرشار نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور کٹے ہوئے بازو کے ساتھ زخمی شیر کی مانند جنگ جاری رکھی۔ لیکن اس نے دیکھا

کہ اس کا لٹکتا ہوا بازو اس کے جہاد میں حائل ہو رہا ہے۔ تو اس نے ہمت کر کے بازو کی انگلیوں کے سروں پر پاؤں رکھا اور بازو کو سرے سے جدا کر دیا۔ اب وہ آزادی سے داد شجاعت دینے لگا۔

اس وقت مسلمانوں کی فتح کے آثار نمودار ہونے لگے اور جب کوئی مسلمان کسی کافر پر حملہ کرتا تو اس سے قبل کہ وہ اس کے قریب پہنچتے اور اس پر وار کرے اس کا سر کٹ کر زمین پر گرا ہوا پاتا۔ یہ وار فرشتوں کا ہوتا تھا۔ فرشتوں کے وار کی علامت یہ تھی کہ اعضاء کٹ کر جاتے تھے لیکن کٹی ہوئی جگہ سے خون نہیں بہتا تھا۔ اور ایک انصاری جو ایک مشرک کے پیچھے بھاگ رہے تھے انہوں نے تازیانہ لگنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا "اقدم حیزوم" اب جو دیکھا کہ وہ مشرک ان کے سامنے مرا پڑا ہے۔ انصاری نے یہ عجیب و غریب صورتحال پیغمبرؐ سے بیان کی۔ فرمایا: وہ ایک فرشتہ تھا جو تیسرے آسمان سے مدد کے لئے آیا تھا۔ اور ایک روایت ہے کہ جبرائیل کے گھوڑے کا نام حیزوم ہے۔

قصہ یہ کہ جب جنگ کی آتش خوب بڑھک اٹھی اور زرہوں کی آنکھوں سے بھی خون بہنے لگا اور جنگجوؤں کی تلواریں گرد و غبار میں چمکنے لگیں۔ ابلیس جو سراقہ بن مالک کے حلیے میں لڑائی لڑ رہا تھا، نے آواز لگائی کہ اے قریش! علم مجھے دو تاکہ میں مقدور بھر کوشش کروں، اس نے علم لیا اور صف کے آگے دوڑا اور لوگوں کو جنگ پر ابھارنے لگا کہ اچانک اس کی نگاہ جبرائیل اور فرشتوں کی صفوں پر پڑی تو خوف کے مارے علم چھوڑ کر بھاگنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ حجاج کے بیٹے منبہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو کہا: اے سراقہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے اس کا گریبان پکڑا کہ ٹھہرو! یہ کیا نامعقول حرکت کر رہے ہو اور ہمارے لشکر کا شیرازہ بکھیر رہے ہو؟ ابلیس نے اس کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور کہا، مجھ سے دور ہو جاؤ کیونکہ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے؟ اور میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اس نے یہ کہا اور وہاں سے دم دبا کر ایسا بھاگا کہ سمندر کے کنارے جا پہنچا، وہ خوف سے چیخ رہا تھا اور جھاگ اٹھا کر یہ کہہ رہا تھا:

"یَا رَبِّ مَوْعِدَکَ الَّذِی وَعَدتنِی" چنانچہ خداوند تعالی ارشاد فرماتا ہے۔ "فَلَمَّا تَرَآءَتِ

انقلبتم علٰی اعقابکم ومن ینقلب علٰی عقبیہ وقال انی بری منکم ....شدید العقاب" قرآن کریم (۸-۵۰)

کہا جاتا ہے کہ جب قریش مکہ واپس پہنچے تو وہ سراقہ سے ملے تو اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ان کے ساتھ نہیں تھا اور نہ ہی اسے ان کی لڑائی کی کوئی اطلاع تھی۔ غرضیکہ علیؑ نے اس دوران مٹھی بھر سنگریزے رسولخداؐ کو دیئے آپؐ نے ہاتھ میں لئے اور کفار کی طرف "شاھت الوجوہ" کہہ کر پھینکے۔ ایک ہوا چلی جس نے ان سنگریزوں کو کفار کے سروں پر پہنچا دیا جس کے سر پر یہ لگے وہ قتل ہوا۔ اس واقعے کو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

"فلم تقتلوھم ولٰکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمٰی" قرآن کریم (۸-۱۷)

یعنی آپؐ نے انہیں نہیں قتل کیا بلکہ خدا نے قتل کیا اور تمؐ نے کنکریاں نہیں پھینکیں بلکہ خدا نے پھینکیں۔ اس دوران چونکہ رسولخداؐ سمجھ گئے تھے کہ نوفل بن خویلد جو زبیر ابن العوام کے چچا تھے، قریش کے لشکر میں ہیں اور یہ نوفل وہ ہے کہ ہجرت سے قبل جس نے طلحہ و زبیر کو مسلمان ہونے کی سزا پر ایک رسی سے باندھ کر عذاب دیا تھا، فرمایا:

"اللھم اکفنی نوفل بن العدویۃ" یعنی بار الہا مجھے نوفل کے شر سے بچا۔

پس علیؑ نے اس دفعہ ایسا حملہ کیا کہ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نوفل کو ڈھونڈ نکالا اور اس کے خود پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ دامن تک اس کو چیر کر رکھ دیا۔ اب ایک دوسرا وار کر کے اس کے دونوں پاؤں کاٹ ڈالے۔ اب جب آپؑ اس کا سر لے کر پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پیغمبرؐ یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ کون ہے جو مجھے نوفل کی اطلاع دے؟ پس پیغمبرؐ اس کے قتل سے مسرور ہوئے اور فرمایا: "الحمدللہ الذی اجاب دعوتی فیہ"

اور علیؑ نے یہ اشعار کہے:

ضربنا غواۃ الناس عنہ تکرماً	ولما راو قصد السبیل ولا الہدی
ولما اتانا بالہدی کان کلنا	علی طاعۃ الرحمٰن والحق والتقی

نصرنا رسول اللہ لما تدابروا   وتاب الیہ المسلمون ذووالحجی

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے: حضرت پیغمبرؐ کے دفاع کے لئے ان گمراہوں کو جو راہ راست پرنہیں آئے مارا، خدااور رایک پرہیز گار کے فرمان پرعمل کیا۔گمراہ اس سے پھر گئےاور عقلمند مسلمان اس کی جانب راغب ہو گئے ۔اس کے بعد معوذ اور معاذ بھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے ابوجہل کے مرنے کی خبر پہنچائی۔ان میں سے ہر ایک ابوجہل کے قتل کو اپنے آپ سے منسوب کر رہا تھا۔پیغمبرؐ نے فرمایا: کیاتم نے اپنی تلواروں کودھوڈالا ہے ۔عرض کیا:نہیں،پس آپ نے ان کی تلواروں کو دیکھااور فرمایا:تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے ۔آپ نے حکم دیا کہ ابوجہل کے قتل کا کریڈٹ معاذ کودیا جائے کیونکہ اس کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔اور معاذ کٹے ہوئے بازو کے ساتھ حضرت عثمان کے دور حکومت تک زندہ رہا۔ البتہ معوذ واپس پلٹااور اس نے جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ شہید ہوا۔اور بعض مورخین معاذ بن عمرو بن الجموع کوابوجہل کا قاتل گردانتے اور مقطوع الید کہتے ہیں۔

غرضیکہ جب سورج کے زوال کاوقت آیا تو پھر مشرکوں میں طاقت نہ رہی ۔لہذاانہوں نے جنگ سے پیٹھ پھیر کرفرار کرنا شروع کیا۔ابوجہل کے بھائی حارث بن ہاشم نے بھی بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھی اور یہ اشعار کہے:

اللہ یعلم ماترکت قتالہم   حتی علوافرسی باشقر مزبد

ووجدت ریح الموت من تلقائہم   فی مازق والخیل لم تتبدد

وعلمت انی ان اقاتل واحداً   اقتل ولم یضرر عدوی مشہدی

فصددت عنہم والاحبۃ فیہم   طمعاً لہم بعقاب یوم مرصد

حسان بن ثابت بھی اس قصیدہ میں کہتا ہے۔

تبلت فؤ ادک فی المنام خریدۃ   تسقی الضجیع ببارد بسام

جب ہشام کے بھاگنے کی بات کرتا ہے تو

ان کنت کاذبة الذی حدثتنی فنجوت منجی الحارث ابن ہشام
ترک الاحبة ان یقاتل دونہم ونجابراس طمرة ولجام
جرداء تمرح فی الغبار کانہا سرحمان غاب اوظلال غمام
تذر العناجیج الجیاد بقفرة مر الدموک بمصعد ورجام

پھر حسان، حارث بن ہشام کے بارے میں یہ کہتا ہے:

یا حار قد عولت غیر معول عند الھیاج وساعة الاحساب
اذ تمتطی سرح الیدین نجیبة مرطی الجراء خفیفة الاقراب
والقوم خلفک قد ترکت قتالہم ترجو النجاء فلیس حین ذھاب
ھلا عطفت علی ابن امک اذ ثوی قعص الاسنة ضائع الاسلاب
جہا لعمرک لورھنت بمثلہا لاقاک اشم شا بک الانیاب
عجل الملیک لہ فاہلک جمعہ بشنار مخزیة وسوء عذاب
لوکنت صنو کریمة اصلیتہا حسنی ولکن صنو بنت عقاب

مختصر یہ کہ رسولخداؐ نے فرمایا: کون ہے جو ابوجہل کی خبر لائے؟ اگر اسے تم مقتولین کے درمیان نہ پہچان سکو تو تمہیں علامت بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک دن مکہ میں، میں عبدالرحمٰن بن جزعان کے کھانے کی دعوت پر گیا۔ کھانا کھانے کے بعد ابوجہل نے مجھ سے کشتی لڑنا شروع کردی۔ حتیٰ کہ ابوجہل جوتوں والی جگہ پر چلا گیا وہاں اس کے گھٹنے کو چوٹ لگی اور زخم کا نشان پڑ گیا۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا، یا رسول اللہؐ! میں حاضر ہوں وہ اٹھے اور گئے۔ انہوں نے ابوجہل کو مقتولین کے درمیان دیکھا کہ زخمی حالت میں خاک پر لوٹ رہا تھا اور ابھی اس میں کچھ دم خم تھا۔ عبداللہ نے مکہ میں قیام کے دوران اس کے ہاتھوں سے کافی تکالیف اٹھائی تھی۔ جب یہ حالت دیکھی تو پاؤں اس کی گردن پر رکھے اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اس کے بال کھینچتے ہوئے

کہا: اے ابو جہل! یہ تم ہو جو اتنی ذلت و خواری سے پڑے ہو؟

''الحمدللہ الذی اخزاک'' اے خدا کے دشمن!

ابو جہل نے کہا

''لقد ارتقیت یا رویعی الغنم مرتقاصعبا، لمن الدبر؟

یعنی اے گڈریے تو اپنے مالک کی گردن پر سوار ہو گیا ہے۔ اب بتاؤ فتح کس کی ہے؟

کہا: خدا و رسول کی ہے۔ اے دشمن خدا: تو تو فرعون سے بھی برا نکلا کیونکہ اس نے غرق ہوتے وقت سچ بولا اور تو قتل ہوتے وقت بھی اعتراف نہیں کر رہا۔ ابھی میں تمہیں تمہارے کیفر کردار تک پہنچاؤں گا اور تمہارا سر کاٹ کر تمہارے تن سے دور کر دوں گا۔ ابو جہل بولا: اسطرح کی باتیں نہ کرو:

''لست باول عبد قتل سیدہ''

یعنی تم وہ پہلے غلام نہیں ہو جس نے اپنے آقا کو قتل کیا۔ اس سے کیا بری بات ہے کہ کہیں گے ایک بہادر کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا۔

اور لیکن ''لو غیر اکار قتلنی''

یعنی کیا ہوا کہ ایک غیر کسان میرا قاتل بنا۔ وہ یہ کہہ کر انصار کو برا بھلا کہہ رہا تھا کیونکہ وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ پھر کہا: اب جبکہ میرا سر تن سے جدا کرو گے تو دیکھو میری گردن کو میرے سر کے قریب رکھنا تا کہ میرا سر اچھے سروں میں شمار ہو۔ عبداللہ نے کہا: میں تیرے بعض کو کاٹ کر تیری گردن کے ساتھ لگا دوں تا کہ وہ تمام سروں و گردنوں سے حقیر لگے۔ اور ایک روایت کے مطابق ابو جہل نے عبداللہ سے کہا''

قال: یا عبداللہ! اذا حززت راسی فاحتزہ من اصل العنق لیری عظیما مہیبا فی اعین محمد و قل لہ مازلت عدوا لیسائر الدھر والیوم اشد عداوۃ''

آخر کار عبداللہ نے تلوار کھینچی تا کہ اس کا کام تمام کرے۔ دیکھا تو تلوار کند ہے لامحالہ

ابوجہل ہی کی تلوار سے اس کا سر کاٹا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ سر کو آپؐ کے قدموں میں پھینک دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ: یہ رہا ابوجہل کا سر۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر اس کا سر ہو؟ عرض کیا: اللہ کی قسم! اسی کا ہے۔ پس پیغمبرؐ اٹھے اس کے سر پر کھڑے ہوئے اور بہت غور سے دیکھا اور فرمایا:

''الحمدللہ الذی اخزاک یاعدواللہ''

اور ایک دوسری روایت ہے کہ فرمایا:

''الحمدللہ الذی نصر عبدہ واعز دینہ''

اباسلمہ بن عبدالاسد مخزومی وہیں موجود تھا اور جاہلیت کی غیرت اس کے دل میں اجاگر ہوئی اس نے ابن مسعود کی طرف چند قدم بڑھائے۔

''فقال: انت قتلتہ؟ قال: نعم اللہ قتلہ''

کہا، ہاں خدا نے اس کو قتل کر دیا۔ اباسلمہ غصے میں آ گیا۔ اور کہا

''لوشآء لجعلک فی کمہ''

اگر چاہتا تو تمہیں اپنی آستین میں چھپا لیتا۔ عبداللہ مسعود بولے:

''واللہ قتلتہ وجردتہ''

خدا کی قسم میں نے اسے قتل کیا اور ننگا کیا۔ اباسلمہ نے کہا: اگر تو نے اسے ننگا کیا ہے تو اس کے جسم پر کوئی نشانی بتاؤ۔ اس کے جسم پر کونسی خاص علامت ہے؟

''قال: شامۃ سوداء ببطن فخذہ الیمنی''

یعنی اس کی دائیں ران پر سیاہ تل تھا۔ اباسلمہ سمجھ گیا کہ سچی بات کہہ رہا ہے۔

''فقال: اجردتہ ولم یجرد قرشی غیرہ؟''

یعنی آپ نے اسے برہنہ کر دیا حالانکہ کسی قریشی کو کسی نے ننگا نہیں کیا۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا: خدا کی قسم! قریش میں اس سے زیادہ خدا اور رسولؐ کا دشمن کوئی نہ تھا اور جو کچھ میں

نے کیا ہے۔اس کی معافی نہیں مانگوں گا۔اس وقت ابا سلمہ اپنے آپ میں آیا اور ایسی باتوں سے توبہ کی۔کہا جاتا ہے کہ معوذ کی بیٹی ربیع ،انصار کی عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک دن ابوجہل کی ماں اسماء کے گھر آئی۔اس کے گھر میں یمنی عطر لایا گیا تھا جسے فروخت کیا جا رہا تھا۔الغرضیکہ انصار کی خواتین میں سے ہر ایک سے اپنے لئے خرید رہی تھی۔اور جس کے پاس نقدی نہیں تھی وہ کوئی چیز گروی رکھ کر خرید رہی تھیں۔جب ربیع کی باری آئی تو اس نے اسے کچھ مقدار میں ایک شیشی میں ڈال کر دیا اور کہا: میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ جاؤ۔ربیع نے قلم لیا اور رکھاتہ بہی کے رجسٹر پر لکھا: معوذ کی بیٹی ربیع کے زمہ۔اسماء نے اسے پہچان لیا اور کہا: تم اس کی بیٹی ہو جس نے اپنے آقا کو قتل کیا تھا؟ ربیع نے کہا: ایسا نہیں بلکہ اس کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام کو قتل کیا۔اسماء غصے میں آگ بگولہ ہوگئی اور کہا: ''واللہ لا ابیعک شیئاً ابداً'' میں تمہیں کوئی چیز نہیں فروخت کروں گی۔تو ربیع نے کہا: ''واللہ لا اشتری منک ابداً'' میں تم سے کبھی بھی کوئی چیز نہیں خریدوں گی۔اس طرح وہ عطر پھینک کر اس کے گھر سے خالی ہاتھ روانہ ہوگئی۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: یہ شخص اس امت کا فرعون تھا۔آپ سجدہ شکر بجالائے۔یہی وجہ ہے کہ فقہا کسی مصیبت کے ٹلنے پر سجدہ شکر بجالانے کو مستحب گردانتے ہیں۔حسان بن ثابت نے ابوجہل کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

لقد لعن الرحمٰن جمعاً یقودھم	دعی بنی شجع لحرب محمد
مشوم لعین کان قدماً مبغضاً	یبین فیہ اللوم من کان یہتدی
فدلاھم فی الغی حتی تہافتوا	وکان مضلاً امرہ غیر مرشد
فانزل ربی للنبی جنودہ	وایدہ للنصر فی کل مشہد

اور حسان بھی کہتا ہے۔

الا لیت شعری ھل اتی ملۃ الذی	قبلنا من الکفار فی ساعۃ

العسر

قتلنا سراۃ القوم عند رحالھم — فلم یرجعوا الا بقاصمۃ الظہر

قتلنا ابا جہل و عتبۃ قبلہ — وشیبہ ایضاً عند ما حیہ الحجر

وکم قد قتلنا من کریم مرزء — لہ حسب فی قومہ نا بہ الذکر

ترکناھم للخامعات تنوشھم — ویصلون نا راثم نا ئیہ القعر

بکفرھم باللہ والذین قائم — وما طلبوا فینا بطائلۃ الوتر

لعمری لقد فلت کتائب غالب — وما ظفرت یوم التقینا علی بدر

قصہ یہ کہ اس وقت مسلمان بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور ہر کوئی کسی کو قیدی بنارہا تھا۔سایب بن ابی جیش نہایت تیزی سے دوڑ رہا تھا تا کہ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائے کہ اچانک اس نے ایک چتکبرہ گھوڑا دیکھا جو آسمان سے اترا اور اسے باندھ کر چھوڑ گیا۔اس دوران عبدالرحمٰن بن عوف آ پہنچے تو آپ نے اسے بندھا ہوا پایا۔آپ نے بہت شور کیا کہ یہ قیدی کس کا ہے؟ لیکن جواب نہ تھا۔پس آپ اسے اٹھا کر پیغمبرؐ کے پاس آ گئے۔آنحضرتؐ نے پوچھا کہ تو کس کا قیدی ہے؟ سایب نے اپنی کافرانہ ذہنیت کی بنا پر حقیقت حال کو ظاہر کرنے سے گریز کیا۔کہنے لگا میں نے اسے پہچانا نہیں۔رسولخداؐ نے فرمایا! تجھے ایک فرشتے نے باندھا۔اسی اثنا میں سعد بن معاذ جو جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے کہ مسلمان کافروں کو قیدی بنا رہے تھے تو ان کے چہرے پر کراہت کے آثار نمودار ہوئے۔پیغمبرؐ نے فرمایا! اے سعد تمہیں اس بات سے کراہت ہورہی ہے؟ عرض کیا، جی ہاں! یہی بات ہے۔کیونکہ میرے نزدیک ان کو قتل کرنا قیدی بنانے سے بہتر ہے۔عبدالرحمٰن بن عوف ایک مرتبہ پھر مشرکین کے تعاقب میں گئے اور میدان جنگ سے مال غنیمت کے طور پر چند زرہیں اٹھا لائے۔اچانک ان کی نظر امیہ بن خلف جمحی اور اس کے بیٹے عدی پر پڑی کہ پریشان حال کھڑے ہیں۔دراصل بات یہ تھی کہ امیہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا اس کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔کہ اس پر بیٹھتا اور بھاگ نکلتا اور مجبور تھا کہ بوڑھے باپ کو کس طرح چھوڑ کر بھاگ جائے۔لہذا دونوں نے قتل ہونے کے

بجائے قیدی بننے کو ترجیح دی بس اسی انتظار میں تھے۔ جب امیہ نے عبدالرحمٰن کو دیکھا تو چونکہ سابقہ آشنائی تھی، لہٰذا آواز دی: اے عبداللہ! کیونکہ اسلام سے قبل عبدالرحمٰن کا نام عبدعوف تھا اور پیغمبرؐ اسلام نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا تھا اس لئے امیہ نے انہیں پہلے نام سے ہی پکارا۔ عبدالرحمٰن نے کوئی توجہ نہ کی۔ لہٰذا اس نے عبداللہ کہہ کر پکارا کہا: اے عبداللہ! ان زرھوں کو کاندھے سے نیچے گراؤ اور مجھے اور میرے بیٹے عدی کو قیدی بنالو کہ اس طرح اگر سارا معاملہ فدیہ سے ہی طے ہوا تو تمہیں ان زرھوں سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ پس عبدالرحمٰن نے زرھیں رکھ دیں اور اس مال غنیمت کو چھوڑ کر امیہ اور عدی کا ہاتھ پکڑا اور چلے آئے۔ اچانک راستے میں بلال حبشی کی ان پر نظر پڑی تو شور کیا کہ اے خدا اور رسولؐ کے انصار! یہ امیہ بن خلف اور اس بیٹا ہیں "لا نجوت ان نجا" مسلمان ان کے اردگرد اکٹھے ہو گئے، تلواریں کھینچ لیں اور ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ عبدالرحمٰن نے جتنا چاہا کہ ان کی حفاظت کرے مگر ان کی ایک نہ چلی۔ اپنے آپ کو امیہ کے اوپر گرادیا۔ حباب بن منذر کسی طرف سے آنکلا اور اس نے امیہ کی ناک کاٹ ڈالی۔ جب امیہ نے یہ حالت دیکھی تو عبدالرحمٰن سے کہا: ایک طرف ہٹ جاؤ تا کہ یہ مجھے قتل کرسکیں کیونکہ اس حالت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ پس عبدالرحمٰن اس کے اوپر سے اٹھے اور ایک طرف کو گئے اور خبیب بن یساف نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا۔ حسان بن ثابت نے درج ذیل اشعار میں امیہ بن خلف الجمحی کی ہجو کی ہے۔

لعمرک ما اوصی امیۃ بکرۃ	بوصیۃ اوصی بہا یعقوب
اوصاھم لما تولی مدبراً	بخطیئۃ عند الالہ وحوب
انی ان جاذلتم ان تسرفوا	فخذ وا المعارک کلہا مثقوب
واتو ابیوت الناس من ادبارھا	حتی تصیر کلھن مجوب

اور حباب بن منذر نے عدی کو بھی تہ تیغ کرڈالا اور عبدالرحمٰن صرف اتنا کہہ سکے: خدا بلال پر رحمت کرے اس نے میری چند زرھیں ضائع کیں اور میرے قیدیوں کو قتل کروادیا۔ جب

پیغمبرؐ کو یہ اطلاع ملی تو فرمایا: جب کسی کو بنی ہاشمی مثلاً عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب، طالب ابی طالب اور نوفل بن حارث کہ قریش نے انہیں زبردستی مکہ سے باہر لائے گئے تھے، ملیں تو انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ قیدی بنا کر لائیں اور ابوالبختری جن کا نام ونسب ولید بن ہشام بن الحرب ابن اسد بن عبدالعزی ہے، کو بھی زندہ میرے پاس لائیں۔ کیونکہ قریش مکہ نے ہمارے بارے میں کتاب لکھ کر کعبہ کی دیوار سے لٹکائی تو اس نے بڑی کوشش سے اسے اتار کر پھاڑ ڈالا۔ اس طرح آپؐ نے فرمایا: حارث بن عامر بن نوفل کو اور ایک دوسری روایت کے مطابق حارث بن زمعۃ بن الاسود کو بھی قتل نہ کریں۔

اسی طرح قیس بن الولید بن المغیرہ اور ابوقیس بن الفاکہۃ بن المغیرہ اور زمعۃ ان الاسود اور عاص بن منیہ مکہ ہی میں ایمان لائے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اگرچہ ایمان کے لحاظ سے اتنے مضبوط نہیں تھے لیکن ان کے والدین نے انہیں مسلمانی کی پاداش میں قید کر دیا تھا اور جب قریش جنگ کرنے کی غرض سے بدر آئے تو انہیں بھی زبردستی ساتھ لے آئے تھے۔ اور چونکہ انہوں نے میدان جنگ میں مسلمانوں کی تعداد قلیل پائی تو ان میں سے اکثر کا ایمان ڈانواں ڈول ہو گیا اور کہنے لگے: ان بیچاروں کو ان کے مذہب نے مروا دیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی:

''اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ .... اللّٰہ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ'' قرآن کریم (۸-۵۱)

یعنی جب منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ ڈانواں ڈول ہیں، کہتے ہیں: مسلمانوں کو ان کے مذہب نے مغرور کر دیا ہے اور جو کوئی خدا پر توکل کرے گا تو پس جان لو کہ خدا غالب اور قادر ہے''۔

قصہ یہ کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: اس جماعت کو زندہ میرے پاس لانا اور ان کے خون بہانے میں جلدی نہ کرنا۔ جب ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے یہ بات سنی تو عرض کیا: یا رسول اللہؐ! یہ میرے والد اور بھائی ہیں جو میدان میں قتل ہوئے ہیں۔ کیا ہم اپنے والدین اور بھائیوں کو قتل کر

کے عباس کو زندہ چھوڑ دیں؟ خدا کی قسم! اگر وہ مجھے ملے تو ان پر تلوار چلاؤں گا۔ آنحضرتؐ نے عمر بن الخطاب کی طرف مڑ کر فرمایا: یا ابا حفص: سن رہے ہو کہ حذیفہ کہہ رہا ہے۔ رسولخداؐ کے چچا پر تلوار چلاؤں گا؟ اس وقت تک عمر کو کنیت سے مخاطب نہیں کیا گیا تھا۔ عمر بولے: اگر آپؐ فرمائیں تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں کیونکہ یہ منافق ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا منافق نہیں ہوا بلکہ والد اور بھائی کے غم نے اسے آپے سے باہر کر دیا ہے۔ ابوحذیفہ اس جسارت سے نہایت خوف زدہ تھا اور اس نے اس گناہ کے کفارہ کے طور پر اپنے آپ کو شہید کروانے کی ٹھانی تھی۔ یہاںتک کہ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

غرضیکہ مسلمان اسی طرح کفار کے قتل اور انہیں قیدی بنانے میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں مجذر ابن زیاد نے ابوالبختر ی کو دیکھا وہ خلیدہ بن اسید کے ہمراہ سخت حیران و سرگردان کھڑا ہے۔ کہا: ہاں اے ابوالبختر ی! خوشی مناؤ کہ رسولخداؐ نے فرمایا ہے کہ تجھے میں قتل نہ کروں۔ ابھی خلیدہ کا سر تن سے جدا کر کے لے جاتا ہوں اور تجھے سلامت آنحضرتؐ کے حضور پہنچاتا ہوں۔ ابوالبختر ی نے کہا: میں اپنے دوست کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر چہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ مجذر نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کار ابوالبختر ی نے مجذر بن زیاد سے لڑائی لڑی اور قتل ہوا۔ مجذر، پیغمبرؐ کے قریب آیا اور ساری صورتحال سے آگاہ کیا اس طرح اس کا عذر بارگاہ رسالت میں قبول ہوا۔ بعض ابوداؤد مازنی کو ابوالبختر ی کا قاتل قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ابوالبختر ی نے اپنے دوست کو بچاتے وقت یہ شعر کہا:

لن یسلم ابن حرہ زمیلہ حتی یموت اویری سبیلہ

کوئی بھی آزاد شخص اپنے دوست کو دشمن کے حوالے نہیں کرتا ہاں یہ کہ وہ مر جائے یا دوست کی طرح قیدی بن جائے۔

مجملہ یہ کہ حارث بن عامر بن نوفل کو خبیب بن یساف نے نہ پہچانا کیونکہ رسولخداؐ نے

اس کے قتل سے منع کیا ہوا تھا۔ لہذا وہ بے خبری میں قتل ہوا۔ اور زمعۃ بن الاسود کو ثابت الجزع نے قتل کیا اور نہیں پہچانا۔ خدا نے ان کی شان میں یہ آیت نازل کیں۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ .... وَسَآءَتْ مَصِیْرًا'' قرآن کریم (۴-۹۹)

فرماتا ہے: وہ جنہوں نے ہجرت سے اجتناب کیا اور میدان جنگ میں فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ انہوں اپنے اوپر ظلم کیا۔ ملائکہ نے انہیں حقارت سے کہا: کس قبیلے سے تھے۔ مشرکوں کے یا موحدوں کے؟ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ہم کمزور تھے اور ہجرت نہیں کرسکتے تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی کہ ہجرت کرتے؟ لامحالہ اس جماعت کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور ابوالیسر انصاری نے عباس بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا۔ جبکہ ابوالیسر ایک ضعیف شخص تھے اور عباس قوی ہیکل۔

پیغمبرؐ نے ابوالیسر سے پوچھا۔ تم نے عباس کو قیدی بنایا؟ عرض کیا: ایک عجیب وغریب شخص نے جسے میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا، میری مدد کی۔ فرمایا: وہ ایک مہربان فرشتہ تھا۔ اور ابوسفیان جسے میدان جنگ میں چند زخم آئے تھے میدان سے بھاگ نکلا۔ اور اس کے بیٹے عمرو کو علیؑ نے قیدی بنایا اور حکیم بن حزام میدان جنگ سے پیدل بھاگا، جب عبداللہ بن عوام تک پہنچا تو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی عبیداللہ کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو رہا تھا۔ جب عبداللہ نے اسے دیکھا تو اپنے بھائی سے کہا: اونٹ سے نیچے اتر آؤ تا کہ حکیم سوار ہو جائے۔ عبیداللہ بولا: میرا ایک پاؤں لنگڑاتا ہے میں پیدل کیسے بھاگ سکوں گا؟ کہا: اس زحمت کو اپنے اوپر آسان لو تا کہ یہ شخص بچ جائے۔ اگر میں اس جہان سے گذر گیا تو میرے اہل وعیال کی کفالت کون کرے گا۔ اس طرح وہ میدان بدر سے بھگا کر لے گئے۔

حسان بن ثابت نے اس کے فرار بارے میں یہ اشعار کہے:

ونجی حکیم یوم بدر ربر کضہ	کنجا ءِ مہر من بنات الاعرج
القی السلاح وفر عنہا مہملا	کالہبرزی یزل فوق المنبج

لما رای بدرا تسیر جلاھھا	بکتائب ھل اوس او مل خزرج
صبرا یساقون الکماۃ حتوفھا	یمشون مھیعۃ الطریق المنھج
کم فیھم من ماجد ذی سورۃ	بطل بمکرھۃ المکان الحرج
ومسود یعطی الجزیل بکفہ	حمال اثقال الدیات مدجج
ونجی ابن جحضر العجان حویرث	یغلی الدماغ بہ کغلی الزبرج

اور قباث بن اشیم الکنانی نے میدان جنگ سے فرار کیا، وہ مکہ کے راستے پر جا رہا تھا اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ ''مارایت مثل ھذا الامر فرمنہ الا النساء'' جب مکہ جا پہنچا تو سوچا کہ کیوں نہ مدینے کا سفر کروں اور یہ جاننے کی کوشش کروں کہ محمدؐ سچے رسول ہیں یا جھوٹے، لہذا یہ غزوہ خندق کے بعد مدینے چلا آیا۔ ایک دن مسجد نبوی میں داخل ہوا اور سب کو سلام کیا۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ ان میں سے پیغمبرؐ کون ہے؟ رسولخداؐ نے فرمایا:

''یا قُبَاثَ بْنَ اَشْیَم ! اَنْتَ الْقَائِلُ یَوْمَ بَدرٍ: مَا رَأَیْتُ مِثْلَ ھٰذَا الْاَمْرِ فَرَّ مِنْہُ اِلَّا النِّسَآءُ''

یعنی اے قباث بن اشیم! جنگ بدر کے دن یہ تو کہہ رہا تھا کہ میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا کہ ایک واقعہ (جنگ بدر) کی وجہ سے عورتیں تو کیا بلکہ مرد بھی فرار کریں۔ جب شکست خوردہ لشکر سے کوئی باقی نہ رہا تو مسلمانوں نے ابوالعاص بن ربیع، ابوعزیز بن عمرو، ابوعزہ عمرو بن الجمحی اشاعی، ولید الاسود بن المغیرہ، وہب بن عمیرہ بن وہب الجمحی، سہیل بن عمرو، عمرو بن ابوسفیان، عتبہ بن ابی معیط، نضر بن الحارث اور دوسرے افراد جن کی کل تعداد ۴۵ تھی اور یہ سب اشراف قریش سے تھے، ان کے ہاتھ گردن سے باندھ کر ایک جگہ ٹھہرا دیا گیا۔ آپؐ نے اپنے غلام شقران کو ان کی نگہبانی سونپی اور حکم دیا کہ لشکر کے شہداء کو سنبھالیں، جب وہاں پہنچے تو چودہ افراد کو شہید پایا، چھ مہاجرین میں سے تھے: عبیدہ بن الحارث، عمیر بن ابی وقاص، آپ کی عمر سولہ سال تھی اور آپ بنی زہرہ کے گروہ سے تھے، آپ عمر بن عبدود فارس الاحزاب (جنگوں کا شھسوار)

کے ہاتھوں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ تیسرے عمیر بن عبدود ذوالشمالین (بنی زہرہ کے حلیف) جو ابو اسامۃ الجشمی کے ہاتھوں شہید ہوئے چوتھے عاقل بن ابی البکیر جو بنی عدی بن کعب سے اور چونتیس سال کے تھے، مالک بن زہیر الجشمی کے ہاتھوں منصب شہادت پر فائز ہوئے۔ پانچویں مہجع جنہیں عامر الحضرمی نے شہید کیا۔ آپ مہاجرین شہداء میں سے پہلے شہید ہیں اور چھٹے صفوان بن بیضا جنہیں طعیمۃ بن عدی نے شہید کیا۔ انصار کی جماعت سے آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ مبشر بن عبدالمنذر جنہیں ابوثور نے شہید کیا۔ دوسرے سعد بن خثیمہ جنہیں عمر بن عبدود نے شہید کیا اور ایک روایت کے مطابق طعیمہ ابن عدی نے شہید کیا۔ اور یہ دو اشخاص بنی عمرو بن عوف کی جماعت سے تھے۔ تیسرے حارثہ بن سراقہ جنہیں حبان بن العرقہ نے گردن پر تیر مار کر شہید کیا۔ حارثہ کی ماں جو اس وقت مدینہ میں تھیں کہنے لگیں اگر میرے بیٹے کا مقام جنت ہو تو میں اس کے لئے ہرگز نہ روؤں گی۔ آپ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ کیا میرے بیٹے کو جنت ملی ہے؟ رسولخداؐ نے فرمایا: اس کے لئے کئی جنتیں ہیں۔ وہ کہنے لگی۔ پھر میں اس کے لئے کیوں روؤں؟ آپ کا تعلق بنی عدی بن النجار کی جماعت سے تھا۔ چوتھے معاذ بن عفرا اور وہ بنی مالک بن النجار سے تھے۔ پانچویں عمیر بن الغمام ابن الجموح جو خالد بن الاعلم العقیلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کا تعلق بنی سلمہ بن حزام سے تھا۔ چھٹے بنی رزیق، رافع بن المعلی سے تھے اور عکرمہ بن ابوجہل کے ہاتھوں شہادت پائی۔ ساتویں یزید بن الحارث بن فسحم جو قبیلہ بنی العارث ابن الخزرج سے تھے، آپ نوفل بن معاویہ الدئلی کے ہاتھوں مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ آٹھویں عوف بن عفرا، ابوجہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق یہ تیسرے شخص تھے جنہیں پیغمبرؐ نے آزاد کرایا تھا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ معاذ بن ماعص اور عبید بن السکن اس جنگ میں زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر بعد میں مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ اور لشکر کفار سے ستر افراد جنگی قیدی بنائے گئے اور ستر افراد قتل ہوئے اور ان میں سے ۳۵ یا ۳۶ افراد کو علیؑ نے تہہ تیغ کیا جن کے نام یہ ہیں:

ولید بن عتبہ، عاص بن سعید، طعمۃ بن عدی ابن نوفل، نوفل بن خویلد، زمعۃ بن اسود، عقیل ابن اسود، حارثہ بن ربیعہ، نضر بن حارث بن عبدالدار، عمیر سلمان بن کعب بن تیم، عامر بن عبداللہ، عثمان بن عبیداللہ، مالک بن عبیداللہ، مسعود بن امیہ بن مغیرہ، قیس بن فاکہہ بن مغیرہ، حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ، ابوقیس بن ولید بن الولید، حنظلہ بن ابوسفیان، عمرو بن مخزون، ابن منذر بن ابی رفاعہ، منیہ بن حجاج سہمی، عاص بن منیہ، علقمہ بن کلاہ، ابی العاس بن قیس بن عدی، معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص، لوذان بن ابی ربیعہ، عبداللہ بن منذر بن ابی رفاعہ، اوس بن امیہ بن مغیرہ بن لوذان، زید بن ملیص، عاصم بن ابی عوف، سعید بن وہب، معاویہ بن ابی عامر بن عبدالقیس، عبداللہ بن جمیل بن زہیر بن حارث بن اسد، سالف بن مالک، عویمر ابن سایب بن عویمر، ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ، خلف بن ابی عام۔

آدھی دوسری تعداد کو ملائکہ علیہم السلام اور مہاجرین وانصار نے قتل کیا۔ جس کسی کو فرشتہ قتل کرتا اسے وہ فرشتہ حضرت علیؑ کی صورت دکھائی دیتا تا کہ اس طرح ان کے دل میں آپؑ کا رعب و دبدبہ بیٹھ جائے۔ اور یہ بات بھی تھی کہ ملائکہ نے آپؑ کی شکل میں ظاہر ہونا پسند کیا۔

کہا جاتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے جنگ سے ایک رات قبل خواب میں خضرؑ کو دیکھا اور کہا مجھے ایسے الفاظ بتا دو جنہیں جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے کام میں لاسکوں۔ عرض کیا۔ کہیے "یا ھُوَ یا مَن لا ھُوَ اِلّا ھُو"

جب آپؑ نے یہ خواب پیغمبرؐ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ انہوں نے آپؑ کو اسم اعظم سکھایا ہے۔ علیؑ اس جنگ میں ان کلمات کو بار بار دہراتے تھے۔

قصہ یہ کہ رسولخداؐ نے بدر میں تین دن قیام فرمایا، کیونکہ یہ طے پایا تھا کہ جہاں کہیں آپ فتح پائیں گے وہاں تین دن قیام فرمائیں گے۔ جب رات کی سیاہی چھائی تو شتر ان نے جنگی قیدیوں کو باندھ کر آنحضرتؐ کی خواب گاہ کے قریب ٹھہرا دیا تھا۔ کہیں عباس کو سخت باندھا گیا تھا۔ انہوں نے رات کو آہ و بکا شروع کر دی جس سے رسولخداؐ کی نیند میں خلل پڑا۔ پیغمبرؐ نے عبداللہ بن

کعب کو، کہ وہ بھی ان قیدیوں پر نگرانی کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔فرمایا: مجھے عباس کی پریشانی نے سونے نہیں دیا کیونکہ آخر میرے باپ کی جگہ ہیں۔عرض کیا: اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں انہیں کھول دوں؟ فرمایا: ذرا نرمی سے باندھ دیں۔اس سے ان کی داد وفریاد ختم ہوگئی۔پیغمبرؐ نے فرمایا: کیابات ہے کہ اب مجھے عباس کی آہ وزاری نہیں سنائی دے رہی؟ عرض کیا: میں نے اسے نرمی سے باندھا ہے۔فرمایا: تمام قیدیوں کو نرمی سے باندھو۔لہذا ایسا ہی کیا گیا۔

دوسری صبح رسولخداؐ قتل گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔چوبیس افراد جن کی نعشیں قریب قریب تھیں، حکم دیا کہ انہیں ایک ہی گڑھے کی اجتماعی قبر میں دفن کردیا جائے۔جب عتبہ بن ربیعہ کی میت پر مٹی ڈالی جارہی تھی تو اس کا بیٹا ابوحذیفہ بہت غمناک ہوگیا۔پیغمبرؐ نے فرمایا: اے ابوحذیفہ تمہیں اس سے نفرت ہورہی ہے۔عرض کیا: خدا کی قسم میرا ایمان نہیں ڈگمگایا لیکن بات دراصل یہ ہے کہ میرا باپ ایک مستقل مزاج اور اچھے اخلاق کا حامل تھا۔میرا خیال تھا کہ وہ ضرور اسلام لائے گا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔پیغمبرؐ نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔امیہ بن خلف کو اتنے زخم آئے تھے کہ اسے گڑھے تک نہ لاسکتے تھے لہذا اسے اسی جگہ مٹی اور پتھر لگا کر دفن کردیا گیا۔

بعض اہل سنت کی روایات کے مطابق جنگ بدر کے قریش کے مقتولین کے نام یہ ہیں۔بنی عبد شمس بن عبد مناف، حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب جو حضرت علیؑ کے ہاتھوں مارے گئے اور حارث بن الحضرمی کو عمار یاسر نے قتل کیا اور عامر بن الحضرمی کو عاصم بن ثابت ابی الافلح نے قتل کیا، عامر بن ابی عمیر اور ان کا بیٹا جو دونوں عاصم کے غلام تھے، قتل ہوئے۔عمیر کو ابوحذیفہ کے غلام سالم نے قتل کیا، لیکن یہاں ان کے بیٹے کا قاتل نامعلوم ہے۔اور عبیدہ بن سعید بن العاص کو زبیر بن العوام نے قتل کیا اور عاص بن سعید بن العاص کو علیؑ نے قتل کیا، عتبہ بن ابی معیط کو ایک روایت کے مطابق رسولخداؐ کے حکم سے عالم بن ثابت نے قتل کیا اور ضرار بن الخطاب نے ان اشعار میں اس کا مرثیہ کہا:

عین بکی لعقبة بن ابان فرع فہر وفارس الفرسان

عتبہ بن ربیعہ کو حمزہ نے قتل کیا، شیبہ بن ربیعہ کو عبیدہ بن الحارث نے فی النار کیا۔ اور ولید بن عتبہ بن ربیعہ کو علی نے، عامر بن عبداللہ جو اس جماعت کا حلیف تھا، کو بھی علی نے جہنم رسید کیا۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔

بنی نوفل بن عبد مناف کے قبیلے سے حارث بن نوفل کو خبیب بن یساف نے قتل کیا۔ ابوالریان طعمیۃ بن عدی کو حمزہ نے خاک میں ملایا یہ دو افراد تھے۔

اور بنی اسد بن عبدالعزی کی جماعت سے زمعۃ بن الاسود کو ابو دجانہ نے قتل کیا اور ایک روایت ہے کہ ثابت بن الجزع ان کا قاتل تھا اور حارث بن زمعۃ الاسود کو علی نے قتل کیا۔ اسی طرح عقیل بن الاسود کو بھی علی نے خاک و خون میں غلطاں کیا۔ اس قتل میں حمزہ نے ان کی مدد کی۔ ابوالبختری عاص بن ہشام کو مجذر بن زیاد نے قتل کیا اور نوفل بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی کہ ابن العدویہ کے نام سے مشہور تھا علی کے ہاتھوں مارا گیا اور یہ پانچ افراد تھے۔

بنی عبدالدار بن قصی کی جماعت سے نضر بن حارث بن کلادہ کو رسولخدا کے حکم سے علی نے قتل کیا۔ عمرو بن ہاشم بن عبد مناف کے غلام زید بن ملیص کو بھی علی نے خاک و خون میں غلطاں کیا، یہ دو افراد تھے۔

بنی تیم بن مرۃ کی جماعت سے عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ کو بھی علی نے قتل کیا اور عثمان بن مالک بن عبیداللہ بن عثمان کو صہیب نے قتل کیا اور یہ دو افراد تھے۔ بنی مخزوم بن یقظہ اور بنی مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم کی جماعت سے ابوجہل جس کا نام ہشام بن المغیرہ تھا کو عفرا کے بیٹوں معاذ و معوذ نے خاک و خون میں ملایا اور اس کا سر عبداللہ بن مسعود نے تن سے جدا کیا، یزید بن عبداللہ بن عمرو کو حضرت عمار یاسر نے قتل کیا۔ جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق علی نے قتل کیا۔ خالد بن ولید کے بھائی ابوقیس بن الولید کو علی نے قتل کیا۔ ابوقیس بن الفاکہۃ بن المغیرہ کو حمزہ نے قتل کیا اور ایک دوسری روایت کے مطابق حباب ابن المنذر اس کے قاتل تھے۔ مسعود بن ابی امیہ کو علی نے قتل کیا، امیہ بن حائذ بن رفاعہ ابن ابی رفاعہ کو سعد بن ربیع

نے قتل کیا۔ابوالمنذر بن ابی رفاعہ کو معن بن عدی العجلانی نے قتل کیا۔اور اس کے حلیف حرمہ بن عمرو کو خارجہ بن زید بن ابی زہیر نے قتل کیا اور ایک روایت کے مطابق علی نے قتل کیا۔اور اس کے حلیف ابوسافع الاشعری کو ابودجانہ نے قتل کیا۔حرملہ بن اسد کو علی نے قتل کیا،اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کو حمزہ نے قتل کیا،عبیداللہ ابن ابی رفاعہ کو علی نے قتل کیا اور زہیر بن ابی رفاعہ کو ابواسید الساعدی نے نابود کیا۔سایب بن ابی رفاعہ کو عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا،صیفی بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کو حمزہ نے قتل کیا اور عمرو بن سفیان جو بنی طے سے اس کا حلیف تھا یزید بن قیس کے ہاتھوں مارا گیا۔اس کا دوسرا حلیف جابر بن سفیان،ابوبردۃ بن یسار کے ہاتھوں قتل ہوا۔حاجز بن سایب اور اس کا بھائی عویمر بن سلیب علی کے ہاتھوں مارے گئے اور عویمر بن عمرو بن عائذ بن سمران بن مخزوم کو نعمان بن ابی مالک نے قتل کیا۔غرضیکہ اس قبیلے سے انیس آدمی قتل ہوئے اور بنی جمح بن عمرو بن حصیص سے امیہ بن خلف کو خبیب بن سیاف نے قتل کیا اور علی بن امیہ بن خلف کو عمار بن یاسر نے قتل کیا اور اوس بن مغیرہ بن لوذان کو بھی علی نے قتل کیا۔یہ تین افراد تھے۔

بنی سہم کی جماعت سے بنیہ بن الحجاج کو ابوالیسر اور ایک روایت کے مطابق علی نے قتل کیا اور اس کے بھائی منبہ کو علی نے قتل کیا۔عاص بن منبہ بن حجاج کو بھی علی نے مارا،ابوالعاص بن قیس بن سعد بن سہم کو ابودجانہ نے اور ایک روایت کے مطابق علی نے قتل کیا۔اور عاص بن ابی عوف بن صبیرہ بن سعد کو ابودجانہ نے قتل کیا اور یہ پانچ افراد تھے۔

بنی عامر بن لوی اور بنی مالک بن حسل کی جماعت سے معاویہ بن عبدقیس جو ان کا حلیف تھا،عکاشہ بن محصن کے ہاتھوں قتل ہوا اور معبد بن وہب جو بنی کلب سے ان کا حلیف تھا، ابودجانہ کے ہاتھوں قتل ہوا اور یہ دو افراد تھے۔ اور اسی طرح بنی مخزوم سے سات افراد تھے جو قتل ہوئے پہلے حذیفہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ کو ابواسید مالک بن ربیعہ نے قتل کیا۔دوسرے عائذ بن عویمر،حمزہ کے ہاتھوں مجروح ہوا،پھر قیدی بنا اور زخم کی تاب نہ لا کر چل بسا۔تیسرا اس کا حلیف تھا

جس کا نام عمیر تھا، یہ بنی طی سے تھا۔ چوتھا جنار بھی ان کا ساتھی تھا جس کا تعلق قارہ جماعت سے تھا پانچواں شخص سبرۃ ابن مالک بنی جمع بن عمر اور ان کا حلیف تھا۔ چھٹا الحارث بن مدیہ بن الحجاج، صہیب بن سنان قتل ہوا۔ ساتواں عامر بن ابی عوف بن صبیرہ کو عبداللہ ابن سلمۃ العجلانی نے قتل کیا، اور ایک روایت کے مطابق ابو دجانہ نے اسے قتل کیا۔

اسی طرح دوسرے بنی عبد شمس بن عبد مناف، وہب بن الحارث، تمار بن بغیض کی جماعت سے ان کے حلیف تھے۔ یمنی لوگوں میں سے عامر بن زید بھی ان کے حلیف تھے اور دونوں قتل ہوئے، اور دوسرا عقبہ بن زید یمنی لوگوں سے ان کے حلیف تھے اور اس جماعت کا غلام عمیر بھی قتل ہوا۔

اور دوسرے بنی عبد الدار بن قصی بنیہ بن زید اور دوسرے عبید بن سلیط جو قیس کی جماعت سے ان کے حلیف تھے، قتل ہوئے۔ اور بنی تیم بن مرہ سے مالک بن عبداللہ بن عثمان قیدی بنا اور اسی دوران چل بسا۔ اس لئے اس کا شمار بھی مقتولین میں ہوتا ہے۔ اور مزید یہ کہ عمرو بن عبداللہ بن جدعان، ہلاکت کا شکار رہا۔ قصہ یہ کہ اس روایت کی رو سے سرسٹھ افراد مقتول شمار کئے جاتے ہیں جن میں سے ۲۴ افراد کو علی نے قتل کیا۔ شیعہ روایت کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ قریش کے مقتولین کی تعداد ستر تھی۔ ان میں سے ۳۶ افراد علی کے ہاتھوں تہہ تیغ ہوئے جن کے نام اس سے قبل آ چکے ہیں۔

حسن بن ثابت ان مقتولین پر فخر کرتے ہوئے قریش سے خطاب کر کے کہتا ہے:

لقد علمت قریش یوم بدر	غداۃ الاسر والقتل الشدید
بانا حین تشتجر العوالی	حماۃ الروع یوم ابی الولید
قتلنا ابنی ربیعۃ یوم سارا	الینا فی مضاعفۃ الحدید
وفر بہا حکیم یوم جالت	بنو النجار تخطر کالاسود
وولت عند ذاک جموع فہر	واسلمہا الحویرث من بعید

لقد لاقیتم غزیا و ذلا | جھیزا باقیا تحت الورید
وکان القوم قد ولوا جمیعا | ولم یلووا علی الحسب التلید

قصہ یہ کہ تیسرے دن رسولخدا نے بدر سے کوچ کی ٹھانی، آپ اپنی سواری پر بیٹھے اور آپ کے اصحاب آپ کے ہم رکاب ہوئے۔ آپ پہلے اسی گڑھے پر آئے جس میں اکابرین قریش کو دفن کیا گیا تھا۔ پس آپ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:

ھل وجدتم وما وعد ربکم حقا؟ | فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا

کیا آپ نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ جبکہ میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔

اس کے بعد آپ نے اس جماعت سے ایک ایک کا نام زبان پر لا کر ان سے فرمایا: کیا تم خدا و رسول کی نافرمانی کر کے خوش و خرم ہو؟ آپ لوگ کیسے برے رشتہ دار تھے جنھوں نے رسولخدا کو جھٹلایا جبکہ غیروں نے اس کی تصدیق کی۔ اس وقت عمر بن خطاب نے عرض کیا: یا رسول اللہ: بے جان میتوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ فرمایا: خدا کی قسم! یہ بالکل ویسے ہی سن رہے ہیں جس طرح آپ لوگ سن رہے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خدا نے انہیں زندہ کیا اور ان کو حضور کا یہ خطاب سنایا تاکہ ان کی پشیمانی میں اضافہ ہو؟

حسان بن ثابت ان مُردوں سے مخاطب ہو کر یوں کہتا ہے:

عرفت دیار زینب بالکثیب | کخط الوحی فی الورق القشیب
تعاورھا الریاح وکل جون | من الوسمی منھمر سکوب
فامسی رسمھا خلقا وامست | یبابا بعد ساکنھا الحبیب
فدع عنک التذکر کل یوم | ورد حرارۃ الصدر الکئیب
وخبر بالذی لاعیب فیہ | بصدق غیر اخبار الکذوب

بما صنع الملیک غداة بدر — لنا فی المشرکین من النصیب

غداة کان جمعھم حرآء — بدت ارکانہ جنح الغروب

فلاقینا ھم منا بجمع — کاسد الغاب من مرد وشیب

امام محمد قد آزروه — علی الاعدآء فی رھج الحروب

بایدیھم صوارم مرھفات — وکل مجرب خاطی الکعوب

بنوالاوس الغطارف آزرتھا — بنوالنجار فی الدین الصلیب

فغادرنا ابا جھل صریعاً — وعتبة قد ترکنا بالجیوب

وشیبة قد ترکنا فی رجال — ذوی حسب اذا انتسبوا حسیب

ینادیھم رسول اللہ لما — قذ فنا ھم کبا کب فی القلیب

الم تجد وا حدیثی کان حقاً — وامر اللہ یاخذ بالقلوب

فما نطقوا ولو نطقوا القالوا — صدقت وکنت ذارای مصیب

اور یہ قصیدہ بھی حسان بن ثابت نے رسولخداؐ اور ان کے اصحاب بدر کے بارے میں کہا:

مستشعر حلق الماذی یقدمھم — جلد النحیزة ماض غیر رعدید

اعنی الرسول فان اللہ فضلہ — علی البریة بالتقوی وبالجودی

وقد زعمتم بان تحموا ذمارکم — وماء بدر زعمتم غیر مورود

لقد وردنا ولم نھد دلقولکم — حتی المماة ونصر غیر محدود

ماض علی الھول رکاب لما قطعوا — اذا الکماة تحاموا فی الصنادید

واق وماض شھاب یستضاء بہ — بدرا انار علی کل الاماجید

مبارک کضیاء البدر صورتہ — ما قال کان قضاء غیر مردود

مستعصمین بحبل غیر منجذم — مستحکم من حبال اللہ ممدود

اور قصیدہ بدر کے زمرے میں یہ اشعار علامہ بن جابر کے ہیں جو انہوں نے پیغمبرؐ کے

مذکورہ مقتولین سے خطاب کے حوالے سے کہے تھے۔

بدا یوم بدر وھو کالبدر رحولہ   کواکب فی افق الکواکب تنجلی

وجبریل فی جند الملائک دونہ   فلم تغن اعدا والعدو المخذل

رمی بالحصی فی اوجہ القوم رمیۃ   فشردھم مثل النعام المجفل

عبیدہ سل عنہم وحمزہ فاسمع   حدثہم فی ذلک الیوم من علی

ھم عبوا بالسیف عتبۃ اذ غدا   فذاق الولید الموت لیس لہ ولی

وشیبہ لما شاب خوفاتبادرت   الیہ العوالی بالخضاب المعجل

وجال ابوجہل فحقق جہلہ   غداۃ تردی بالرداعن تذلل

فاضحیٰ قلیبا فی القلیب وقومہ   یولونہ فیہا الی شر منہل

وجآءھم خیر الانام موبخاً   ففتح من اسماعہم کل مقفل

واخبر ماانتم باسمع منہم   ولکنہم لایہتدون لمقول

سلاعنہم یوم البلا اذ تقضا حکوا   فعاد بکآء عاجلا لم یوجل

الم یعلموا علم الیقین مصدق   ولکنہم لایرجعون بمعقل

فیا خیر خلق اللہ جاھک ملجای   وحبک ذخری فی الحساب وموئلی

علیک صلوٰۃ تشمل الال عرفہا   واصحابک الاخیار اہل التفضل

اب اصل قصے کا رخ کرتے ہیں، اس اثناء میں جب رسولخداؐ نے قریش کے مقتولین سے خطاب کرر ہے تھے، فرمایا: عبداللہ بن کعب، مال غنیمت لادلو، اب آپ نے وادی اثیل کا رخ فرمایا، وہاں دوسری نماز ادا فرمائی ۔عدی بن ابی الزغبا نے بدر سے کوچ کرتے وقت بسبس کو مخاطب کرکے یہ شعر کہا:

اقم لہا صدور ہایا بسبس   ان مطایا القوم لاتجبس

وحملہا علی الطریق اکیس   قد نصر اللہ وفر الاخنس

مجملہ غنایم میں ایک سو پچاس اونٹوں پر تیار کئے ہوئے چمڑے تھے۔آپؐ نے ابوجہل کے اونٹ کو اپنے لئے مخصوص فرمالیا۔

غرضیکہ رسولخداؐ اثیل کی منزل میں جنگی قیدیوں کی صفوں سے گذرتے اوران میں سے ایک ایک کوغور سے دیکھتے تھے۔جب آپؐ کی نظر عقبہ بن ابی معیط اور نضر پر پڑی تو آپؐ نے دیکھا کہ دونوں کو ایک ہی رسی سے باندھا گیا تھا۔نضر کمال فراست کا حامل تھا،اس نے عقبہ کی طرف نظر کرتے ہوئے کہا:قریش میں سے میری اور تیری خیر نہیں۔کیونکہ میں نے محمدؐ کی نگاہوں میں موت کو دیکھ لیا ہے۔

اس اثناء میں پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا:انہیں حاضر کیا جائے۔نضر خوبصورت تھا علیؑ اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچ کر لارہے تھے۔نضر نے کہا:اے محمدؐ میرے ساتھ وہی سلوک کریں جو آپ سارے قریش کے ساتھ کریں گے۔فرمایا:تم میرے رشتہ دار نہیں ہو۔اگر ہوتے تو بھی مسلمان تو نہیں ہو۔کہا:آپؐ نے فرمایا ہے کہ اگر قریش گرفتار کرلیا جائے تو اسے قتل نہیں کرنا چاہیئے۔فرمایا: تو قریش نہیں:تو اہل صفوریہ کا مجوسی ہے۔کیونکہ جس والد سے تجھے نسبت دیتے ہیں وہ تجھ سے ایک سال چھوٹا ہے۔پس نضر نے مصعب بن عمر کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کہا:اگر اسطرح تو قیدی ہوتا تو اگر میں زندہ ہوتا تو تجھے قریش کے ہاتھوں یوں نہ قتل ہونے دیتا۔مصعب بولا:تو بالکل سچ کہہ رہا ہے لیکن میں تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا کیونکہ دوستی کی بنیاد اسلام ہے۔اور تم مسلمان نہیں ہو۔اس وقت علیؑ نے اس کے قتل کا ارادہ کرلیا۔مقداد نے شور کیا،یارسول اللہؐ:یہ میرا قیدی ہے۔آپؐ نے فرمایا!الٰہی تو مقداد کو نضر کے فدیہ سے بے نیاز کر،علیؑ نے اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔اس کی بہن نے اپنے بھائی کی موت پر یہ مرثیہ پڑھا۔

یاراکباان الاثیل مظنۃ	من صبح خامسۃ وانت موفق
بلغ بہ میتا فان تحیۃ	ماان تزال بہاالرکائب تخفق
منی الیہ وعبرۃ مسفوحۃ	جادت لمائحہا واخری تخنق

ظلت سیوف بنی ابیہ ینوشہ ۔۔۔ للہ ارحام ہناک تمزق

صبر أیقاد الی المدینۃ راغما ۔۔۔ رسف المقید وھو عان موثق

امحمد ولانت نجل نجیبۃ ۔۔۔ فی قومہا والفحل فحل معرق

ما کان ضرک لومننت وربما ۔۔۔ من الفتی وھو المغیظ المحنق

النضر اقرب من قتلت وسیلۃ ۔۔۔ واحقھم ان کان عتق یعتق

یعنی اگر اس کے اشعار سنے ہوتے تو اس کے بھائی کو قتل نہ کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ ان اشعار میں سے تین آخری اشعار حضور کو یہ بات کرنے پر مجبور کیا۔ کیونکہ ان اشعار میں اس کی بہن کہتی ہے۔ اے محمدؐ! آپ ایک شریف گھرانے کے چشم و چراغ ہیں اور میرا بھائی بھی ایک شریف گھرانے سے اور وسیع خاندان سے تھا۔ آپ کا کیا نقصان ہوتا اگر آپ احسان کرتے اور اسے قتل نہ کرتے۔ کیونکہ احسان کرنا جوان کا شیوہ ہے۔ اگر چہ وہ غصے ہی میں کیوں نہ ہو۔ اگر کسی غلام کو آزاد کرنا مقصود ہوتا تو نضر وہ انسان تھا جو اس آزادی کا سب سے زیادہ حق دار تھا۔

''لَوْ کُنْتُ سَمِعْتُ شِعْرَ ھَا لَمَا قَتَلْتُہُ''

یہ نضر وہ تھا جس نے کہا:

''اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ .... بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ''

قرآن کریم (۸-۳۲)

یعنی جب لشکر قریش شکست سے دو چار ہوا تو کہا: خدایا اگر تو نے یہ کیا ہے اور یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر یا کوئی عذاب نازل فرما، تا کہ ہم اسے سختی سے نجات پائیں اور خدا نے یہ بات پیغمبر کو بتائی کہا جاتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بھی یہی شخص تھا۔

''اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَھُوْا فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ'' قرآن کریم (۸-۱۹)

جب عقبہ بن ابی معیط کی باری آئی اور یہ وہ شخص تھا جو امیہ بن خلف کے کہنے پر آنحضرتؐ کے چہرے پر تھوکتا تھا۔ جب کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے۔ جب پیغمبرؐ نے مکہ سے

ہجرت فرمائی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

یا راکب الناقۃ القصوآء ھاجرنا | عما قلیل ترانی راکب الفرس
اعلہ نحن فیکم ثم انہلہ | والسیف یاخذ منکم کل ملتبس

جب اس بات کا رسولخداؐ کا علم ہوا تو فرمایا: "فقال: اللھم اکبہ لمنخرہ واصرعہ"

خدایا اس کو ذلیل وخوار کر کے خاک میں ملا۔ آپؐ کی دعا مستجاب ہوئی اور یہ شخص عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاتھوں جنگی قیدی بنا۔ پیغمبرؐ نے عہد کیا ہوا تھا کہ ہاتھ لگتے ہی اس کا قصہ پاک کردیں گے۔ پس آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: ابھی اپنے پیغمبرؐ کا وعدہ پورا کردو۔ جب علیؑ نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: اے محمدؐ! آپؐ جب مجھے قتل کردیں گے تو میرے بچوں کی کفالت کون کرے گا؟ فرمایا: اگر اسلام نہیں لائیں گے تو دوزخ کی آگ ان کی کفالت کرے گی۔ علیؑ نے اس کی گردن ماری اور یہ اشعار کہے۔

الم تر ان اللہ ابلی رسولہ | بلآء عزیز ذی اقتدار وذی فضل
بما انزل الکفار دار مذلۃ | ولاقوا ھوانا من اسار ومن قتل
فامسی رسول اللہ قد عز نصرہ | وکان امین اللہ ارسل بالعدل
فجآء بفرقان من اللہ منزل | مبینۃ آیاتہ لذوی العقل
فامن اقوام کرام وایقنوا | وامسوا بحمد اللہ مجتمعی الشمل
وانکر اوام فراغت قلوبھم | فزادھم الرحمٰن خبلا علی خبل
وامکن منھم یوم بدر رسولہ | وقوما غضابا فعلھم احسن الفعل
بایدیھم بیض خفاف قواطع | وقد حادثوھا بالجلآء والصقل
فکم ترکوا من ناشیء ذی حمیمۃ | صریعا ومن ذی نجدۃ منھم کہل
وتبکی عیون النائحات علیھم | تجود باسبال الرشاش وبالوبل
نوائح تبکی عتبۃ الغی وابنہ | وشیبۃ تنعاہ وتنعی ابا جھل

وذا الذحل منعی وابن جدعان فیھم مسلبة خزی میتة الثکل

ثوی منھم فی بئر بدر عصابة ذوی نجدات فی الحزون وفی السھل

دعی الغی منھم من دعا فاجابہ وللغی اسباب مقطعة الوصل

فاضحوا الدی دار الجحیم بمعزل عن البغی والعدوان فی اشغل الشغل

عقبہ بن ابی معیط مقتولین بدر سے آخری شخص تھا جو علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اسید بن ابی

ایاس مشرکین کو جنگ شوق دلانے کی خاطر یہ اشعار کہے:

فی کل مجمع غایة اخزا کم جذع ابر علی المذاکی القرح

للہ درکم الما تنکروا قد ینکر الحر الکریم ویستحی

ھذا ابن فاطمة الذی افناکم ذبحا وقتلة قعصة ثم یذبح

اعطوہ خرجا واتقوا تضربیہ فعل الذلیل وبیعة لم تربح

این الکھول واین کل دعامة فی المعضلات واین زین الابطح

افناھم قعصا وضربا یفتری بالسیف یعمل حدہ لم یصفح

اور بعض کا قول ہے کہ رسولخداؐ نے اتوار کو بدر سے کوچ فرمایا اور آپؐ بدر سے غروالطین

آئے اور وہاں اصحاب نے جنگی ہتھیاروں سے لیس ہو کر صف بنائی اور ایک ایک کر کے قیدیوں کو

ان کے سامنے لایا جاتا رہا اور اسطرح ان کے ساتھ نضر وعقبہ جیسا سلوک کیا گیا۔ اور وہاں سے

آپ سرزمین اثیل کو عبور کر کے صفرا نامی دیہات جا پہنچے جس کے بعد ادنان نامی کنویں کے پاس

جا کر ٹھہرے۔ آپ نے یہاں صحابہ کبار کی ایک انجمن تشکیل دی۔ انہیں مال غنیمت اور جنگی

قیدیوں کے بارے میں مشورہ کرنے پر لگایا اور فرمایا ان لوگوں اور اموال کے متعلق آپکی کیا رائے

ہے؟ سب لوگ خاموش تھے۔ پہلے عمر بن الخطاب نے سر اٹھایا اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ میرا خیال

ہے کہ ہمیں ان غنائم کو کسی گڑھے میں دبا دینا چاہیئے تا کہ وہ ضائع ہو جائے۔ اور تمام قیدیوں کو قتل

کر دینا چاہیئے۔ اور جس کسی کا کوئی رشتہ دار ہے تو اسے چاہیئے کہ اسے قتل کر دے۔ عباس کی گردن

حمزہ مارے، اصحاب اسی قانون کے تحت کام کریں۔تا کہ کفار جان لیں کہ ہمارے دل میں ان کے لئے مہر و محبت کے جذبات نہیں۔عباس نے کہا: **یا عمر قطعت الرحم قطع اللہ رحمک**، اے عمر تو قطع رحمی کرتا خدا تجھ سے قطع رحمی کرے۔خود پیغمبرؐ کو بھی یہ بات نا گوار گذری، آپؐ نے ایک مرتبہ پھر پوچھا: اس امر کا فیصلہ کرنے کے بارے میں آپ کا مشورہ اور صوابدید کیا ہے؟ عبداللہ بن رواحہ انصاری نے کہا: میں تو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آگ کا ایک بڑا آلاؤ کریں اور ان تمام غنائم کو اس میں ڈال دیں اور اس کے بعد جنگی قیدیوں کو بھی اس میں ڈال دیں تا کہ خس کم او رجہان پاک ہوجائے۔عباس نے وہی بات جو عمر سے کہی تھی عبداللہ سے بھی کہی اور رسولخداؐ نے ذرا تختی سے پھر فرمایا۔اس جماعت اور مال غنیمت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! یہ جنگی قیدی اکابرین قریش وقبائل ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ یہ آپؐ کے رشتہ دار بھی شمار ہوتے ہیں۔اب جبکہ آپؐ کوان پر فتح نصیب ہوگئی ہے تو ان پر رحم وکرم کریں اور چونکہ یہ لوگ کافی مالدار ہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ ان سے فدیہ لیں اور انہیں آزاد کردیں۔اس طرح صحابہ کا بھی بھلا ہوجائے گا۔اور ان کی جان بخشی سے ان پر ایک احسان بھی ہوگا۔

پھر فرمایا: اب مجھے صبر کرنا چاہیئے یہاں تک کہ حکم ربی آجائے۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔

"مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ .... يُرِيدُ الْآخِرَةَ" قرآن کریم (۸......۶۸)

یعنی کسی پیغمبرؐ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کفار کے قیدیوں سے فدیہ لے۔البتہ یہ کہ ان میں سے بہت سے افراد کو قتل کردے تا کہ اہل کفر ذلیل وقلیل ہوجائیں اور اسلام کی برتری عیاں ہوجائے۔تم انہیں چھوڑنے کے بدلے مال ومتاع کے طلب گار ہو جبکہ خدا آپ کے لئے آخرت کا ثواب اور دین کی عزت چاہتا ہے۔چنانچہ گذشتہ امتیں بحکم خدا قیدیوں کو قتل کرتے اور غنائم کو جلاتے تھے۔

"لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ" قرآن کریم (۸-۶۹)

اگر خدانخواستہ تم خدا کے حکم کو یہ سمجھتے کہ یہ مال غنیمت دین اسلام میں حلال ہے۔تو آپ کے لئے ایک بڑا عذاب تھا۔اس آیت سے عام علماء اور اہل سنت کے فقہا یہ دلیل لاتے ہیں کہ انبیاءؑ کے لئے کسی امر میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور اگر اس اجتہاد میں ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو خدا انہیں اس غلطی سے نکال لیتا اور سیدھے راستے سے آگاہ کر دیتا ہے اور اس بات کو ٹھوس ثابت کرنے کے لئے وہ عمر بن خطاب سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ نے فدیہ لینے کے متعلق اپنی رضا کا اظہار کر دیا اور اس بارے میں حکم خداوندی کا انتظار کیا تو دوسرے دن میرا پیغمبرؐ کے ہاں جانا ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ اور ابوبکر دونوں بیٹھے رو رہے ہیں۔میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: ہمارا یہ رونا اس لئے ہے کہ ہم نے فدیہ سے متعلق اپنی رائے دی تو اس کا عذاب ہمیں دکھایا گیا جو اس درخت سے بھی نزدیک تھا۔ اور آپ نے اس درخت کی طرف اشارہ فرمایا جو آپ کے قریب واقع تھا۔مفسرین نے اس بارے میں بہت سی باتیں کی ہیں۔ایک گروہ کا قول ہے جب مجتہد غلطی کرتا ہے تو اس کو اس غلطی پر عذاب نہیں ہوتا اور بعض کا قول ہے: یہ حکم خاص اہل بدر کے لئے ہے کہ ان لوگوں کو عذاب نہیں ہوگا۔اور ایک جماعت کا قول ہے: کسی قوم کو کسی ایسے امر کی وجہ سے جس کے متعلق واضح طور پر منع نہ کر دیا عذاب نہیں دیا جائے گا۔"وقیل: المراد ان الفدیۃ التی اخذوھا تستحل لھم"، یعنی بعض کا قول ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ فدیہ جو اہل بدر نے قیدیوں سے لیا۔

شیعہ فقہا کا قول ہے کہ انبیاءؑ اجتہاد نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے غلطی سرزد ہوتی ہے۔

وہ اہل سنت کی روایت سے یہ دلیل لاتے ہیں۔چنانچہ ابن حجر صحیح بخاری کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ترمذی، نسائی، ابن حبان، اور حاکم نے صحیح سندوں کے ساتھ علیؑ سے روایت کی ہے کہ: جب فیصلہ اس بات پر ٹھہرا کہ قیدیوں اور اموال کے بارے میں حکم خداوندی کا انتظار کریں تو جبرائیل رسولخداؐ کے قریب آئے اور کہا: آپؐ اپنے صحابہ کو اس بات کا اختیار دیں کہ چاہیں تو وہ قیدیوں کو قتل کریں اور چاہیں تو ان سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیں۔لیکن اتنا جان لیں کہ اگر وہ

فدیہ لیں گے تو آئندہ سال انہی قیدیوں کی تعداد کے برابر مسلمان قتل ہوں گے۔اس طرح خدا کی طرف سے اجازت مل گئی۔ چنانچہ یہ آیت مبارکہ گواہ ہے "فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً" قرآن کریم (۸-۷۰)

یعنی جو کچھ آپ نے غنیمت اور فدیہ کی شکل میں حاصل کیا ہے اسے کھائیں کیونکہ حلال و پاکیزہ ہے۔پس پیغمبرؐ نے اس شرط کے ساتھ اصحاب کو اختیار دیا اور انہوں نے فدیہ لینے کا راستہ اختیار کیا۔اصحاب رسولؐ نے دنیوی مال کی لالچ میں ایسا نہیں کیا اگر یہ بات ہوتی تو وہ اس کے بدلے اُحد میں اپنا قتل کیوں پسند کرتے بلکہ یہ لوگ شہادت کے شیدائی تھے اور جبرائیل فدیہ قبول کرنے کی صورت میں مسلمانوں کے قتل عام کا اشارہ دے گئے تھے۔یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے جنگی قیدیوں پر رحم کھایا اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔اسطرح اجتہاد اور غلطی کو پیغمبرؐ سے نسبت دینا جائز نہیں۔کیونکہ خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں واضح ارشاد فرماتا ہے۔"وما ینطق الا وحی یوحا" قرآن سے دیکھ لیں یعنی میرا حبیبؐ اس وقت تک کلام نہیں کرتا جب تک کہ اسے وحی نہ ہو جائے۔

اب اصل قصے کی طرف آتے ہیں۔جب غنائم کی تقسیم اور فدیہ لینے کا مرحلہ آیا تو سعد بن معاذ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! ہم وہ جماعت تھے جنہوں نے جھونپڑی کی نگرانی کی اور جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔اور ایک جماعت نے جہاد کیا اور ایک گروہ نے لوگوں کو قیدی بنایا۔اگر غنائم صرف جہاد کرنے والوں کے لئے ہیں تو بہت سے صحابہ کو حصہ نہیں ملے گا۔اس لحاظ سے صحابہ کے درمیان چہ مہ گوئیاں شروع ہو گئیں۔اور ان تین گروہوں میں سے ہر ایک غنیمت حاصل کرنے کے سلسلے میں اپنے آپ کو دوسروں پر برتر خیال کرتا تھا۔پس خداوند تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔

"یسئلونک عن الانفال للہ والرسول" قرآن کریم (۸-۱)

یعنی اے محمدؐ! آپؐ سے غنایم کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔کہہ دیجئے کہ اموال

خدااور رسول کا ہے۔ جب لوگوں کواس بات کا علم ہواتو مایوس ہو گئے ۔ اسطرح ان کے درمیان جھگڑا ختم ہو گیا ۔ رسولخداؐ نے جو بنی النجار سے غنائم کے محافظ تھے،فرمایا: ان اموال کو پیش کرو،اس میں سے آپؐ نے اپنا خمس بھی جدا نہ کیا۔ تا کہ اصحاب کا حصہ زیادہ ہواور اس ممال غنیمت کو تمام مجاہدین میں تقسیم کر دیا ۔ جو کوئی شہید ہوا تھا اس کا حصہ اس کے لواحقین کو پہنچایا اور وہ آٹھ افراد جو جنگ بدر میں نہیں آئے تھے ۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے ان کے لئے بھی ان کا حصہ بھیجا ۔

اس وقت سعد بن ابی وقاص نے عرض کیا: کیا آپ سوار مجاہد کو پیدل کمزور جیسا حصہ دینگے ۔ فرمایا: ثکلتک امک خداوند تعالی نے کمزوروں کی برکت سے آپ کو نصرت عطا فرمائی ہے ۔ اس وقت وہ اونٹ جس پر ابوجہل سوار تھا، اپنے لئے مخصوص فرمایا اور رعاص بن منبہ بن حجاج کی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا۔ امیر المومنین علیؑ کو عطا فرمائی اور ذوالفقار، فقارہ کی جمع ہے ۔ فقرہ پیٹھ کی ہڈی کو کہا جاتا ہے ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے چونکہ علیؑ نے عاص کو قتل کیا تھا اس لئے آپ نے وہ تلوار لی جو امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد ان کے وارثوں میں سے ہوتی ہوئی محمد بن عبداللہ بن حسن بن علیؑ تک پہنچی ۔ اور جب منصور عباسی کے زمانے میں آپ کی شہادت قریب آئی تو بنی النجار سے ایک شخص کو جس کا آپ نے قرض دینا تھا بلایا اور ذوالفقار اسے دے کر فرمایا:

"خذ السیف فانک لاتلقی احداً من آل ابیطالب، الااخذہ منک واعطاک حقک"

اور اس کے بعد جب جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس مدینہ اور یمن کے حاکم ہوئے اس شخص کو طلب کیا اور اسے چار سو دینار عطا فرمائے اور تلوار دی اور اس سے مہدی منصور کو پہنچی اسطرح عباسی خلفاء کی نسل میں چلتی رہی ۔ اصمعی کا قول ہے:

"رایت الرشید بطوس متقلداً سیفاً فقال یا صمعی اریک ذالفقار؟ قلت بلی جعلنی اللہ فداک، فقال اسلل: سیفی ھذا فسللتہ فاذا فیہ اثنتا عشر فقارۃ"

ایک مرتبہ پھر تاریخ کا رخ کرتے ہیں: جب رسولخداؐ نے مال غنیمت کی تقسیم کی، ابوعبیدہ، جو قرہ بن عبد کا غلام تھا اور آپؐ کا حجام تھا مدینہ سے استقبال کے لئے آیا، اپنے ساتھ کھجور

اور دودھ لایا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کردیئے۔ رسولخداؐ نے صحابہ کو بلایا تا کہ کھائیں۔ جب پیالہ خالی ہوگیا تو آپؐ نے ہرایک سے کچھ نہ کچھ لیکراس میں ڈالا اور رجام کو واپس کردیا۔ اس اثناء میں آپؐ نے اس فتح ونصرت کی خوشخبری مدینہ پہنچانا چاہی، پس آپؐ نے عبداللہ بن رواحہ کوطلب فرمایا۔ اسے مدینہ کے فرازی علاقوں اور زید بن حارثہ کی مدینہ کے نشیبی علاقوں میں ڈیوٹی لگائی کہ وہاں کے لوگوں میں اعلان کریں کہ رسولخداؐ نے بروز جمعہ سترہ رمضان المبارک کومشرکین پر فتح و نصرت حاصل کی اوران کاقتل عام کیا پس یہ دونوں نہایت تیزی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

زید بن حارثہ نے لوگوں کو پکارا: اے لوگو! خوش وخرم ہو جائیں کہ پیغمبرؐ نے دشمنوں پر فتح پائی ہے اور عتبہ، شیبہ، ابوجہل اور فلاں وفلاں قتل ہو گئے ہیں۔ آپ مقتولین اور قیدیوں میں سے ایک ایک کا نام لیتے جاتے۔ لوگ حیران وسرگرداں تھے کہ یہ کیسے ہوا؟

اسامہ بن زید نے کہا: اے والد محترم کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ اس پر زید نے قسم اٹھائی، جو کوئی انہیں ملتا، پوچھتا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ پس اس طرف سے رسولخداؐ نے کوچ فرمایا، اور روحا آ گئے۔ اسطرف سے مدینہ کے پاس آپؐ کے استقبال کے لئے اکٹھے ہوکر روانہ ہو گئے۔ آپؐ نے روحا کی سرزمین پر لوگوں کا اجتماع کیا لوگ آپ کے اردگرد جمع ہوئے ادھر مدینہ سے بھی لوگ پہنچ گئے اور ایک اجتماع کی شکل بن گئی۔ اسامہ بن سلمہ شمشیر ہاتھ میں لئے آنحضرتؐ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اسامہ نے جنگ میں کافی بہادری و دلیری دکھائی تھی اس لئے مدینہ کے باسی آپ سے میدان بدر میں پیش آنے والے واقعات پوچھتے تھے۔ اسامہ بتاتے تھے کہ کس طرح ہم نے ان بدشکل بوڑھوں کو پچھاڑا اور ان پر سوار ہو کر انہیں جنگ کا مزہ چکھایا، ان میں سے باقی ماندہ افراد کو ایسے ایسے باندھا اور قیدی بنالیا۔ یہ باتیں پیغمبرؐ کو کچھ ناگوار گذریں تو آپؐ نے ذرا سنجیدہ لہجے میں ارشاد فرمایا: وہ لوگ قریش کے شیر اور مردان میدان تھے، اتنی آسانی سے قابو آنے والے نہ تھے۔ یہ تو فرشتوں نے انہیں تھکایا اور باندھا، اسطرح خدا نے اس جماعت کوشکست فاش دی۔ اور آپ کوغنیمت ہاتھ آیا۔ اصحاب کہنے لگے: ہمیں یہ فتح ہمارے زور بازو سے نہیں نصیب

ہوئی۔ کیونکہ ہم نے بہت سے مشرکین کو دیکھا کہ ان کے سر تن سے جدا ہوئے ہیں۔ لیکن ہم تلوار چلانے والے کو دیکھ نہ پاتے تھے۔ ایسا بھی ہوا کہ مشرکین بندھے ہوئے اونٹوں کی مانند ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اور ہم جا کر تلوار سے ان کے سر کاٹ دیتے۔ عبداللہ بن انیس تربان کے مقام پر استقبال کے لئے آیا اور عرض کیا: گھر سے نکلتے وقت بیمار پڑ گیا تھا اور کل رات میرا بخار اترا ہے اور آج آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ پیغمبرؐ نے اس کا عذر قبول کر لیا۔ اسید بن حضیر نے عرض کیا: اگر مجھے علم ہوتا کہ جنگ لڑی جائیگی تو ہرگز پیچھے نہ رہتا۔ رسولخداؐ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ قصہ یہ کہ دوسرے دن رسولخداؐ اپنے لشکر اور استقبال کرنے والوں کے ہمراہ مدینہ کی راہ لی۔ آپؐ پہلے اپنی زوجہ سودہ بن زمعۃ بن اسود کے گھر آئے اور اس جنگ میں سودہ کے والد اور ان کے والد کے دو بھائی عقیل اور حارث کام آئے تھے لہذا سودہ اپنے والد اور دو چچاؤں کے غم میں شدت سے نڈھال اور رو رہی تھیں۔ رسولخداؐ کو یہ بات ناگوار گذری اور آپ رات کے وقت اٹھے اور اٹھ کر عائشہ کے گھر چلے گئے اور رات کو وہاں ہی سوئے۔ صبح ہوتے ہی پیغمبرؐ کے غلام عبداللہ بن کعب اور شقران قیدیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے، انہوں نے پیغمبرؐ کے گھر کا پتہ معلوم کیا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ چونکہ پیغمبرؐ سودہ کے گھر داخل ہوئے تھے لہذا وہیں ہوں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے ان کی اس گھر کی جانب رہنمائی کی۔ اس طرف چونکہ پیغمبرؐ کے علم میں یہ بات آ گئی تھی کہ یہ لوگ آئے کھڑے ہیں۔ لہذا آپ نے انہیں عائشہ کے گھر تکلیف دینے کے بجائے خود سودہ کے گھر تشریف لانا زیادہ مناسب سمجھا۔ جب آپؐ وہاں پہنچے تو اس وقت سودہ غیرت کی بناء پر اور چچا و والد کے غم میں قیدیوں کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ آپ سہیل بن عمرو سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھیں۔ کیوں قیدی کی ذلت و خواری برداشت کی۔ کیوں نہ میرے باپ اور ان کے دو بھائیوں کی مانند مردانہ وار نہیں لڑے اور موت کا جام نہیں پیا؟ سہیل بن عمرو کی کنیت ابو یزید اور اس کا لقب بذوالانیاب (اگلے تیز دانتوں والا) تھا۔ چونکہ اس کے اوپر والا ہونٹ کٹا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے نیچے والے دانت نظر آتے تھے، اس کی مکہ میں ایک عالیشان

رہائش گاہ تھی اور اگر لوگوں کو کھانے پر بلاتا تھا۔ چنانچہ امیۃ بن ابی صلت اس کی مدح میں کہتا ہے۔

یاباہ یزید رایت سیبک واسعاً　　　وسماء جودک تستھل فتمطر

غرضیکہ جنگ بدر میں مالک بن دخشم نے اسے گرفتار کیا اور یہ اشعار کہے:

اسرت سہیلا فلا انبتغی　　　بہ غیرہ من جمیع الامم

وخندف تعلم ان الفتی　　　سہیلا فتاھا اذا ماظلم

ضربت بذی الشفر انثی　　　واکرھت نفسی علی ذی العلم

اور راستہ چلنے کے دوران جب سقیا کی منزل پر پہنچے تو سہیل بن مالک سے کہا: میں حاجت ضروریہ سے فارغ ہونا چاہتا ہوں۔ مالک اسے کنارے پر لے گیا اور اس کی نگرانی کرتا رہا۔ سہیل نے کہا: مجھے تم سے شرم آ رہی ہے ذرا دور ہو جاؤ۔ جب مالک نے اس سے ذرا لاپروائی برتی تو اس نے اپنی ہتھکڑی نکالی اور بھاگ نکلا۔ اس پر مالک نے شور مچانا اور اس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں صحابہ کی ایک جماعت باہر نکل آئی اور سب سے پہلے آنحضرتؐ نے اسے پکڑا اور حکم دیا کہ اس کی گردن کو باندھ کر اسے مدینہ پیدل لاؤ۔ یہی وجہ تھی کہ سودہ نے اسے تمام قیدیوں سے ذلیل و خوار پا کر سخت برا بھلا کہا۔ قصہ یہ کہ پیغمبرؐ کو اس کی ان باتوں کی وجہ سے اس پر غصہ آیا اور فرمایا: اے سودہ! تو کفار کو خدا اور رسولؐ کے خلاف ابھارتی ہے۔ اور انہیں چھیڑتی ہے تا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر تیار ہو جائیں۔ آپؐ اسی غصے کی وجہ سے اس گھر داخل نہیں ہوئے اور وہاں ہی کھڑے کھڑے سودہ کو طلاق دی اور عائشہ کے گھر واپس چلے آئے اور اپنے ساتھ جنگی قیدیوں کو بھی وہاں لے آئے۔ یہی وجہ تھی کہ سودہ ہمیشہ روتی تھی، ایک تو باپ کے غم میں اور دوسرا طلاق کی پریشانی سے۔ اگر چہ اس نے کسی کو آپؐ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا اور پیغمبرؐ سے معافی کی درخواست کی لیکن قبول نہیں کی گئی۔ اور اس طرف اس کا بوڑھا دادا اسود بن یغوث، کہا جاتا ہے کہ جب قریش جنگ بدر سے واپس ہوئے تو ابوسفیان اور دوسرے اکابرین نے حکم دیا کہ اپنے مقتولوں پر کوئی نہ روئے تا کہ اس طرح ان کا غم و غصہ کم نہ ہو۔ اسود بھی خاموش

رہا۔ایک رات اس نے کسی کا نوحہ سنا تو اپنے غلام سے کہا ذرا پتہ کرو شاید مردوں پر رونے کی اجازت مل گئی ہو۔تا کہ میں بھی اپنے بیٹوں پر روسکوں۔جب معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ایک عورت اپنے اونٹ کی گمشدگی پر بین کررہی ہے۔اسود بولا: یہ عورت اپنے اونٹ کی گمشدگی پر روسکتی ہے تو میں اپنے بیٹوں پرنہیں روسکتا۔یہ کہہ کر اس نے رونا شروع کیا اور یہ اشعار کہے۔

اتبکی ان یضل لھا بعیر	ویمنعھا من النوم السھو د
فلا تبکی علی بکر ولکن	علی بدر تقاصرت الجدو د
فا بکی ان بکیت علی عقیل	وا بکی حارثا اسد الاسو د
وبکیھم ولا تسمی جمیعاً	و مالابی حکیمۃ من ندید
علی بدر سراۃ بنی ھصیص	مخزوم ورھط ابی الولید
الا قد ساد بعدھم رجال	ولولا یوم بدر لم یسودوا

غرضیکہ مدینہ کی عورتوں نے سودہ سے کہا: پیغمبرؐ سے اجازت لیکر مکہ چلے جاوٴ۔کہنے لگیں۔میں یہ بات پسند نہیں کرتی کہ میرے ماں باپ کو پریشانیاں لاحق ہوجائیں۔ایک اس کے بیٹوں کو قتل کردیا گیا اور دوسرا اس کی بیٹی کو شہر سے نکال دیا جائے۔آخر ایک دن عائشہ کے گھر گئیں تو پیغمبرؐ کے آنے تک وہیں ٹھہر گئیں اور خود آنحضرتؐ سے بات کی اور ان سے معافی طلب کی۔اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور مجھے وہ حاجت نہیں جو عورتوں سے مردوں کو ہوتی ہے۔صرف یہ چاہتی ہوں کہ چونکہ قیامت کے دن عورتوں کو جنت کی طرف لے جائیں گے تو مجھے ان سے الگ نہ کیا جائے۔اب آپؐ مجھے قبول کرلیں اور جب میری باری والی رات آئے تو عائشہ کے گھر میں ہی رہیں۔عائشہ نے بھی آپ کی منت وزاری وسفارش کی حتی کہ آپؐ نے اس کی سفارش مان لی۔اور اسے دوبارہ قبول کرلیا۔آیئے پھر ایک مرتبہ داستان کا رخ کرتے ہیں۔

جب رسولخداؐ نے قیدیوں کو عائشہ کے گھر بلایا اور ہر قیدی کو اس کے حوالے کیا جسے اس

نے قیدی بنایا تھا۔ اگر چاہو تو انہیں قتل کر دو اور چاہے تو انہیں رکھ لو تا کہ مکہ جا کر فدیہ لے آئیں اور انہیں آزاد کردو۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا: یارسول اللہؐ! الا سہیل بن بیضاء، پیغمبرؐ خاموش ہو گئے اور ایک لحظہ کے بعد فرمایا: الا سہیل بن بیضاء۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: پیغمبرؐ کی خاموشی مجھ پر اس قدر گراں گذری کہ اس کی مانند کبھی کوئی چیز مجھ پر گراں نہ گذری تھی۔ اور میں اس جسارت پر سخت خوف وہراس میں مبتلا تھا۔ اور مجھ پر ایسی خوشی کبھی وارد نہ ہوئی تھی کہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا: الا سہیل بن بیضاء۔ پھر پیغمبرؐ نے صحابہ سے فرمایا: قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور غریبوں سے فدیہ نہ لو۔ اور وہ غریب جنہیں خوش خطی لکھنا آتی تھی، حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک، انصار کے دس بچوں کو خوشخطی سکھائیں تو وہ آزاد ہوں گے۔ اور جس کے پاس مال و دولت ہو وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑائے۔ اگر چہ فدیہ طاقت اور استطاعت کے مطابق تھا۔ لیکن ایک ہزار سے کم اور چار ہزار درہم سے زیادہ نہ تھا۔ اس وقت ابوعزہ شاعر نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میں ایک غریب آدمی ہوں اور میری پانچ بیٹیاں ہیں اگر مجھے آپ آزاد کردیں تو پھر میں کبھی مسلمانوں سے جنگ لڑنے یا لوگوں کو ابھارنے جیسے کام نہیں کروں گا۔ اس سے یہ عہد لے کر اسے آزاد کر دیا گیا۔ اس وقت پیغمبرؐ نے عباس سے کہا: آپ مجھے سارے قیدیوں سے زیادہ محترم ہیں اور آپ کے پاس دولت بھی ہے۔ لہذا آپ چار افراد کا فدیہ ادا کریں اور آزاد ہو جائیں۔ وہ چار افراد تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ عباس دنیوی مال ومتاع سے زیادہ رغبت نہ رکھتے تھے۔

عباس نے کہا کہ میں تو مسلمان ہوں لہذا مجھ پر فدیہ ادا کرنا لازم نہیں آتا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا! آپ کے اسلام کے بارے میں تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن چونکہ آپ کفار کے جھنڈے کے نیچے ہم سے لڑنے آئے تھے۔ لہذا فدیہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ عرض کیا: میرے پاس دنیوی مال سے کچھ نہیں۔ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کا چچا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور لوگوں کا احسان مند ہو۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا: اے چچا! آپ نے جو مال اپنی بیوی ام الفضل کے سپرد کیا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر میں واپس نہ آیا تو اس کو اسطرح اپنے اور اپنے بیٹوں کے

درمیان تقسیم کر دینا۔ اگر اجازت دیں تو یہ مال مکہ سے یہاں منگوالیا جائے اور فدیہ کا مسئلہ حل کیا جائے ۔عباس حیران ہوئے اور کہنے لگے: آپ کو کیسے علم ہوا جبکہ وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔آپؐ نے فرمایا یہ مجھے میرے خدا نے بتایا۔عباس نے کہا: ''اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبدہ و رسولہ''۔اس وقت عرض کیا۔میرے گھر سے کچھ مال و زر لایا گیا تھا لیکن وہ راستے میں میری باری پر گھاس اور کھانا کھلانے پر خرچ ہوا اور جو باقی بچا وہ مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر لوٹ لیا۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ اس مال و زر کو فدیہ شمار کرلیں ۔آپؐ نے فرمایا ایسا اس لئے نہیں ہوسکتا کہ وہ مال و زر آپ اس لئے لائے تھے تا کہ کفار قریش کے لشکر کی پرورش کریں تا کہ وہ ہمارے خلاف جنگ لڑسکیں ۔اس وقت خداوند تعالی کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی

''یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُل لِّمَن فِی أَیْدِیکُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن یَعْلَمِ اللَّهُ فِی قُلُوبِکُمْ .... وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِیمٌ''قرآن کریم (۸-۷۱)

یعنی اے پیغمبرؐ قیدیوں سے کہہ دیجیئے کہ اگر آپ اچھائی کا ارادہ نہیں کر سکتے تو تمہیں وہ اسے چیز سے بہتر عطا فرمائے گا جو اس نے تم سے لی ہے اور تمہیں بخش دے گا۔کیونکہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔پس عباس نے چار افراد کا فدیہ دیا اور نوفل اور عتبہ ایمان لے آئے ۔یہ سب مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں رہ گئے۔کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ نے عباس سے فرمایا: اپنی چادر بچھائیں ۔انہوں نے چادر بچھائی تو آپ نے وافر مقدار میں مال عطا فرمایا۔اور ارشاد فرمایا: یہ اس لئے ہے کہ خدا نے ارشاد فرمایا:

''یُؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنکُمْ''قرآن کریم (۸-۷۰)

اس بارے میں اب دوبارہ قریش کے قصے کی طرف آتے ہیں کہ شکست کے بعد ان کا کیا حال ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ بھاگ کر واپس جانے والوں میں حیسمان بن عبداللہ پہلا شخص تھا جس کا اونٹ تیز بھاگنے والا تھا مکہ جا پہنچا۔مکہ والے اس کے ارد گرد جمع ہوگئے اور انہوں نے میدان جنگ کی باتیں شروع کردیں ۔پوچھنے لگے کسے فتح ہوئی اور کسے شکست، حیسمان کہنے لگا

: کیاپوچھتے ہواور میں کیا جانوں؟ اس نے قریش کے اکابرین کے بارے میں بتایا کہ سب مارے گئے؟ جب اس نے امیہ بن خلف کا نام لیا تو اس کا بیٹا صفوان وہاں موجود تھا متکبرانہ لہجے میں بولا: اے لوگو! اس دیوانے سے کیا پوچھتے ہو جسے اپنی ہوش نہیں، اس کی مت ماری گئی ہے۔ اس کو میرا بھی پتہ نہیں جو اس کے پاس کھڑا ہوں۔

حسیمان کہنے لگا: یہ کیا بات ہوئی؟ جس طرح صفوان کو میں یہاں کھڑا دیکھ رہا ہوں اسی طرح میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کے بھائی اور باپ قتل ہوئے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ابولہب آ دھمکا۔ وہ بھی ان باتوں سے بہت حیران ہوا۔ اس اثناء میں ابوسفیان بن حارث کہ وہ بھی فراریوں میں سے تھا، وہاں آ پہنچا۔ ابولہب بولا: اے میرے بھتیجے! تم مجھے بتاؤ کیونکہ تم یقیناً صحیح بات بتاؤ گے۔ چچا کیا کہوں کہ جب ہمارا اور محمدؐ کے صحابہ کا آمنا سامنا ہوا تو ہم ایک خشک جگہ پر بیٹھ گئے اور دیکھا کہ وہ ہمارا جنگی سامان کھولتے جا رہے تھے اور ہمارے ہاتھ کمر پر باندھتے جا رہے تھے اور ایک روایت کے مطابق ہم نے سفید لباس والوں کو دیکھا جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور کوئی ان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ لاسکتا تھا۔ عباس بن عبدالمطلب کے غلام ابورافع نے کہا: خدا کی قسم! وہ فرشتے تھے۔ ابولہب کو اس بات پر غصہ آیا اور اس کے چہرے پر مکہ مارا اور اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور اسے تازیانے سے پیٹنے لگا۔ عباس کی بیوی ام الفضل غصے میں آ گئی۔ اس نے خیمے کا ستون نکالا اور اس کے پیچھے دوڑ پڑی اور ستون اس کے سر پر دے مارا جس سے اس کا خون بہنے لگا اور اس نے کہا: اگر عباس یہاں ہوتے تو تُو ان کے غلام کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا۔ لوگوں نے ان دونوں کو چھڑایا اور ابولہب پیچ و خم کھاتا ہوا گھر چلا گیا۔ وہ سات دنوں تک بہت سخت تکلیف میں رہا خدا نے اسے عدسہ کی بیماری میں مبتلا کیا جس سے اس کے جسم پر دانے نکل آئے یہ وبائی مرض تھا جو طاعون کی مانند اس کے پاس آنے جانے والوں کو بھی متاثر کر رہا تھا۔ لامحالہ اس کے بیوی بچوں نے بھی اسے چھوڑ دیا جس سے اس کی موت واقع ہوئی اور تین دن تک اس کا پلید جسم پڑا رہا کوئی اسے ڈر سے ہاتھ نہ لگاتا تھا آخر کار

مزدوروں کو اجرت دے کراس کی میت کو وہاں سے دور لے جا کر ایک گلی میں چھوڑ دیا گیا اور اس کے عزیز و اقارب دور سے اس پر پتھر اور مٹی پھینکتے رہے یہاں تک کہ اس کا جسم چھپ گیا اور اب تک جس کسی کا بھی وہاں سے گذر ہوا اس نے پتھر پھینکے اس طرح وہ جگہ ایک بڑا ٹیلا بن گئی۔

غرضیکہ اس کے بعد جنگ کی خبر بھی مل گئی اور ساری صورتحال واضح ہوئی کہ قیدی مدینے میں لینے ہیں اور فدیہ کے بغیر رہائی ممکن نہیں۔ اکابرین قریش نے اجلاس بلایا اور کہا: ہر کوئی اپنے قیدی کو چھڑانے کی فکر کرے۔ جنگی قیدیوں کے نام یہ تھے۔ بنی ہاشم کے قبیلے سے چار جنگی قیدی تھے اور بنی مطلب بن عبد مناف کے دو قیدی تھے پہلے سایب بن عبد مناف، دوسرے عبید بن عمرو بن علقمہ بن حلان جنہیں سلمہ بن اسلم بن حریش الاشہلی نے قیدی بنایا اور چونکہ غریب تھے لہذا نبی کریمؐ نے ان دونوں کو کسی فدیہ کے بغیر آزاد کر دیا۔ اور بنی عبد شمس بن عبد مناف کے قبیلے سے آٹھ قیدی تھے۔ پہلے عقبہ بن عتبہ ابن ابی معیط جیسا کہ ذکر ہوا۔ دوسرے حارث بن وحرۃ بن ابی عمرو بن امیہ جنہیں سعد بن ابی وقاص نے گرفتار کیا اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط مدینہ آیا اور اس نے چار ہزار دینار فدیہ دے کر اسے آزاد کیا۔ تیسرے عمرو بن ابی سفیان جسے علیؑ نے قیدی بنایا، جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ چوتھے ابوالعاص بن الربیع جسے خراش بن صمہ نے قیدی بنایا اور اس کا بھائی عمرو بن الربیع اس کو چھڑانے کی خاطر مدینے آیا اور ابی العاص کی شرح حال بھی رقم کی جائے گی۔ پانچواں ان کا حلیف ابوریشہ، چھٹا عمرو بن الازرق، ان دونوں کو عمرو بن ربیع نے فدیہ دے کر آزاد کر دیا۔ ساتویں عقبہ بن الحارث الحضرمی جسے عمارۃ بن حزم نے قیدی بنایا اور قرعہ اندازی کے مطابق ابی بن کعب کے حصے میں آیا اور عمرو بن ابی سفیان بن امیہ نے اس کا فدیہ دیا۔ آٹھویں نوفل بن عبد شمس جنہیں عمار بن یاسر نے قیدی بنایا اور ان کے چچازاد ان کی رہائی کی خاطر مدینہ آئے۔

بنی نوفل بن عبد مناف کے قبیلے سے تین آدمی قیدی بنائے گئے: پہلے عدی بن الخیار جنہیں خراش بن صمہ نے قیدی بنایا۔ دوسرے ان کے حلیف عثمان بن عبد شمس بن اخی عتبہ بن

غزوان جنہیں حارثہ بن النعمان نے قیدی بنایا۔تیسرے ابوثور جسے ابومرشد الغنوی نے قیدی کیا اوران کا فدیہ جبیر بن مطعم نے ادا کیا۔اور بنی عبدالدار بن قصی سے دو افراد قیدی بنائے گئے۔ پہلے ابوعزیز بن عمیر اور جنہیں ابوالیسر نے قیدی کیا اور قرعہ اندازی میں آپ محرز بن نضلہ کے حصے میں آئے۔ابوعزیر کے بھائی مصعب نے جو مہاجرین میں سے تھے،محرز سے کہا: ابوعزیر کو مفت ہاتھ سے نہ جانے دینا، کیونکہ مکہ میں ان کی ماں کافی مالدار ہے۔ابوعزیر نے جب یہ سنا تو مصعب سے کہا: کیا بھائی کی سفارش اس طرح کی جاتی ہے تو مصعب نے کہا: تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ محرز میرا بھائی ہے۔

غرضیکہ ابوعزیر کی ماں نے چار ہزار دینار بھیجے۔دوسرے الاسود بن عامر بن الحارث بن السباق جنہیں حمزہ نے قیدی بنایا اور آپ کی رہائی کے لئے طلحہ بن ابی طلحہ مدینہ آئے۔اور قبیلہ بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی سے تین افراد قیدی ہوئے۔پہلے سایب بن ابی جیش بن المطالب بن اسد بن عبدالعزی جنہیں عبدالرحمان بن عوف نے قیدی بنایا، دوسرے عثمان بن الحویرث بن عثمان بن اسد بن عبدالعزی جنہیں حاطب بن ابی بلتعہ نے قیدی بنایا۔تیسرے سالم بن شماخ جنہیں سعد بن ابی وقاص نے قیدی بنایا اور ان میں ہر ایک سے چار ہزار دینار فدیہ،عثمان بن ابی جیش مدینہ لے کر آئے۔اور بنی تیم بن مرہ کے قبیلے سے ایک آدمی قیدی ہوا جس نے مدینہ میں جان دی۔اور وہ مالک بن عبداللہ بن عثمان تھا جو قطبۃ بن عامر بن حدیدہ کے ہاتھوں قیدی ہوا۔ اور قبیلہ بنی مخزوم کے قبیلہ سے دس افراد قیدی ہوئے۔پہلے خالد بن ہشام بن المغیرہ جنہیں سواد بن غزیہ نے قیدی بنایا۔دوسرے امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ جنہیں بلال نے قیدی بنایا۔ تیسرے عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ جنہیں واقد بن عبداللہ التیمی نے قیدی بنایا اور کہا: خدا کا احسان ہے کہ اس نے مجھے تم پر نصرت عطا فرمائی اور تم وہ شخص ہو جو یوم نخلہ کو قیدی بنے اور صحیح و سلامت رہا ہو گئے۔چنانچہ ان کا قصہ سریہ عبداللہ بن جحش کے ضمن میں آئے گا۔

غرضیکہ عبداللہ بن ابی ربیعہ نے ان تینوں میں سے ہر ایک کا چار چار ہزار دینار فدیہ

مدینہ لائے ۔چوتھے ولید بن الولید بن المغیرہ جنہیں عبداللہ بن جحش نے قیدی کیا اور اس کے بھائی خالد اور ہشام اس کی رہائی کے لئے مدینہ آئے اور چار ہزار دینار دے کر اسے واپس لے گئے۔ وہ منزل ذوالحلیفہ سے واپس مدینہ آیا اور حضورؐ کے روبرو مسلمان ہوا اور عرض کیا کہ میں فدیہ دیئے بغیر مسلمان نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پانچویں قیس بن السائب جنہیں عبادہ بن الحسحاس نے قیدی بنایا اور ان کا بھائی فروہ ان کی رہائی کے لئے چار ہزار دینار فدیہ لایا۔ چھٹے ابی رفاعہ صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قیدی ہوئے لیکن چونکہ غریب تھے، فدیہ دیئے بغیر رہا ہو گئے۔ ساتویں ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عابد قید ہوئے اور آپ کا فدیہ دو ہزار دینار دیا گیا۔ آٹھویں عبداللہ بن عطا بن السائب بن عابد بن عبداللہ تھے جنہیں سعد بن ابی وقاص نے قیدی بنایا۔ آپ کا ہزار دینار فدیہ قرار پایا۔ نہویں مطب بن حنطب بن الحارث بن عبید بن عمر بن مخزوم تھے جنہیں ابو ایوب انصاری نے قیدی بنایا اور چونکہ غریب تھے لہذا فدیہ دیئے بغیر آزاد کر دیئے گئے۔ دسویں خالد بن الاعلم العقیلی حلیف بنی مخزوم جنہوں نے یہ شعر کہا:

ولسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا　　ولکن علی اقدامنا تقطر الاماً

یہ پہلے شخص تھے جو میدان جنگ سے سب سے پہلے بھاگے لیکن حباب منذر نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور عکرمہ بن ابو جہل ان کا فدیہ مدینہ لے کر آیا۔ اور بنی جمع کی جماعت سے پانچ قیدی بنے۔ پہلے عبداللہ بن ابی بن خلف جنہیں فروۃ بن عمرو البیاضی نے قیدی بنایا اور آپ کے والد فدیہ لیکر مدینہ چلے آئے۔ دوسرے ابوعزہ شاعر تھے جن کا نام عمرو بن عبداللہ بن وہب تھا اور آپ کو رسولخداؐ نے فدیہ کے بغیر آزاد فرمایا۔ آپ جنگ احد میں دوبارہ قیدی بنے اور قتل کیئے گئے۔ جس کا ذکر آئے گا۔

تیسرے وہب بن عمیر بن وہب جسے رفاعہ بن رفاعہ الزرقی نے قیدی بنایا چنانچہ ان کا قصہ آئے گا۔ چوتھے ربیعہ بن دراج ابن العنبس بن اہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح بھی غریب تھے۔ لہذا تھوڑے سے فدیہ کے بدلے میں چھوڑ دیئے گئے۔ پانچویں امیہ بن خلف کے غلام

فاکہہ تھے جنہیں سعد بن ابی وقاص نے قیدی بنایا۔ بنی سہم بن عمرو کی جماعت سے چار اشخاص قیدی ہوئے۔ پہلے ابو وداعہ بن صبیرہ جن کا بڑا بیٹا چار ہزار دینار فدیہ لے کر مدینہ آیا۔ دوسرے فروہ بن حنیس بن حداقہ بن سعید بن سہم اور انہیں ثابت بن اقذم نے قیدی بنایا۔ اور عمرو بن قیس نے چار ہزار دینار ان کا فدیہ دیا۔ تیسرے حنظلہ بن قبیعہ بن حذاقہ بن سعد جنہیں عثمان بن مظعون نے قیدی بنایا۔ چوتھے حجاج بن الحارث بن قیس بن سعد ابن سہم جنہیں عبدالرحمٰن بن عوف نے قیدی کیا اور ان سے بھاگ نکلے پھر ابو داود مازنی نے انہیں پکڑلیا۔

قبیلہ بنی مالک بن حسل سے تین افراد قیدی ہوئے پہلے سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک اور انہیں مالک بن الدخشم نے قیدی بنایا اور مکرز بن حفص بن الاصنف مدینہ آئے اور ان کی جگہ قیدی بنے۔ اس اثناء میں سہیل چلے گئے اور اپنا فدیہ مبلغ چار ہزار دینار بھیجا اور مکرز کو آزاد کرایا۔ عبداللہ بن زمعہ بن قیس بن نصر بن مالک جنہیں سہیل بن عمرو کے غلام عمیر بن عوف نے قیدی بنایا اور یہ وہ ہیں جن کا نام رسولخداؐ نے اسلام لانے کے بعد عبدالرحمٰن رکھا۔

قبیلہ بنی فہر سے دو افراد قید ہوئے۔ پہلے طفیل بن ابی قنیع، دوسرے عتبہ بن جحدم جو عباس بن عبدالمطلب کے حلیف تھے۔ اور عتبہ بن جحدم کے ماسوا دوسرے کا ذکر ابن اسحاق کی روایت میں آچکا ہے اور یہ جو نام لکھے جا رہے ہیں عتبہ سے لیکر آخر تک ہشام کی روایت سے نقل کئے گئے ہیں۔

بنی نوفل بن عبد مناف کے قبیلے سے دو افراد قیدی ہوئے۔ پہلے خالد بن اسید بن ابی العیص دوسرے ابوالعریض، یسار آپ عاص بن امیہ کے غلام تھے۔

اور بنی نوفل کے غلاموں سے ایک شخص قیدی ہوا جس کا نام نبہان تھا اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے ایک شخص قیدی بنا جس کا نام عبداللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث تھا اور بنی عبدالدار بن قصی سے ایک شخص قیدی ہوا جو عقیل تھے اور جن کے حلیف یمنی لوگ تھے۔ اور بنی تیم

بن مہرہ سے دو افراد قیدی بنے۔ پہلے مسافع بن عیاض بن صغر بن عامر، دوسرے ان کے حلیف جابر بن زبیر اور بنی مخزوم بن یقظہ کا ایک شخص قیدی ہوا جس کا نام قیس بن السائب تھا۔ اور بنی جمع بن عمرو سے چھ افراد قیدی ہوئے۔ پہلے عمرو بن ابی بن خلف دوسرے ابورھم بن عبداللہ جوان کے حلیف تھے تیسرے ان کے ایک اور حلیف چوتھے امیہ بن خلف کے غلام جس کا نام نسطاس تھا۔ پانچویں امیہ کے ایک دوسرے غلام جن کا نام معلوم نہیں۔ چھٹے بھی امیہ کے غلام ابورافع تھے۔ اور سہم بن عمرو سے ایک شخص قیدی بنایا جو اسلم بن بنیہ بن الحجاج تھے۔ اور بنی عامر بن لوی سے دو افراد قیدی بنے پہلے حبیب بن جابر دوسرے سائب بن مالک اور بنی الحارث بن فہر سے دو افراد قیدی ہوئے پہلے شافع دوسرے ان کے حلیف شفیع جن کا تعلق یمن سے تھا۔

غرضیکہ تمام قیدیوں کی تعداد ستر تھی جب ان کی اطلاع مکہ پہنچی تو ابوسفیان بولا: اے لوگو! ایسا ہرگز ظاہر مت کرو کہ تم اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے رقم دینے پر تیار ہو اور اگر ایسا ہے بھی تو جلد بازی سے کام نہ لو۔ کیونکہ اگر محمدؐ کو اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ فدیہ بڑھا چڑھا کر لیں گے اور تمہیں غریب کردیں گے۔ میرے اپنے دو بیٹے اس لشکر میں گئے جن میں سے ایک حنظلہ علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا اور دوسرا عمرو جو علیؑ کے ہاتھوں قیدی بنا اور اب وہ دوسرے قیدیوں سمیت محمدؐ کے حصے میں آیا ہے۔ میں اس کی رہائی کے لئے پھوٹی کوڑی بھی دینے کو تیار نہیں۔ ابوسفیان، چونکہ کنجوس آدمی تھا۔ لہذا جب رقم کی ادائیگی کا مسئلہ آیا تو مکر گیا اور کہنے لگا: میرا تو ایک بیٹا قتل ہو گیا ہے اور دوسرا قیدی ہے اب ایک بیٹے سے میں ہاتھ دھو بیٹھا ہوں اور اوپر سے دوسرے کی رہائی کے لئے رقم بھی ادا کروں تو اس طرح میرے تو دو نقصان ہوں گے۔ یعنی بیٹا بھی گیا اور مال بھی۔ خود ابوسفیان بھی جنگ بدر میں زخمی ہو کر مکہ چلا آیا تھا۔ جبکہ عمرو بن عبدود بھی شدید زخمی ہوا لیکن کسی نہ کسی طرح گرتا پڑتا بھاگ کر ابوسفیان سے آملا تھا۔ غرضیکہ جب لوگوں کا مجمع چھٹ گیا تو مکہ کے ایک کسان مطلب نے کہا: یہ ابوسفیان خسیس کیسی باتیں کر رہا ہے؟ میرا باپ ابی وداعہ مدینے میں قید ہے۔ میں تو رقم بچانے کی خاطر ہرگز اسے قید نہیں رہنے دوں گا۔ مجھے

باپ کے مقابلے میں رقم کی ہرگز پرواہ نہیں۔لہذا اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، رقم جیب میں ڈالی۔اور سید ھا مدینے کی طرف روانہ ہوگیا۔اور فدیہ ادا کر کے اپنے والد کو واپس لے آیا۔بعض قریش نے اسے برا بھلا کہا تو اس نے ان کے جواب میں کہا!

ماکنت لاترک ابی اسیراً   فی ایدی القوم وانتم مضجعون

اس کا مطلب ہے کہ تم آرام سے سوتے رہو اور میں اپنے والد کو لوگوں کے ہاتھوں میں قیدی بنا چھوڑ دوں۔ اب کیا تھا ہر کوئی رقم لے جاتا اور اپنا قیدی واپس لے آتا اس طرح قیدی رہا ہو کر مکہ چلے گئے۔لیکن عمرو بن ابوسفیان جو عقبہ بن ابی معیط کا نواسہ تھا اسی طرح مدینہ میں قید تھا۔یہاں تک کہ حج کا موسم آگیا اور قبیلہ بنی عمر بن عوف سے سعد بن نعمان بن اکال مدینہ سے مکہ گیا۔جب اس کا علم ابوسفیان کو ہوا تو اگر چہ حج کے دنوں میں لڑائی لڑنا یا کسی کو قید کرنا جائز نہ تھا۔اس نے سعد کو یرغمال بنا لیا تا کہ اس کے بدلے اپنا بیٹا عمرو رہا کروا سکے۔ اس نے یہ اشعار لکھ کر مدینے ارسال کیے۔

ارھط بن اکال اجیبوا دعائہ   تعاقد تموا لاتسلموا السید الکھلا

فان بنی عمرو لئام اذلۃ   لعن لم یفکوا عن اسیرھم الکبلا

جس کے جواب میں حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے:

ولوکان سعد یوم مکہ مطلقا   لاکثر فیکم قبل ان یوسر القتلی

بعضب حسام اوبصفر آ عبۃ   تحن اذا ما ابغضت تحفز النبلا

قصہ یہ کہ جب سعد کے عزیزوں کو یہ اطلاع ملی تو وہ پیغمبرؐ کے پاس آئے تو صورتحال بیان کی اور آپؐ سے درخواست کی کہ عمرو کو رہا کر کے مکہ بھیج دیں لہذا آپؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ادھر ابوسفیان نے سعد کو رہا کر دیا۔وھب بن عمیر بن وھب الجمعی بھی مدینہ میں قید تھا۔ایک دن اس کے والد عمیر نے صفوان بن امیہ کو اپنا ہمراز قرار دیتے ہوئے کہا: میں ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ اس سے فدیہ ادا کر کے اپنے بیٹے وھب کو دوبارہ

واپس لاسکوں۔ اس کے علاوہ کثیر العیال آدمی ہوں مشکل سے دال روٹی چلاتا ہوں مجھے اپنے خاندان کی کفالت کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ ورنہ میں بیٹے کی رہائی کے بہانے مدینے جاتا اور جہاں کہیں محمدؐ کو اکیلے میں پاتا ایک ہی وار میں ان کا کام تمام کر دیتا اور اگر اس کے بعد مجھے قتل بھی کر دیا جاتا تو مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی۔ صفوان نے یہ باتیں سنیں تو خوش ہو گیا۔ لہٰذا اسے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی سوجھی۔ کہنے لگا: اے عمیر! اگر تیرا یہی خیال ہے تو اس سے تو ایک عظیم انسان بن جائے گا۔ اہل و عیال کی فکر نہ کرو جب تک میں زندہ ہوں ان کی دیکھ بھال اپنے خاندان کی طرح کروں گا۔ عمیر نے کہا: میرے کاندھوں پر قرضوں کا بوجھ بھی ہے۔ اس نے کہا: میں تیرا قرض بھی ادا کروں گا۔ اسطرح صفوان نے عمیر کو تیار کیا، اسے اسلحہ بھی دیا، رقم بھی اور مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس نے یہ راز کسی کو نہ بتایا۔ البتہ وہ کبھی کبھار قریش سے یہ کہتا ضرور تھا کہ شاید مدینہ سے جلد ہی ایک خوشخبری سننے کو ملے۔

لیکن جب اس طرف عمیر مسافت طے کر کے مدینہ آیا تو اس وقت پیغمبرؐ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ پس وہ مسجد میں کی طرف جا کر اس کے اندر داخل ہو گیا۔ جونہی پیغمبرؐ کی نگاہ اس پر پڑی، فرمایا: ہاں، اے عمیر! یہاں کس لئے آئے ہو؟ عرض کیا: میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے اور میں ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس مال و دولت نہیں کہ میں دے کر اسے رہا کرواؤں۔ اب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپؐ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ اس پر کرم کریں اور آزاد کر دیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: عمیر ذرا اپنی تلوار تو نکالو کہ میں دیکھوں وہ کیسی ہے؟ جب تلوار اس نے نکالی تو دیکھا کہ بہترین صیقل کی بنی ہوئی اور شیشے کی مانند چمک رہی تھی۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: کتے! جو کوئی کسی قیدی کو آزاد کروانے جاتا ہے کیا اس کی تلوار اسطرح ہوتی ہے؟ بتاؤ مکہ میں صفوان کے ساتھ تمہاری کیا گفتگو ہوئی تھی؟ اور کس ارادے سے اتنا سفر طے کیا ہے؟ عمیر حیران رہ گیا اور کہنے لگا: یہ بات تو میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ آپؐ کو کس نے اطلاع دی؟ فرمایا: خدا نے مجھے آگاہ فرمایا۔ پس عمیر نے عرض کیا: میں آپؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ لہٰذا مجھے کلمہ پڑھائیں۔

اسطرح وہ پیغمبرؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔اس کا بیٹا بھی مسلمان ہوگیا۔یہ دونوں مکہ واپس چلے گئے اور ہنسی خوشی رہنے لگے یہاں تک کہ اپنی طبعی موت مرے۔

لیکن سہیل بن عمرو مدینہ میں قیدی تھا۔اس کا مکہ میں کوئی نہ تھا کہ اس کا فدیہ دیتا پس حفص بن الاحنف کے بیٹے نے مکرز کو مدینہ بلا کر اسے اپنی جگہ یرغمالی کے طور پر چھوڑا اور خود اجازت لے کر مکہ گیا اور وہاں سے فدیہ بھیج کر اپنے آپ کو آزاد کرایا۔

جنگ بدر کی فتح پر نجاشی کا جشن منانا:

کہاجاتا ہے کہ جب نجاشی کو جنگ بدر کی فتح کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوا۔اس نے سفید لباس زیب تن کیا اور اپنے محل سے باہر نکل کر احاطے میں زمین پر بیٹھ گیا۔حبشہ کے بعض دوسرے مہاجرین کو بلا کر فتح کی نوید سنائی۔بعض درباریوں نے اسے کہا: آپ تو بہت بڑے بادشاہ ہیں پھر آپ نے کیوں سفید لباس پہنا اور خاک نشین ہوئے؟ کہا: جب کبھی عیسٰیؑ کو کوئی خوشخبری ملتی تو آپ خوش ہوجاتے اور آپ کی انکساری بڑھ جاتی۔اس لئے میں نے بھی انہی کا رویہ اپنایا۔

بدر کے جنگی قیدیوں کا فدیہ لے کر آنے والے لوگ:

جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے مکہ سے مدینہ فدیہ لے کر آنے والے افراد کا نام ونسب یہ ہے: ولید بن عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن الربیع یہ دو افراد بنی عبدشمس سے تھے۔جبیر بن مطعم جو نوفل ابن عبد مناف کے قبیلہ سے تھے۔طلحہ بن ابی طلحہ، بنی عبدالدار سے تھے۔ابوجیش بنی اسد بن عبدالعزی کے قبیلہ سے تھے۔عبداللہ بن ابی ربیعہ، خالد بن الولید، ہشام بن الولید بن المغیرہ، فروۃ بن السائب، عکرمہ بن ابی جہل جن کا تعلق بنی مخزوم سے تھا۔ابی بن خلف، عمیر بن وہب جن کا تعلق بنی جمح سے تھا۔مطلب بن ابی وداعۃ، عمرو بن قیس جو بنی سہم سے تعلق رکھتے تھے۔مکرز بن حفص بن الاصنف جو بنی مالک بن حنبل سے تھے۔یہ مدینہ آئے، قیدیوں کا فدیہ دے کر انہیں رہا کروالیا چنانچہ جن میں بعض کا قصہ بیان ہو چکا ہے۔

اہل بدر کی فضیلت:

القصہ یہ کہ واقع بدر کے بعد جبرائیل حضورؐ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا آپ بدری صحابہ کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا: قابل ترین مسلمان شمار کرتا ہوں۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا: جو فرشتے بدر میں آئے تھے وہ بھی افضل فرشتے تھے۔ رسولخداؐ نے بھی بدری صحابہ کی فضیلت میں ارشاد فرمایا: ''ان اللہ قد اطلع علی اھل بدر، فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم'' اور ایک روایت کے مطابق ''فقد وجبت لکم الجنۃ''

اگرچہ شیعوں کے نزدیک حسن بصری کی کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں پھر بھی اچھی بات بہر حال اچھی ہوتی ہے۔ وہ بھی بدری صحابہ کے بارے میں کہتے ہیں: ''طوبیٰ لجیش امیرھم رسول اللہ و مبارزھم اسد اللہ و جہادھم طاعۃ اللہ و ملاذھم ملائکۃ اللہ و ثوابھم رضوان اللہ''

یہودی عصماء کا قتل:

ہجرت کے دوسرے سال ایسا ہوا کہ یزید الخطمی کے بیوی عصما بنت مروان جو بہت بڑی کافرہ تھی وہ مسلمانوں کی عیب جوئی کرنے میں بہت زیادہ مبالغ سے کام لیتی تھی۔ ایک نابینا صحابی عمیر بن عدی بنی خرشہ نے منت مانی کہ اگر رسولخداؐ بدر کے سفر سے زندہ سلامت واپس تشریف لائے تو میں عصماء کو قتل کر دوں گا۔ لہذا پیغمبرؐ کے مدینہ میں داخلے کے بعد وہ رات کو چھپ چھپا کر مدینہ سے باہر چلا گیا۔ اپنے آپ کو عصما کے گھر میں گرا دیا۔ اسے احساس ہوگیا کہ بچے اس کا گھیراؤ کئے ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک اس کا دودھ پی رہا ہے پہلے اس نے بچوں کو اس سے دور ہٹایا پھر اپنی تلوار اس کے سینے میں گھسیڑ دی۔ اس تلوار کی نوک اس پشت سے جا نکلی۔ یہ صحابی اسی رات واپس مدینہ آ گیا۔ جب پیغمبرؐ کی اقتدا میں صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی گیا تو آپ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا: مار ڈالا تو نے مروان کی بیٹی کو؟ عمیر ڈر گیا کہ کہیں اس کے قتل کی وجہ سے وہ گناہ کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ عرض کیا: کیا اس کے قتل کی وجہ سے میں مجھ پر کچھ ہے؟ فرمایا ''لا

ینقطع فیہاعنزان‘‘اس وقت تک کسی نے یہ جملہ استعمال نہیں کیا تھا۔اس کا مطلب ہے کہ ایسا کام کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔

غزوہ بنی قینقاع:

ہجرت کے دوسرے سال ہی غزوہ بنی قینقاع پیش آیا۔یہ ماہ ذی قعدہ کا پہلا عشرہ تھا۔ جس وقت رسولخداؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو بنی قینقاع کے یہودیوں نے پیغمبرؐ سے عہدو پیمان باندھا تھا کہ نہ تو مسلمانوں کے خلاف کبھی کوئی کاروائی کریں گےاور نہ ہی ان کے دشمن سے جا ملیں گے۔بلکہ اگر کسی دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو پیغمبرؐ کی نصرت کریں گے۔

پھر ایک دفعہ یوں ہوا کہ بنی قینقاع کے بازار میں ایک عورت اپنے کسی کام سے جیولری کی دکان میں بیٹھی تھی کہ ایک یہودی آیا اور اس نے مذاق میں اس کے لباس کا پچھلا حصہ کسی چیز سے باندھ دیا اس بات سے وہ خاتون بے خبر تھی۔جب اچانک اٹھی تو لباس اتر گیا اور وہ برہنہ ہوگئی۔وہاں ایک مسلمان موجود تھا۔جب اس نے یہ حرکت دیکھی تو اس سے نہ رہا گیا۔تلوار نکالی اور اسی یہودی کا قصہ پاک کردیا۔اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا تمام یہودی جمع ہوگئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس مسلمان سے قصاص لیا جائے۔جب یہ بات پیغمبرؐ تک پہنچی تو آنخضرتؐ نے یہودی اکابرین کو طلب فرمایا اور کہا: آپ نے کیوں معاہدہ توڑا اور اس کی خلاف ورزی کی؟خدا سے ڈریں اور جو کچھ قریش کے ساتھ پیش آیا ہے تمہارے ساتھ بھی پیش آسکتا ہے۔اور یہ باتیں میں اس لئے کررہا ہوں کیونکہ میں ایک رسول ہوں اور میری باتیں سچی ہیں۔انہوں نے کہا: اے محمدؐ! ہمیں ڈرانے کی ضرورت نہیں، آپ قریش پر فاتح پانے پر اتنے گھمنڈ میں مبتلا نہ ہوں اور آرام سے رہیں۔ان پر آپ کو اس لئے فتح حاصل ہوئی کہ انہیں حرب وضرب کے طریقوں سے آشنائی نہ تھی۔اگر کبھی آپ کا ہم سے واسطہ پڑا تو دکھائیں گے کہ لڑائی کس کا نام ہے۔یہ لوگ یہ باتیں کہہ کر دامن جھاڑتے ہوئے چلتے بنے۔اس دوران جبرائیل آیا اور یہ آیت لایا:

’’وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡخَآئِنِيۡنَ (قرآن

اس کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ مجرموں سے مت ڈرو بلکہ ان پر چڑھائی کرو۔خدا مجرموں اور منافقوں کو پسند نہیں کرتا۔جب حکم جنگ آ پہنچا تو رسولخداؐ نے لبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔جنگ کا علم حمزہ کے حوالے کیا لشکر تیار کیا اور ان کی طرف چل پڑے اور چونکہ یہ یہودی مقابلہ اور لڑائی لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔لہذا اپنے قلعے میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔انہوں نے ابھی پندرہ دن ہی قلعے میں محبوس رہ کر گذارے تھے کہ ناک میں دم آ گیا اور سمجھ گئے کہ اب اپنے آپ کو نہیں بچا سکیں گے۔آخر انہوں نے بہتری اسی میں دیکھی کہ قلعے سے باہر آ کر خدائی حکیم کے آگے سر جھکا دیں۔پس انہوں نے قلعے کے دروازوں کو کھولا اور پیغمبرؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سر تسلیم خم کرلیا۔آنحضرتؐ نے منذر بن قدامہ سلمی کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے ہاتھ پیٹھ پر باندھے جائیں اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ان کی تعداد سات سو تھی۔

جونہی منذر نے ان کا ارادہ کیا اور ابھی چند افراد کے ہاتھ پیچھے باندھ پایا تھا کہ عبداللہ بن ابی جو ایک منافق شخص تھا ان کے نزدیک ہوگیا۔اسے یہ بات سخت ناگوار گذری کہ اس کے دوستوں اور ہم نشینوں کو اس طرح تکلیف پہنچائی جائے۔آگے بڑھا تاکہ ان کے گردن سے رسیاں کھولے۔اس پر منذر غصے میں آ گیا اور کہا: ہاں! اے ابن سلول! ٹھہرو میں تمہاری خبر لیتا ہوں۔تم انہیں کھولتے ہو جنہیں پیغمبرؐ نے باندھنے کا حکم دیا ہے۔جو کوئی ان کی گرھیں کھولے گا میں اس کا سر قلم کردوں گا۔جب ابن سلول نے یہ سنا تو حضرت پیغمبرؐ کے پاس جا کر عرض کرنے لگا: یا رسول اللہؐ! میرے ساتھیوں پر رحم فرمائیں۔آنحضرتؐ نے چہرہ مبارک دوسری طرف موڑ لیا۔اس نے پھر اس بات کو دہرایا لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔ابن سلول آگے بڑھا اور آپ کا گریبان پکڑ کر کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! احسان فرمائیں۔آنحضرتؐ غصے میں آ گئے اور آپ کا رنگ مبارک تبدیل ہوگیا۔فرمایا: ''ویحک ارسلنی'' تجھ پر افسوس ہے چھوڑو مجھے! ابن سلول نے کہا: خدا کی قسم جب تک آپ مجھ پر احسان نہیں کرینگے نہیں چھوڑوں گا۔کیونکہ ان سات سو میں چار سو

بڑے مالدار ہیں اور میرا بہت احترام کرتے اور سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ان سب کو ایک ہی صبح قتل کروا دیں اور میں دیکھتا رہوں۔ جب اس کا اصرار بہت زیادہ بڑھا تو رسولخدا نے فرمایا: ''خلوھم لعنھم اللہ ولعن من معھم''یعنی ان کو چھوڑ دوں، ان پر خدا کی لعنت ہو اور اس پر بھی خدا کی لعنت ہو۔ جو ان کا ساتھی ہے۔ پس آپ نے ان کا خون کرنے سے گریز فرمایا۔ لیکن حکم دیا کہ اس سرزمین سے کوچ کر جائیں اور اپنا مال ومتاع مال غنیمت کے طور پر صحابہ کے لئے چھوڑ جائیں۔ چونکہ ان کی جلاوطنی اور مال ومتاع ترک کرنے کا حکم ہو چکا تھا اور وہ صورتحال سے سخت پریشان بھی تھے لہذا انہوں نے غنیمت اسی میں سمجھی کہ یہاں سے کوچ کر جائیں لیکن ان کا حل عبداللہ ان کے چند اکابرین کو لیکر رسولخدا کے گھر تک آ گیا اور ابھی اندر داخل ہی ہونا چاہتا تھا تاکہ ان کی سفارش کرے کہ عویم بن ساعدہ جن کی آپ کے گھر پر نگرانی کی ڈیوٹی تھی۔ عبداللہ کے سینے پر ہاتھ مار کر کہنے لگے: میں تمھیں گھر میں داخلے کی اجازت نہیں دوں گا، یہاں سے بھاگ چلو۔ عبداللہ نے مزاحمت دکھائی جس کے نتیجے میں اس کا چہرہ دیوار سے جالگا جس سے اس کا خون بہنے لگا۔ یہودی کہنے لگے، اے ابوالحارث! چھوڑو، ہم ایک ایسی جگہ نہیں رہنا چاہتے جہاں یہ شخص تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرے اور ہم اسے کچھ بھی نہ کہہ سکیں لہذا وہ واپس چلے آئے۔

اس وقت پیغمبر نے عبادہ بن صامت سے فرمایا: ان کو نکال باہر کرو۔ ان لوگوں نے تین دن مہلت مانگی۔ عبادہ نے کہا: چلو تمھیں مہلت دیتے ہیں اگر میرے بس میں ہوتا تو تمھیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہاں نہ ٹھہرنے دیتا۔ پس تیسرے دن عبادہ ان کو ''زباب'' جو شام کے راستے پر ایک پہاڑی کا نام ہے، تک الوداع کرنے گئے اور پھر وہاں سے واپس لوٹ آئے یہودیوں نے اس علاقے میں کالونی بنائی لیکن انہیں وہاں کا قیام راس نہ آیا۔ وہ سارے ایک مختصر مدت میں چل بسے، ان کا مال ومتاع اور اسلحہ مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر رکھ لیا۔ اور خداوند تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

''وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی

وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ'' قرآن کریم ۸-۴۲)

یعنی جو بھی مال غنیمت آپ کو ہاتھ آئے اس میں سے پانچواں حصہ خدا، رسول، عزیز و اقارب، یتیموں، مساکین اور مسافروں کا ہے۔ اور پیغمبرؐ مال غنیمت میں سے لے کر بے یار و مددگار صحابہ میں تقسیم فرماتے اور اسی طرح محتاجوں، عزیز و اقارب اور تنگدست مسافروں میں تقسیم فرما دیتے۔

قصہ یہ کہ حضورؐ نے تین کمانیں، جن کے نام کتوم، روحا اور بیضا تھے اور دو زرہیں کہ جن کے نام صفدیہ اور رقضا تھے، تین تلواریں قلعی، بتار اور حنف، تین نیزے اپنے لئے رکھ لئے کتوم احد کی جنگ میں ٹوٹ گئی تھی۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس مال سے خمس الگ کر دیا جائے آپ سعل نامی زرہ سعد بن معاذ کو بخش دی۔ اسی طرح محمد بن سلمہ کو بھی ایک زرہ دی، اور اس کے علاوہ بچ جانے والا مال غنیمت صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ غزوہ قینقاع سے واپس آئے اس کے بعد نماز عید الاضحیٰ پڑھی اور قربانی کی۔

غزوہ سویق:

ہجرت کے دوسرے سال، ذی قعد کے آخری عشرے میں غزوہ سویق پیش آیا اس جنگ کی وجہ ابوسفیان کی قسم بنی۔ ابوسفیان جنگ بدر سے بھاگ کر مکہ واپس چلا گیا تھا اور وہاں جا کر اس نے قسم اٹھائی کہ جب تک محمدؐ اور آپ کے صحابہ سے اس شکست کا بدلہ نہ لوں گا۔ نہ تو بیوی کے قریب جاؤں گا اور نہ جسم پر تیل کی مالش کروں گا۔ پس بیس سواروں اور ایک روایت کے مطابق چالیس سواروں کو لے کر یہودیوں کی منزل بنی النظیر تک آ گیا۔ اور رات کو حی بن اخطب کے گھر جا کر ٹھہرنے کی ٹھانی تا کہ وہاں سے پیغمبرؐ کے بارے میں معلومات اکٹھی کرے۔ ابن اخطب نے اسے قطعاً اہمیت نہ دی اور کہا: میں کسی خاص وجہ کے بغیر اپنے لئے کوئی مصیبت مول نہیں لوں گا۔ اور نہ ہی اصحاب محمدؐ سے کوئی لڑائی لڑوں گا۔ پس اس کے بعد سلام بن مشکم کے گھر گیا۔ سلام نے اس کا استقبال کیا اور اس سے خوش کلامی کی۔ انہوں نے اغیار کی ذرا بھر پرواہ نہیں

کی کہ دونوں نے مل بیٹھ کر شراب پی اور ہر قسم کے موضوعات زیر بحث لائے ۔ پس اگلی صبح کو سلام کے گھر سے رخت سفر باندھا اور چل پڑا اور عریض کی منزل پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے مدینہ کا فاصلہ تین میل تھا۔ وہاں ایک انصاری کو جس کا نام معبد و بنی عمرو تھا ان کے نوکروں سمیت جوان کے کھیتوں میں کام کر رہے تھے، پکڑ کر قتل کر ڈالے اور کھجور کے چند درخت بھی کاٹ ڈالے اور دل میں خیال کیا کہ اس طرح اس نے اپنی قسم پوری کر لی ہے اور اب وہاں سے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب پیغمبرؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ابولبابہ کو اپنا جانشین بنایا اور دو سو صحابہ جن میں انصار اور مہاجرین دونوں شامل تھے، کا جتھا لے کر ابوسفیان پر چڑھائی کے ارادے سے چل پڑے۔ ادھر جب ابوسفیان کو پتہ چلا کہ پیغمبرؐ ایک لشکر جرار لے کر نہایت تیزی سے اس کی طرف آ رہے ہیں تو خوف میں مبتلا ہو گیا لہذا اپنے ساتھیوں سے کہا جو بھی زادراہ تمہارے پاس ہے اسے یہیں پھینک کر نہایت تیزی سے لوٹ چلو۔ لہذا اس غزوہ کو غزوہ ذات السویق کہا جاتا ہے، اور سویق کے معنی ہیں: زادراہ، راستے کی ضرورت کا سامان۔

القصہ یہ کہ رسولخداؐ نے سرزمین قرقرۃ الکدر تک ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک ان کے پاؤں کے نشانات انہیں ملے لیکن وہ خود نظر نہ آئے۔ لامحالہ مدینہ واپس آئے۔ آپ کا یہ سفر پانچ دنوں پر مشتمل تھا بعض مورخین کا کہنا ہے غزوہ سویق تیسری ہجری میں واقع ہوا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر:

ہجرت کے دوسرے سال ہی غزوہ قرقرۃ الکدر پیش آیا چونکہ رسولخداؐ کو اطلاع ملی کہ بنی سلیم اور بنی غطفان کی ایک جماعت مدینہ سے تیسری منزل کے فاصلے پر قرقرۃ الکدر نامی پانی کے چشمے کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور قریش کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے مدینہ پر شبخون مارنا چاہتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور جنگی علم علیؑ کے سپرد کیا اور دو روزہ مسافت کو نہایت تیزی سے طے کرتے ہوئے قرقرۃ جا پہنچے البتہ آپ کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی چونکہ قبائل کو آپ کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی لہذا وہ اپنے

مال مویشی چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ پس آپؐ نے وادی بطن میں ڈیرے ڈال دیئے۔ آپؐ کے صحابہ نے انہیں ارد گرد تلاش کرنے کی کوشش کی تو چند اونٹ چرانے والوں کو پایا جن کے ساتھ ایک غلام یسار بھی تھا۔ کو پوچھا کہ بنی سلیم و بنی غلطان کہاں گئے تو انہوں نے عرض کیا ہمیں تو کوئی خبر نہیں۔ پس حکم دیا گیا انہیں قیدی بنا لیا جائے۔ پس ان کو ان کے اونٹوں سمیت گرفتار کر کے واپس مدینہ کی طرف رخ کیا۔ صرار کی سرزمین سے مدینہ تک کا فاصلہ تین کلومیٹر ہے اس راستے میں مختلف جگہوں سے انہیں اونٹ ملے جن کی کل تعداد پانچ سو تھی۔ پس اس سے حاصل شدہ مال غنیمت سے خمس علیحدہ کر دیا گیا۔ اور باقی بچ جانے والے مال کو صحابہ میں تقسیم کر دیا گیا تو ہر صحابی کے حصے میں دو اونٹ آئے اور یسار آپ کے حصے میں آیا۔ اور جب آنحضرتؐ نے نماز کے وقت دیکھا کہ یسار دوسرے صحابہ کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہے تو اسے آزاد کر دیا۔ یہ سفر پندرہ دن میں طے ہوا اور بعض نے چھ دن کہا ہے اور بعض دوسروں نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ شوال ماہ کے پہلے دن تیسری صدی ہجری سے شروع ہوا۔

مظعون کے بیٹے عثمان کی وفات:

ہجرت کے اسی سال عثمان بن مظعون دوسرے جہان کو سدھارے۔ رسولخداؐ نے آپؐ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ اور فرمایا اس کی قبر پر ایک شناختہ نصب کر دیں اور چونکہ اس سرزمین میں غرقد کے درخت فراواں تھے۔ اس قبرستان کا نام بقیع غرقد پڑ گیا جو رسولخداؐ کی رضائی بہن کا نام تھا ایک روایت کے مطابق آپ کی وفات کے بعد پیغمبرؐ نے عثمان بن مظعون کے چہرے کا بوسہ لیا۔

امام حسن مجتبیٰؑ کی ولادت:

ہجرت کے دوسرے سال حضرت امام حسن مجتبیٰ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپؑ کے حالات زندگی آپ کے نام کی ترتیب سے لکھے جائیں گے۔

ابوعفک یہودی کا قتل:

اسی سال سالم بن عمیر نے جو بکاؤن قبیلے سے تھا۔(بکاؤن کے معنی ہیں بہت زیادہ رونے والے)ابوعفک یہودی کو قتل کر دیا۔اور اس ابوعفک کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا۔اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی، رسولخدا کی ہجو کہتا تھا۔سالم بن عمیر نے اپنے آپ سے عہد کرلیا کہ اس ملعون کا قصہ پاک کر کے چھوڑے گا۔یا پھر اس راہ میں جان کی بازی لگا دے گا۔ایک مرتبہ وہ اس کے سونے کے کمرے میں چلا گیا اس نے تلوار کی نوک اس کے جگر پر رکھی جو جگر کے پار ہو گئی۔ابوعفک نے چیخ ماری، اتنے میں اس کے گھر والے دوڑتے ہوئے آئے انہوں نے اسے مقتول پایا۔

کول ارکی خان کا ظہور

دوسری صدی ہجری مملکت ترکستان وتبت:

ناسخ التواریخ کی دوسری جلد میں کسی بائیال کی حکومت کا ذکر آیا ہے۔اس کا ایک نائب تھا جو امور سلطنت میں اس کا ہاتھ بٹاتا تھا جس کا نام ارکی تھا۔کیس بائی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام قرمان خان تھا۔جو اپنے والد کا ولیعہد تھا لیکن چونکہ باپ کی وفات کے وقت اس کی عمر کم تھی اور وہ امور مملکت چلانے کے قابل نہیں تھا۔لہذا ایک نامور امیر جس کا نام قورقوت بتایا جاتا ہے،اس نے ۲۹۵ سال عمر پائی اور وہ ایک جہاندیدہ انسان تھا، ہر نشیب وفراز سے واقف تھا اس کا تعلق باپات قبیلے سے تھا، اس نے یہ تدبیر سوچی کہ کیوں نہ قرمان خان کے جوان ہونے تک ارکی نظام حکومت چلائے اور جب بالغ ہو جائے تو تاج اس کے سر پر رکھ دیا جائے ملک کے امراء نے اس کی رائے کی بڑی تعریف کی اور ارکی کو کول ارکی خان کے نام سے پکارا جانے لگا اس طرح زمام حکومت ارکی کے ہاتھ آ گئی۔جب پانچ سال بیت گئے تو قرمان خان اچھے برے کی تمیز کرنے لگا تو ارکی خان نے زمام سلطنت دوبارہ اس کے حوالے کر دیا، جس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

تیسری ہجری قمری کے واقعات:

رسولخداؐ مکہ سے مدینہ آئے اس لئے اس سال کو سنۃ التمحیص کا نام دیا گیا۔ تیسری ہجری قمری کے دوران پہلے غزوہ غطفان پیش آیا جسے غزوہ ذی امر اور غزوہ انمار بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ نجد کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کا نام ہے۔

کہا جاتا ہے کہ رسولخداؐ کو یہ اطلاع ملی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کے ایک گروہ نے ذی امر کے مقام پر اجتماع کیا ہے اور ان کا ارادہ مدینہ پر چڑھائی اور مال غنیمت حاصل کرنے کا ہے۔ حارث کا بیٹا جس کا نام دعثور اور ایک روایت کے مطابق غورث ہے اس سلسلے کا سربراہ ہے۔ رسولخداؐ خود ۴۵۰ صحابہ کے ہمراہ فوری طور پر ذی امر کے مقام پر جا پہنچے۔ ان لشکریوں کا سپہ سالار جبار گرفتار ہوا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے اس کا حال احوال معلوم کیا۔ عرض کرنے لگا: میں نے تو سنا تھا کہ آپ سے کوئی نہیں مل سکتا اور آپؐ کے خوف سے بڑے بڑے پہاڑ اور ٹیلے کانپتے ہیں۔ پیغمبرؐ نے اسے اسلام لانے کی دعوت دی تو اس نے اسلام قبول کیا اور بلال کا مصاحب بنا۔ اس دوران بادل چھا گئے اور مسلسل بارش ہونے لگی، لوگوں کے کپڑوں سے پانی بہنے لگا ادھر ادھر دوڑنے لگے اور اپنا ساز و سامان سنبھالنے لگے رسولخداؐ نے بھی اپنا لباس نچوڑا اور سوکھنے کے لئے درخت پر رکھ دیا اور خود اس درخت کے سائے میں آرام فرما ہو گئے۔ اس وقت دعثور اور اس کے لشکریوں نے پہاڑ کی چوٹی سے دیکھا کہ پیغمبرؐ اپنے لشکر سے دور اکیلے آرام فرما رہے ہیں۔ تو اس نے موقع کو غنیمت جانا اور ہاتھ میں تلوار لئے دوڑتا ہوا آیا اور آ کر آپؐ کے سر کھڑا ہو کر بولا: اے محمدؐ "من یمنعک الیوم؟" آج کون ہے جو آپؐ کو مجھ سے بچائے؟ فرمایا: میرا خدا۔ ابھی اس نے یہ بات سنی ہی تھی کہ جبرائیلؑ فوراً آئے انہوں نے اس کے سینے پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ پشت کے بل گر پڑا۔ اتنے میں رسولخداؐ نے تلوار ہاتھ میں لی اور اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا: "من یمنعک منی" دعثور نے کہا: یا رسول اللہؐ مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبرؐ ہیں۔

''اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ''

اس نے قسم اٹھائی کہ اب کسی کو ان کے خلاف نہیں ابھارے گا اور نہ ہی آپ کی مخالفت کرے گا۔ ''واللہ لانت خیر منی'' پس پیغمبرؐ نے اس کی تلوار واپس کر دی۔ اور وہ اپنی قوم میں واپس چلا گیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو نے محمدؐ کے سر پر کھڑے ہو کر ان پر تلوار نہیں چلائی؟ دعثور کہنے لگا: اے قوم! میں کیا بتاؤں؟ جب میں نے ان پر وار کرنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ ایک بلند قامت سفید رنگ شخص نے آ کر میرے سینے پر ایسا وار کیا کہ میں تاب نہ لا سکا اور پیٹھ کے بل زمین پر گر گیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ایک فرشتہ تھا اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور میں ان پر ایمان لے آیا ہوں اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو اس کی سنت کی پیروی کرو اور اپنے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دو۔ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

''یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوا اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ ھَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ یَّبۡسُطُوۡا اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَھُمۡ عَنۡکُمۡ'' (قرآن کریم ۵-۱۴)

یعنی اے ایمان والو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب دشمنوں نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھایا تو خدا نے انہیں روک دیا۔

غرضیکہ اس کے بعد خدا کے پیغمبرؐ مدینہ لوٹ آئے اور آپؐ نے یہ سفر دن و رات چل کر طے کیا۔

سریہ قردہ:

ہجرت کے تیسرے سال سریہ قردہ پیش آیا، سریہ اس جنگ کو کہا جاتا ہے جس میں حضورؐ نے خود شرکت نہ فرمائی ہو بلکہ کسی کو کمانڈر مقرر کر کے بھیجا ہو۔ قردہ، مدینہ سے دو منزل کے فاصلے پر ایک سرزمین کا نام ہے۔ غرضیکہ رسولخداؐ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ عراق کے راستے شام جا رہا ہے۔ کیونکہ غزوہ بدر کے بعد اس بات کا خدشہ تھا کہ یہ لوگ مدینہ کی طرف آئیں گے۔ ان کے قافلہ سالار صفوان بن امیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ابی ربیع تھے۔ پس رسولخداؐ نے

اپنے غلام زید بن حارثہ کو سوسوار دے کران کی طرف بھیجا۔ اور یہ پہلا سریہ تھا جس میں زید کو امیر لشکر بنایا گیا۔ غرضیکہ زید نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کے روٹ پر قبضہ جمالیا اور جونہی وہ پہنچے ان پر ہلہ بول دیا۔ ان کے کاروان سالار شکست کھا کر بھاگ نکلے اور اپنے پیچھے کافی ساز و سامان چھوڑ گئے۔ زید نے ان کا مال متاع ضبط کرلیا اور مدینہ چلے آئے۔ انہوں نے فرات بن صیان کو ایک دوسرے آدمی کے ہمراہ قیدی کرلیا لیکن چونکہ فرات بن صیان ایمان لیآئے تھے لہذا انہیں چھوڑ دیا گیا اور دوسرے شخص کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ لیکن زید جو مال لائے تھے اس سے خمس کے طور پر بیس ہزار درہم الگ کر کے بقایا رقم سریہ میں شرکت کرنے والے مجاہدین میں تقسیم کردی گئی۔ آپؐ نے زید بن حارثہ کے حق میں ارشاد فرمایا: "خیرا مراء السرایا، زید بن حارثہ، اعدلہم فی الرعیۃ وا قسمہم بالسویۃ"

کعب بن اشرف کا قتل:

ہجرت کے تیسرے سال ۱۴ ربیع الاول کو کعب بن اشرف یہودی قتل ہوا۔ اس سے جہاں تک بن سکتا تھا وہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تھا اور رسولخداؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی ہجو کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے بدر کی خبر سنی تو مکہ چلا گیا اور وہاں مطلب بن ابی اور داعہ صبیرۃ السہی کے گھر جا ٹھہرا۔ ابوالعیس بن امیہ کی بیٹی عاتکہ جو مطلب امیہ کی بیوی تھی، نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ کعب نے کہا:

زندہ لوگوں کے لئے زمین کا شکم بہتر ہے چہ جائیکہ وہ بیٹھ دکھائیں، جنگ کے بعد اکابرین قریش پر زندگی حرام ہے۔ اس نے بدر کے مقتولین کے بارے میں یہ مرثیہ کہا:

طحنت رحی بدر لمھلک اھلہ ولمثل بدر یستھل ویدمع

قتلت سراۃ الناس حول حیاضہ لاتبعدوا ان الملوک تصرع

ویقول اقوام اذل بعزھم ان ابن اشرف ظل کعبا یجزع

صدقوا فلیت الارض ساعۃ قتلوا ظلت تسیخ باھلہا وتصدع

نبت ان الحارثبن ھشامھم   فی الناس یلبسنی الصالحات وتجمع

لیزوریثرب بالجموع وانما   یسعی علی الحسب القدیم الاروع

وہ قریش کے مقتولین پر بہت رویا اور اس جماعت کو پیغمبرؐ کے خلاف ابھارا۔ جب مکہ سے واپس آیا تو رسولخداؐ نے فرمایا:

""الھم اکفنی ابن الاشرف بماشئت فی اعلانہ الشر وقولہ الاشعار

پس اصحاب کی طرف منہ کرفرمایا: کون ہے جو ابن الاشرف کے شر کو مٹائے؟ محمد بن مسلمہ نے کہا: یا رسول اللہؐ! اگر اجازت دیں تو اسے قتل کردوں؟ فرمایا: ٹھیک ہے۔ عرض کیا: کیا میں اس کے ساتھ جس طرح کی باتیں کرنا چاہوں، کرنے کی اجازت ہوگی؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں لیکن سعد بن معاذ کو ساتھ رکھو۔ پس محمدؐ نے اسعد ابو نائلہ جن کا نام سلطان بن سلاح بن وقش تھا اور اس کے علاوہ بنی عبد الاشہل، عباد بن بشر، حارث بن اوس بن معاذ اور ابو عیس بن جبیر کو ساتھ لیا اور کعب کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ ابو نائلہ، کعب کا رضاعی بھائی تھا اور ایک روایت کے مطابق محمدؐ کو بھی اس کے ساتھ وہی نسبت تھی۔ غرضیکہ پہلے ابو نائلہ کعب کے گھر میں داخل ہوا اور کعب نے اس کا استقبال کیا۔ اور کافی دیر تک اشعار کا تبادلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ابو نائلہ نے تمہید باندھی بات شروع کی کہ یہ شخص ایک مصیبت بن کر ہم پر نازل ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم تمام قبائل کے نشانے پر ہیں اور تجارت و منافع کے سارے راستے ہر طرف سے مسدود ہیں۔ اس کے علاوہ ہر وقت ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور غربت نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ کعب نے کہا: ابھی کیا ہے آگے دیکھنا کیا ہوگا۔ خدا کی قسم! تم پچھتاؤ گے۔ یہ بتاؤ مدینہ کے لوگوں کا اس کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟ کہا: یوں لگتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ لوگ اپنی بیعت سے پھر جائیں گے۔ کعب خوش ہوگیا۔ ابو نائلہ نے موقع غنیمت جان کر کہا: میرے ساتھ چند افراد ہیں ان کو تجھ سے حاجت آپڑی ہے۔ وہ بھوکے ہیں انہیں کھانے کے سامان کی ضرورت ہے۔ اس کے بدلے جو چیز تمہیں چاہیئے گروی رکھ لو۔ کعب نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ ابو نائلہ بولا: یہ نہیں ہوسکتا۔

تم تمام عرب میں خوبصورتی میں مشہور ہوا ایسا نہ ہو کہ عورتیں تم پر عاشق ہو جائیں۔ کہا: اپنے بیٹوں کو میرے حوالے کردو۔ اس کا بھی ابونائلہ نے جواب دیا: ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس طرح وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ اور لوگ کہیں گے: تم لوگوں نے اپنے آپ کو گروی رکھ دیا تھا۔ اگر تم چاہو تو ہم اپنا اسلحہ تمہارے حوالے کر دیں اور یہ اسلحہ ہم رات کو تمہارے پاس رکھ دیں گے۔ کعب مان گیا۔ اس طرح ابونائلہ اس کے گھر سے باہر چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچا اور صورتحال کی وضاحت کی اور رات کو آنحضرت بقیع غرقد تک ان کے ساتھ آئے اور فرمایا:

''انطلقوا بسم اللہ۔ اللہ اعنہم'' وہ دوبارہ اس کے گھر گئے اور ان کے ساتھ جماعت مسافت طے کر کے کعب کے قلعے کے دروازے تک آئی اور آواز دی۔ کعب اپنی جگہ سے اٹھا تا کہ نیچے جائے، اس کے ساتھ سوئی ہوئی عورت نے کہا، کہاں جا رہے ہو؟ کہا محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونائلہ مجھے پکار رہا ہے۔ بولی: ٹھہر جاؤ میں نے اس آواز کے ساتھ خون کی سرخی دیکھی ہے اس نے کعب کا دامن پکڑ لیا اور کہا میں تمہیں ہرگز نہیں جانے دوں گی۔ کعب نے کہا: اے بیگم!

''ان الکریم لودعی الی طعن لاجاب''

اگر کریم سے اس کو مارنے کے لئے نیزہ طلب کریں تو پھر بھی وہ اس سوال کو رد نہ کرے اور یہ تو میرا بھائی ابونائلہ ہے کہ اگر مجھے سویا ہوا پائے تو جگانا پسند نہیں کرے گا۔ اس نے یہ کہہ کر بیوی سے جان چھڑائی اور نیچے آ گیا اور دوسری طرف محمد بن سلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب تم دیکھو کہ میں نے کعب کے بال پکڑے ہیں تو تلواریں نکال کر اس کا کام تمام کر دینا۔ اس وقت کعب نیچے آیا اور یہ پانچ آدمی اس کے اردگرد کھڑے ہوئے پیار و محبت کی باتیں کرنے لگے اور کہا آج رات کو مدینہ کی پشت پر واقع گاؤں شعب عجوز میں اس چاندنی رات میں ٹھہریں گے اور صبح تک ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کریں گے۔ کعب کو یہ بات پسند آئی۔ اس نے ابونائلہ کا ہاتھ پکڑا۔ تھوڑا سا راستہ طے کیا۔ اس وقت ابونائلہ نے کہا: یہ تم نے کونسا عطر لگایا ہوا ہے۔ میں نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی کہا، میں حال ہی میں نئی عورت لیکر آیا ہوں جو تمام عرب میں بہت

خوبصورت ہے۔ محمد بن مسلمہ آگے بڑھ گیا۔ اور اس کے آگے سے ہو کر اس کے بال پکڑے اور انہیں سونگھتے ہوئے پھر راستے پر چلنے لگا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے ایسا ہی کیا اور کعب کے بال سونگھنے کے لئے اس سے اجازت طلب کی۔ اس مرتبہ اس نے اس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑا اور ساتھیوں کو آواز دی کہ خدا کے دشمن کو زندہ نہ جانے دو۔ وہ تلواریں لے کر آئے اور انہوں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن وہ ابونائلہ سے چمٹ گیا اس لئے وہ اس پر وار نہیں کر سکے، وہ ادھر سے ادھر ہو جاتا تھا۔ اس پر کوئی وار کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ حارث بن اوس نے اس پر کاری زخم لگایا اور راستے میں محمد بن مسلمہ نے اپنی کرپان نکالی اور اس کے پیٹ میں گھسیڑ دی جس کے نتیجے میں کعب نے ایک زوردار چیخ ماری۔ یہ چیخ قلعے کے تمام کمروں میں پہنچی لوگوں کو پتہ چل گیا کہ کوئی بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو سمجھانے کے لئے آگ کے آلاؤ جلانے لگ گئے۔ لیکن محمد بن مسلمہ اپنے دوستوں کے ساتھ کعب کا سر لئے مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔ کعب کے لوگ قلعے سے نیچے آئے تاکہ انہیں تلاش کریں کہ راستے میں چلتے چلتے راہ گم کر گئے۔ محمد بن مسلمہ صبح سویرے بقیع غرقد پہنچ گیا۔ رسولخداؐ نماز فجر ادا فرما رہے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے کعب کا سر آپؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپؐ نے خدا کا شکر ادا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: ''افلحت الوجوہ، قالو: وو جھک یا رسول اللہ'' اس وقت آپؐ نے اپنا دھان مبارک حارث بن اوس طلی کے زخموں پر لگایا جس سے وہ صحت یاب ہو گئے۔ اور آپؐ نے فرمایا: آپ کو جو کافر ملے اسے زندہ نہ چھوڑیں۔ دوسرے دن کعب کے عزیز و اقارب آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ کیوں ہمارے اکابرین کو بے جرم و بے خطا قتل کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہماری ہجو نہ کریں اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے خلاف نہ بھڑکائیں۔ انہیں مزید بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لامحالہ چپ چاپ واپس چلے گئے۔ اور حسان بن ثابت نے کعب بن الاشرف اور کنانہ بن ابی الحقیق کے قتل کے موقع پر جو فتح خیبر کے دوران قتل ہوا۔ یہ اشعار کہے:

للہ در عصابۃ لاقیتھم   یا بن الحقیق وانت یا بن الاشرف

یردون بالبیض الخفاف علیکم بطراً کاسد فی عرین مغرف
حتی اتوکم فی محل بلادکم فسقوکم حتفاً ببیض المشرفی
مستبصرین لنصر دین نبیھم مستصغرین لکل امر مجحف

یہودی حویصہ کا اسلام لانا:

ہجرت کے تیسرے سال حویصہ مسلمان ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ حویصہ اور محیصہ دو بھائی تھے۔ ان کا تعلق یہودیوں سے تھا۔ پہلے محیصہ ایمان لایا۔ اب زمانے میں کعب قتل ہو چکا تھا۔ اور رسولخداؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جہاں کہیں کسی یہودی کو پائیں قتل کردیں۔ محیصہ دوڑتا ہوا گیا اور اپنے ہمسائے کسان کو قتل کردیا۔ حویصہ نے کہا: اے بھائی یہ کیا کردیا؟ ہم اس کسان کے احسانات تلے دبے ہوئے تھے۔ اس جیسا کہ کریم ومہربان یہودی کوئی نہیں تھا۔ محیصہ کہنے لگا۔ خاموش رہو! پیغمبر اسلامؐ نے یہودیوں کے قتل کا حکم دیا ہے لہذا اگر چہ تم میرے بھائی ہو لیکن مجھے تمہیں بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اس نے بھائی کی بات سنی تو وہ ساری رات سو نہ سکا کیونکہ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ آخر کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جس کی وجہ سے میرا اپنا بھائی بھی مجھے قتل کرنے سے دریغ نہیں کررہا۔ لہذا یہ سچا دین ہے۔ لامحالہ دوسرے دن پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

ابورافع یہودی کا قتل:

ہجرت کے تیسرے سال ہی ابورافع یہودی واصل جہنم ہوا۔ بعض نے اس کا قتل چوتھے، پانچویں اور چھٹے سال بھی لکھا ہے لیکن تیسرے سال کی روایات زیادہ مستند ہیں۔ غرضیکہ بعض نے اس کا نام عبداللہ اور بعض نے سلام بن ابی الحقیق لکھا ہے کہا جاتا ہے کہ چونکہ کعب بن اشرف کا قاتل قبیلہ اوس سے تھا لہذا خزرج کے اکابرین نے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ اوس کے قبیلے والے کعب کے قتل کی بنا پر ہم پر فخر کریں اس لئے ہمیں خزرج قبیلے کا کعب کے ہم پلہ شخص قتل کرنا چاہیئے اور اسطرح ہم رسولخداؐ کی بارگاہ میں سرخرو بھی ہوجائیں گے۔ اور یہ شخص صفیہ کے شوہر

ابو رافع کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ابو رافع کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا،سرزمین حجاز کے نزدیک خیبر کے مضافات میں واقع ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا اور حجاز کے ساتھ اس کی تجارت تھی۔پس عبداللہ بن عتیک،عبداللہ انیس، عبداللہ بن عتبہ،ابو قتادہ اور ایک اور خزرج کے شخص نے حضورؐ سے اجازت مانگی اور آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق ابن عتیک کو امیر بنا دیا گیا۔پس انہوں نے خیبر کا راستہ اختیار کیا۔وہ راستے پر چلے جا رہے تھے کہ بھولے سے ابو رافع کے قلعہ کے دروازے تک جا پہنچے۔ سورج اس وقت پہاڑی پر تھا۔لوگ اور ان کے مویشی قلعہ کے اندر جا رہے تھے۔عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں کو قلعے سے دور بٹھایا اور خود اس قلعے کے قریب چلے گئے جس طرح کوئی حاجت مند ہو اور آپ نے اپنا لباس سر پر کیا اور قلعہ میں داخل ہو گئے اور قلعہ کے ایک ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے اور دور سے صورتحال کا جائزہ لیتے رہے۔جب دربان نے دروازے بند کر دیئے اور قلعہ کی چابیاں ایک میخ سے لٹکا کر آرام کرنے لگا تو جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ شراب پی کر سو گیا۔اتنے میں ابن عتیک اٹھا۔اس نے چابی نکالی اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا تا کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو آسانی سے باہر نکل سکے۔پھر وہاں سے ابو رافع کے گھر کی طرف چل پڑا۔اسے بالائی کمروں میں سے ایک میں لیٹا ہوا پایا۔کوئی اس سے کہانی بیان کر رہا تھا۔اس نے اس شخص کے جانے کا انتظار کیا۔جب وہ چلا گیا اور ابو رافع سو گیا۔یہ اٹھا اور اس نے تمام گھروں کے دروازوں کو کنڈیاں لگا دیں تا کہ اگر کوئی ابو رافع کی مدد کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہو گیا کہ ابو رافع اور اس کا خاندان گہری نیند سو رہا ہے اب اس نے جب اپنے پروگرام پر عمل کرنا چاہا تو اندھیرے میں اسے یہ سجھائی نہ دیا کہ ان افراد میں سے ابو رافع کون ہے؟ اس لئے آواز دی کہ اے ابو رافع!اس پر وہ نیند سے بیدار ہو گیا اور کہا:'من ھذا؟' ابن عتیک نے تلوار نکالی اور آواز آنے والی جگہ پر وار کر دیا لیکن وار خطا گیا۔پھر دوبارہ آواز بدل کر کہا: (ماھذا الصوت؟) ابو رافع نے کہا: (لامک الویل) ہمارے گھر میں کوئی مرد گھس آیا ہے۔اس کی بیوی بولی: اے ابو رافع! مجھے عبداللہ بن عتیک کی آواز لگتی ہے۔ابو رافع بولا:

تمہاری ماں تمہارا غم منائے ،ابن عتیک یہاں کیا لینے آیا ہے؟

اس نے پھر اسی جگہ پر تلوار چلائی لیکن کام نہ بنا۔اب تھوڑا آگے بڑھ کر تلوار ابو رافع کے پیٹ پر رکھی اور دبایا۔اس پر وہ تلوار اس کے کمر سے جانکلی۔اب اس نے واپسی کی راہ لی اور دروازے کھولتا ہوا سیڑھی تک آیا۔چونکہ چاندنی تھی اس لئے ڈر بھی رہا تھا کہ کہیں پکڑا نہ جائے جونہی سیڑھی سے اتر رہا تھا اور ابھی چند قدم نیچے آنا باقی تھا کہ سیڑھی گر پڑی،اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔اس نے ٹوٹی ہوئی ٹانگ پگڑی سے باندھی اور چل پڑا اتنے میں اس کے ساتھی بھی پہنچ آئے۔ابو رافع کے مرنے کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔اس طرح یہ لوگ وہاں سے چل کر مدینہ پہنچے اور وہاں جا کر رسولخداؐ کو ابو رافع کے قتل کی خبر سنائی۔آپؐ نے ابن عتیک کی پنڈلی پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو اس کے ٹانگ صحتمند ہوگئی۔

غزوہ نجران:

اور اسی سال ہی غزوہ نجران پیش آیا۔اس غزوہ کے وقوع پذیر ہونے کا سبب یہ ہوا کہ حضورؐ نے سنا کہ جماعت بنی سلیم نے نجران میں اجتماع کیا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی چال چلنے کا ارادہ کیا ہے۔پس رسولخداؐ نے اپنے اصحاب میں سے تین سو گھڑ سواروں کے ہمراہ ان کا اجتماع کا رخ کیا تا کہ انہیں مار بھگائیں آپؐ نے مدینہ میں ابن ام مکتوم کو جانشین مقرر فرمایا اور خود ان کی سرزمین کی طرف چل پڑے۔

جب بنی سلیم کی جماعت کو پتہ چلا تو وہ اپنی سرزمین میں بکھر گئے لامحالہ رسولخداؐ نے کسی دشمن کو نہ پا کر واپس مدینہ چلے آئے۔یہ سفر دس دنوں پر مشتمل تھا اور ہجرت کے تیسرے ہی سال حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جس کی تفصیل اور آپؑ کے حالات آپ کے مبارک نام کی ترتیب سے مرقوم ہوں گے۔اور اسی سال ہجرت کے تیسرے سال ماہ شعبان میں حفصہ جو عمر بن خطاب کی بیٹی تھیں اور رمضان کے وسط میں زینب بنت خزیمہ رسولخداؐ کے ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔اس کی تشریح بھی آگے آئے گی۔